فقہ اسلامی

مولانا محمد یوسف اصلاحی

ترتیب

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

تعارف

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ اَجمَعِیْنَ ط

ہائی اسکول اور جونیر کلاسز میں پڑھنے والے طلبہ کے لیے فقہی مسائل واحکام کے ایک ایسے مجموعے کی ضرورت عرصے سے محسوس کی جارہی تھی، جوان درجات میں تعلیم پانے والے طلبہ کی عمر کے لحاظ سے بھی موزوں اور مناسب ہو اور اُن کے ذہن وفکر کی سطح اور معیار کے بھی مطابق ہو۔

اس وقت جو فقہی مجموعے دستیاب ہیں بلاشبہ وہ محنت وکاوش کا نتیجہ ہیں لیکن بعض تو اس قدر مختصر ہیں کہ طلبہ کو کسی ایک باب میں بھی مسائل سے خاطر خواہ واقفیت نہیں ہو پاتی، اور بعض جو بہت پرانے ہیں ان میں زبان و بیان کی کچھ ایسی پیچیدگیاں ہیں کہ طلبہ ان کو پڑھنے میں بڑی الجھن محسوس کرتے ہیں اور مسائل جاننے کی رغبت پیدا ہونے کے بہ جائے بے زاری پیدا ہوتی ہے۔ بعض مجموعے بلاشبہ مفصّل بھی ہیں، لیکن وہ طلبہ کے پیشِ نظر مرتب نہیں کیے گئے ہیں، اس لیے ان میں طلبہ کی عمر کا لحاظ قدرتاً نہیں ہے۔

یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے ''فقہ اسلامی'' کا پہلا حصہ ہے، یہ ارکانِ اسلام یعنی کلمۂ شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے احکام ومسائل پر مشتمل ہے، دوسرا حصہ جو زیر ترتیب ہے وہ معاشرت ومعاملات کے احکام ومسائل پر مشتمل ہوگا ——————

اس فقہی مجموعے میں کوشش کی گئی ہے کہ مذکورہ بالا نقائص نہ رہیں اور طلبہ ذوق وشوق کے ساتھ اس سے استفادہ کرسکیں۔

فقہ اسلامی کی چند خصوصیات یہ ہیں:

(۱) متن میں صرف فقہ حنفی کے مستند اور متفق علیہ مسائل بیان کیے گئے ہیں، اس لیے کہ ملک میں عظیم اکثریت اسی مسلک کے ماننے والوں کی ہے، لیکن کہیں کہیں حسبِ ضرورت اہلِ حدیث مسلک کی طرف بھی حاشیہ میں اشارے کر دیئے گئے ہیں۔ دراصل مبتدیوں کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اپنے مسلک کے مسائل سے واقف ہو جائیں۔

(۲) صرف وہ عملی مسائل بیان کیے گئے ہیں جن کی روزمرہ زندگی میں عام طور پر ضرورت پیش آتی ہے، تاکہ طلبہ اس ذہن کے ساتھ مسائل سے واقف ہوں کہ یہ عملی زندگی میں برتنے والے احکام ہیں اور اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے ناگزیر ہے کہ مسلمان ان مسائل سے واقف ہوں۔

(۳) طلبہ کے ذہنی معیار اور عمر کا لحاظ کرتے ہوئے آسان زبان اور عام فہم اسلوب اختیار کیا گیا ہے اور صرف انہی مسائل کا انتخاب کیا گیا ہے جن کو اس درمیانی عمر کے طلبہ بہ خوبی سمجھ سکیں، ان مسائل کو چھوڑ دیا ہے جن کی ضرورت بلوغ کے بعد پیش آتی ہے۔

(۴) مسائل واحکام کے ساتھ ساتھ احکام کی اہمیت وتاکید اور حکمت وفضیلت پر بھی گفتگو کی گئی ہے تاکہ طلبہ دل چسپی محسوس کریں اور مسائل کا علم ہونے کے ساتھ ساتھ ان پر عمل کرنے کا جذبہ بھی بیدار ہو۔

(۵) مسائل نہایت سادہ انداز میں فقہاءِ حنفیہ کی مستند کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں۔ مسائل کے بیان میں اپنی رائے کا اظہار اور محاکمے کا انداز اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ ذیل کی کتابوں سے صرف وہ عملی مسائل منتخب کیے گئے ہیں جن کی عام طور پر ضرورت پیش آتی ہے۔

عین الہدایہ، شرح ہدایہ، شرح وقایہ، قدوری، نورالایضاح، علم الفقہ، بہشتی زیور، تعلیم الاسلام، فقہ السنہ تالیف السید سابق وغیرہ۔

(٦) زبان وادب اور ترتیب میں دورِ حاضر کے ذوق کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے تاکہ طلبہ ذوق وشوق کے ساتھ اس سے استفادہ کریں اور فقہ سے بے زاری محسوس نہ کریں۔

مسائل کے نقل وانتخاب میں صحت کا کامل اہتمام کیا گیا ہے، تاہم انسانی کوشش کا امتیاز ہی یہ ہے کہ وہ لغزش اور خطا سے مبرّا نہ ہو، قارئین سے درخواست ہے کہ وہ جہاں غلطی محسوس فرمائیں ضرور اطلاع دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کی جاسکے۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ اس ادنیٰ کوشش کو شرفِ قبول بخشے، اور مرتّب کی لغزشوں سے درگزر فرمائے، طلبہ کے لیے اس کو دین سے لگاؤ کا ذریعہ اور راہِ عمل بنائے اور مؤلف کے لیے اس کو ذخیرۂ آخرت اور اپنی رضا کا بہانہ قرار دے۔ آمین!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُo وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُo

محمد یوسف اصلاحی

رام پور
۱۰/ جولائی ۱۹۶۹ء

ارکان اسلام

(۱) ایمان کی شہادت
(۲) نماز کی اقامت
(۳) ادائے زکوٰۃ
(۴) روزہ
(۵) حج

علمِ فقہ اور اس کی ضرورت

خدا کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (جامع ترمذی ابواب العلم)

''خدا اپنے جس بندے کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی گہری سوجھ بوجھ سے نواز دیتا ہے۔''

یہ حقیقت ہے کہ بندے پر خدا کا سب سے بڑا اکرم یہی ہے کہ وہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادے اور اس کی حکمتوں کو سمجھنے کی بصیرت سے نواز دے۔ دین ہی ہر خیر اور بھلائی کا سرچشمہ ہے، یہی دنیا میں بھی کام یاب زندگی گزارنے کا واحد طریقہ ہے اور یہی آخرت میں بھی خدا کی رضا اور نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ جو شخص دین کی سوجھ بوجھ سے محروم ہے وہ ہر خیر سے محروم ہے۔

دین کا علم حاصل کرنا، دین کے مزاج اور اس کی روح سے آشنا ہونا، دین کے احکام و مسائل میں بصیرت پیدا کرنا اور علم فقہ سے بہ خوبی واقف ہونا، ہر مسلمان کا اولین فرض ہے۔ اس کے بغیر نہ اسلام کے احکام پر صحیح صحیح عمل کرنا ہی ممکن ہے اور نہ اسلامی تعلیم کا مقصد ہی پورا ہوسکتا ہے۔

فقہ کے لغوی معنی ہیں، کسی چیز کو جاننا، سمجھنا اور اس کی حقیقت سے واقف ہونا۔ اور فقیہ اس سوجھ بوجھ رکھنے والے صاحبِ علم کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو سمجھنے اور اس کی حقیقت کو پانے میں ماہر ہو۔

اصطلاح میں فقہ سے مراد ہے احکامِ دین کا تفصیلی علم حاصل کرنا، اور احکام کی دلیلوں اور حکمتوں سے واقف ہونا، نیز فقہ سے مُراد وہ مفصّل اور منضبط اسلامی قانون ہے جس میں عبادت و اطاعت، حقوق و فرائض اور سارے انفرادی اور اجتماعی معاملات سے متعلق قرآن و سنت سے سمجھے ہوئے اور استنباط کیے ہوئے احکام و مسائل اور ان کے آداب و شرائط ہوں۔

اور فقیہ اصطلاح میں اُس عالمِ دین کو کہتے ہیں جو قرآن و سنت پر گہری نظر رکھتا ہو، دین اور شریعت کی رُوح اور مقصد کو سمجھتا ہو، دین کا مزاج شناس ہو اور اس کے اسرار اور حکمتوں سے واقف ہو، اور جو زندگی کے سارے معاملات میں قرآن و سنت کے اصولی احکام و ہدایات سے مسائل کو سمجھنے اور استنباط کرنے کی صلاحیت اور مہارت رکھتا ہو۔

''علمِ فقہ'' اور اس کے جاننے والے فقہاء، اسلام کی بقا و حفاظت اور اقامت کے لیے اسی طرح ضروری ہیں جس طرح روح جسم کی بقا اور حفاظت کے لیے۔ اسلام ایک جامع اور ابدی قانون ہے جو انسانی زندگی کی تمام ضرورتوں میں اور ہر دَور میں واضح اور مکمل ہدایات دیتا ہے، اور کسی ضرورت میں بھی دوسرے مذاہب اور نظریہ کا محتاج نہیں رکھتا۔ اسی لیے ضروری ہے کہ ہر دَور میں جو جو مسائل بھی پیش آئیں ان سے متعلق اسلام کے احکام اور ہدایات قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کے سامنے آتے رہیں تا کہ وہ اسلام پر صحیح صحیح عمل کر سکیں۔ قرآن میں ہدایت ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۟ع (التوبہ:۱۲۲)

''اور مسلمانوں کے لیے ممکن نہ تھا کہ سارے کے سارے نکل کھڑے ہوں تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر ہر حصے سے کچھ ہی لوگ نکل کھڑے ہوتے کہ وہ دین میں سوجھ بوجھ پیدا کرتے اور پھر واپس جا کر مسلمانوں کو بے دینی کے بدترین نتائج سے ہوشیار کرتے تا کہ وہ (بے دینی کی روش سے) بچے رہتے۔''

احکامِ دین کی تقسیم

اللہ کے نزدیک انسان کی پیدائش کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کی عبادت کرے، قرآن مجید میں اللہ کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ٥ (الذاریات:۵۶)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

جب انسان کی پیدائش کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے تو ہر انسان کو لازماً معلوم ہونا چاہیے کہ عبادت کسے کہتے ہیں اور اس کا طریقہ کیا ہے، عبادت کا مطلب اور طریقہ معلوم کیے بغیر نہ کوئی شخص زندگی کا مقصد پورا کرسکتا ہے اور نہ وہ کام یاب ہوسکتا ہے۔

عبادت کے لغوی معنی ہیں بندگی اور فرماں برداری، اس معنی کے لحاظ سے بندے کا ہر وہ کام عبادت ہے، جس کو وہ دین کا حکم سمجھ کر محض خدا کی خوش نودی کے لیے قرآن وسنت کی ہدایت کے مطابق انجام دے، چاہے وہ نماز، روزہ اور حج وزکوٰۃ جیسی مخصوص عبادات ہوں یا خرید و فروخت، خانگی تعلقات، معاشی مصروفیات جیسے معاملات ہوں حتیٰ کہ اس مفہوم میں، کھانا پینا اور صاف ستھری زندگی گزارنا بھی عبادت ہے، لیکن فقہ کی اصطلاح میں عبادت کا مفہوم اتنا عام نہیں ہے دراصل فقہاء نے احکامِ دین کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک عبادات دوسرے معاملات، عبادات سے بندے کے وہ افعال واعمال مُراد ہیں جن کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اور جو خاص خاص اوقات میں خاص ارکان وشرائط اور حدود وآداب کے ساتھ کیے جاتے ہیں جیسے نماز،

روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ احکامِ دین میں سب سے اونچا مرتبہ عبادات کا ہے اور ایمانیات کے بعد عبادات کی اہمیت دوسرے احکام کے مقابلے میں زیادہ بنیادی قسم کی ہے۔

''معاملات'' سے مراد وہ سارے اعمال ہیں جن کا تعلق بندوں کے باہمی روابط و تعلقات، حقوق و فرائض اور لین دین وغیرہ سے ہے۔ مثلاً نکاح، طلاق، خانگی تعلقات، معاشرتی حقوق و فرائض، خرید و فروخت، کاروباری مصروفیات، کھیتی باڑی، محنت مزدوری، رہن، شفعہ، ہبہ اور دوسرے اجتماعی امور وغیرہ۔ فقہ میں دراصل یہی دونوں قسم کے احکام بیان کیے جاتے ہیں اور انہی کے حدود و آداب اور مسائل نیز دلائل اور حکمتوں پر گفتگو ہوتی ہے۔

ارکانِ اسلام

اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے جن کو ارکانِ اسلام کہتے ہیں۔ ارکان رُکن کی جمع ہے۔ رُکن کے معنی ستون کے ہیں، ارکان یا ستون کسی چیز کے اُن بنیادی اور ضروری اجزا کو کہتے ہیں جن پر اُس چیز کے وجود اور قیام کا انحصار ہو، ارکانِ اسلام دین کے وہ بنیادی اور ضروری اعمال ہیں جن پر اسلام کے وجود اور بقا کا دارومدار ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

> اسلام کی تعمیر پانچ چیزوں پر ہوئی ہے (۱) یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، (۲) نماز قائم کرنا، (۳) زکوٰۃ ادا کرنا، (۴) رمضان کے روزے رکھنا، (۵) اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ (متفق علیہ)

ان بنیادی اعمال کو ارکان سے تعبیر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دین میں ان کو غیر معمولی مقام حاصل ہے اور دوسرے احکام کے مقابلے میں ان کی اہمیت زیادہ بنیادی قسم کی ہے۔

ایک عمارت کے سب سے بنیادی اور امتیازی اجزا اس کے ستون ہوتے ہیں، ستون اگرچہ کُل عمارت تو نہیں ہوتے، لیکن ان کی امتیازی اہمیت یہ ہے کہ عمارت اور عمارت کے دوسرے تمام اجزا کے قیام و بقا کا مدار انہی پر ہوتا ہے، پھر یہ ستون جس قدر مضبوط اور پائیدار ہوں گے، عمارت بھی اسی قدر پائیدار اور مضبوط ہوگی۔ اور اگر یہ ستون کھوکھلے اور کمزور ہوں گے تو عمارت بھی بودی اور کمزور ہوگی اور ایک معمولی سا جھٹکا بھی اس کے وجود کے لیے خطرہ ثابت ہوگا۔

ٹھیک یہی حیثیت ارکانِ اسلام کی ہے، بے شک ''اسلام'' محض ان ارکان کا نام نہیں ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ارکان کے بغیر اسلام کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ان ارکان پر عمل کیے بغیر نہ تو دین کے دوسرے احکام پر عمل ہو سکتا ہے اور نہ عمل کرنے کے کوئی معنی ہی رہ جاتے ہیں اور اگر ان پر ٹھیک ٹھیک عمل ہو جائے تو دوسرے تمام احکام پر عمل نہ صرف ممکن ہو جاتا ہے بلکہ بڑی حد تک لازمی اور یقینی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک حدیث میں ان ارکان کو ہی ''اسلام'' قرار دیا ہے، جس کا صاف اور کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ ان اعمال کا وجود میں آنا گویا پورے دین کے وجود میں آنے کی ضمانت ہے۔

اور ان ارکان سے اگر تعلق کمزور ہو جائے، ان کی اہمیت کا احساس مُردہ ہو جائے، اور ان پر عمل نہ کرنے کی مجرمانہ غفلت عام ہو جائے، تو اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود زندگی اسلام کی برکتوں سے محروم ہوگی۔

ایمان کی شہادت

اسلام کا پہلا ستون اور پہلا بنیادی عمل توحید و رسالت کا اقرار اور ایمان کی شہادت ہے، یہ ایک ایسا عمل ہے جو زبان سے انجام پاتا ہے۔ مومن اور مسلمان قرار پانے کے لیے محض دل سے توحید و رسالت کی تصدیق کافی نہیں ہے بلکہ زبان سے ان عقائد کا اقرار اور شہادت بھی لازمی ہے اس کے بغیر کسی کا ایمان و اسلام معتبر نہیں ہے، ایمان کے معنی ہی یہ ہیں کہ دل سے اسلامی عقائد کی تصدیق کی جائے اور زبان سے اقرار و اظہار کیا جائے۔

ایمان کے اقرار و اعلان کی اہمیت یہ ہے کہ جو شخص اپنی زبان سے کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت پڑھ لیتا ہے وہ چاہے عملی اعتبار سے کتنا ہی کوتاہ ہو بہ ہر حال مسلم معاشرہ کا ایک فرد بن جاتا ہے اور اس کو وہ سارے سیاسی اور معاشرتی حقوق حاصل ہو جاتے ہیں جو ایک مسلمان کو حاصل ہوتے ہیں، اس کے برخلاف جو شخص اپنی زبان سے ایمان کا اظہار و اعلان نہیں کرتا، تو چاہے وہ اسلامی عقائد پر کیسا ہی پختہ یقین رکھتا ہو بہ ہر حال مسلمان نہ مانا جائے گا۔ نہ وہ اسلامی معاشرہ کا فرد قرار پائے گا اور نہ اس کو وہ سیاسی اور معاشرتی حقوق حاصل ہوں گے جو ایک مسلمان کو حاصل ہوتے ہیں بلکہ وہ بدستور غیر مسلم ہی سمجھا جائے گا۔

کلمۂ طیبہ **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** اور کلمۂ شہادت **اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ** پڑھنے والا بہ ظاہر تو صرف توحیدِ باری اور رسالتِ محمدیؐ کا اقرار کرتا ہے لیکن حقیقت میں یہ ان سارے عقائد کی شہادت اور اقرار ہے، جن کی خبر حضرت محمد ﷺ نے دی ہے، یعنی فرشتوں پر ایمان، تمام آسمانی کتابوں پر ایمان، سارے

رسولوں پر ایمان، تقدیر پر ایمان اور یومِ آخرت پر ایمان، اس لیے کہ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اُن ساری باتوں پر ایمان لایا جائے جن کی آپؐ نے خبر دی ہے اور جن پر ایمان لانے کی آپؐ نے تاکید کی ہے۔

مسلمان ہونے کے لیے چھ باتوں کا اقرار کرنا اور زبان سے شہادت دینا ضروری ہے:

۱- خدا کی توحید پر ایمان کا اقرار اور شہادت

۲- فرشتوں پر ایمان کا اقرار اور شہادت

۳- سارے رسولوں پر ایمان کا اقرار اور شہادت

۴- آسمانی کتابوں پر ایمان کا اقرار اور شہادت

۵- یومِ آخرت پر ایمان کا اقرار اور شہادت

۶- تقدیر پر ایمان کا اقرار اور شہادت۔۔۔ ان چھ عقیدوں کو دل میں جمانے اور زبان سے اقرار کرنے اور شہادت دینے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کا وہ پہلا ستون تعمیر ہو گیا جس کے بعد ہی دوسرے چار ستونوں کی تعمیر ممکن ہو سکتی ہے۔

فقہی اصطلاحات (۱)

فقہ میں بعض خاص الفاظ بار بار استعمال ہوتے ہیں اور ان کے کچھ مخصوص اور متعین معنی ہوتے ہیں، ان کو فقہی اصطلاحات کہا جاتا ہے، فقہ کے احکام ومسائل جاننے کے لیے ان اصطلاحات کا جاننا لازمی ہے، نیچے یہ اصطلاحات اوران کی تشریح دی جارہی ہے اور ہر باب کے شروع میں اسی طرح ضروری اصطلاحات کی تشریح کردی گئی ہے۔

(۱) ماءِ جاری

ماءِ جاری بہنے والے پانی کو کہتے ہیں، عرفِ عام میں اس کو بہتا پانی کہتے ہیں جیسے دریا، ندی، نہر اور پہاڑی نالوں وغیرہ کا پانی۔ یہ پانی پاک ہے، خود بھی پاک ہے اور دوسری چیزوں کو بھی پاک کردیتا ہے۔ ہاں اگر اس میں اتنی نجاست گرجائے کہ اس کے تینوں وصف رنگ، بو اور مزہ سب کچھ بدل جائے تو پھر یہ نجس ہوجاتا ہے۔

(۲) ماءِ راکد قلیل

راکد کے معنی ٹھیرا ہوا۔ ماءِ راکد قلیل سے مراد وہ ٹھہرا ہوا پانی ہے جو مقدار میں اتنا ہو کہ اگر اس کے ایک طرف نجاست گرے تو دوسری جانب اس کا اثر یعنی رنگ، بو، اور مزہ محسوس ہو۔

(۳) ماءِ راکد کثیر

ماءِ راکد کثیر سے مراد وہ ٹھیرا ہوا پانی ہے جو مقدار میں اتنا زیادہ ہو کہ اگر اس کے ایک کنارے کوئی نجاست گرجائے تو دوسرے کنارے نجاست کا اثر یعنی رنگ، بو، اور مزہ محسوس نہ ہو۔

(۴) ماءِ مستعمل

جس پانی سے کسی شخص نے وضو یا غسل کرلیا ہو چاہے حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر سے پاک ہونے کے لیے کیا ہو یا محض ثواب کی نیت سے کیا ہو بشرطے کہ اس کے جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو اس کو ماءِ مستعمل کہتے ہیں، ایسا پانی طاہر تو ہے لیکن مطہر نہیں یعنی اس سے دوسری چیزیں پاک نہیں ہوسکتی ہیں۔

(۵) ماءِ طاہر

وہ پانی جو خود پاک ہو اس کو طاہر کہتے ہیں۔

(۶) ماءِ مطہر

جس پانی سے دوسری چیزیں بھی پاک کی جاسکتی ہوں اس کو مطہر کہتے ہیں۔

(۷) ماءِ مشکوک

ماءِ مشکوک سے مراد وہ پانی ہے جو خود تو طاہر ہے لیکن اس کے مطہر ہونے نہ ہونے میں شک ہے، مثلاً جس پانی کو خچر یا گدھا منھ ڈال کر جوٹھا کردے وہ ماءِ مشکوک ہے۔ ماءِ مشکوک کا حکم یہ ہے کہ اس سے وضو کرنے والا تیمّم بھی کرے۔

(۸) نجاستِ حقیقی

نجاستِ حقیقی سے وہ محسوس گندگی اور غلاظت مراد ہے جس سے انسان طبعی طور پر نفرت کرتا ہے اور اپنے جسم ولباس اور دوسری چیزوں کو اس سے بچاتا ہے، اور شریعت نے بھی اس سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

(۹) نجاستِ غلیظہ

نجاستِ غلیظہ نجاستِ حقیقی کی وہ قسم ہے جس کے نجس اور پلید ہونے میں کسی قسم کا شبہ

نہیں ہے، شریعت کی دلیلوں سے اس کی نجاست صاف ثابت ہے، جیسے سور، اور انسان کا پیشاب پاخانہ وغیرہ۔

(۱۰) نجاستِ خفیفہ

یہ نجاستِ حقیقی کی وہ قسم ہے جس کے نجس اور پلید ہونے میں ذرا شبہ ہے، بعض دلیلوں سے اس کی ناپاکی ثابت ہوتی ہے اور بعض دلیلوں سے اِس کے پاک ہونے کا بھی شبہ ہوتا ہے، اس لیے شریعت میں اس کا حکم بھی ذرا نرم اور ہلکا ہے۔ مثلاً حرام پرندوں کی بیٹ وغیرہ۔

(۱۱) نجاستِ حکمی یا حدث

نجاستِ حکمی یا حدث سے مراد ناپاکی کی وہ حالت ہے جس کا ناپاک ہونا ہمیں نظر نہیں آتا بلکہ شریعت کے بتانے اور حکم لگانے سے معلوم ہوا ہے۔ اسی لیے اس کو نجاستِ شرعی بھی کہتے ہیں۔ جیسے بے وضو ہونا، یا غسل کی حاجت ہونا۔

(۱۲) حدثِ اکبر

نجاستِ حکمی یا حدث کی وہ قسم جس میں غسل کیے بغیر آدمی پاک نہیں ہوتا ہے، ہاں اگر پانی میسر نہ ہو تو پھر تیمّم کر لینے سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

(۱۳) حدثِ اصغر

حدث کی وہ ہلکی قسم جس میں وضو کر لینے سے آدمی پاک ہو جاتا ہے۔ مثلاً پیشاب پاخانہ کرنے یا ریح خارج ہونے سے حدثِ اصغر کی حالت پیدا ہو جاتی ہے، اور وضو کر لینے سے یہ ناپاکی دُور ہو جاتی ہے، اور جہاں پانی میسر نہ آئے تو تیمّم کر لینے سے بھی حدثِ اصغر سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

(۱۴) استنجا

رفع حاجت وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد جسم کے اگلے یا پچھلے حصے کے پاک

کرنے کو استنجا کہتے ہیں، چاہے ڈھیلوں سے پاکی حاصل کی جائے یا پانی سے، بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی چیزیں استعمال کی جائیں۔

(۱۵) فرضِ عین

وہ فرض جس کا کرنا ہر ہر مسلمان پر لازم ہے اور نہ کرنے والا سخت گنہ گار اور مستحقِ عذاب ہے۔ جیسے پانچوں وقت کی نمازیں، رمضان کے روزے وغیرہ۔

(۱۶) فرض کفایہ

وہ فرض جس کا کرنا ہر ہر مسلمان پر انفرادی طور سے لازم نہیں بلکہ اجتماعی حیثیت سے تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور اگر کچھ لوگ بھی ادا کرلیں تو ادا ہو جاتا ہے، ہاں اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب ہی گنہ گار ہوتے ہیں جیسے نمازِ جنازہ، یا میت کی تدفین وغیرہ۔

(۱۷) سنتِ مؤکدہ

وہ فعل جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا آپؐ کے صحابہؓ نے ہمیشہ کیا ہو اور عذر کے بغیر کبھی ترک نہ کیا ہو، جیسے فجر کی دو سنتیں۔ سنتِ مؤکدہ کو بغیر عذر ترک کرنے والا اور ترک کی عادت ڈالنے والا فاسق اور گنہ گار ہے۔ ہاں اگر کبھی اتفاق سے چھوٹ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱۸) سنتِ غیر مؤکدہ

وہ فعل جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ نے کیا ہو اور کسی عذر کے بغیر کبھی ترک بھی کر دیا ہو، اس کا کرنے والا مستحقِ اجر و ثواب ہے اور چھوڑنے والے کو کوئی عذاب نہیں۔ اس کو سنتِ زائدہ بھی کہتے ہیں۔

(۱۹) مستحب

جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کیا ہو اکثر نہ کیا ہو، اس کو کرنے کا اجر و ثواب ہے اور نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس کو نفل، مستحب اور تطوّع بھی کہتے ہیں۔

(۲۰) حرام

وہ کام جس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے اور جو شخص کسی عذر کے بغیر اس کا ارتکاب کرے وہ فاسق اور مستحقِ عذاب ہے اور جو شخص حرام کو حلال سمجھے، وہ کافر ہے، مثلاً سود، شراب وغیرہ۔

(۲۱) مکروہ تحریمی

ہر وہ فعل جس سے بچنا مسلمان پر واجب ہے، جو کسی عذر کے بغیر اس کا ارتکاب کرے وہ گنہ گار ہے، البتہ اس کا منکر کافر نہیں ہے۔

(۲۲) مکروہ تنزیہی

وہ فعل جس سے بچنے میں اجر وثواب ہے لیکن جو نہ بچے وہ مستحق عذاب نہیں۔

(۲۳) مباح

ہر وہ جائز فعل جس کے کرنے میں کوئی ثواب نہیں اور نہ کرنے میں کوئی عذاب نہیں۔

طہارت

اسلام کا دوسرا استون نماز ہے اور نماز کے لیے طہارت لازمی شرط ہے۔ اس لیے پہلے طہارت کے احکام و مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

طہارت کی اہمیت و تاکید

طہارت کی اہمیت اور تاکید کی وجہ محض یہی نہیں ہے کہ وہ نماز وغیرہ عبادات کے لیے ضروری ہے بلکہ طہارت بہ جائے خود بھی ایک اہم شعبہ اور دین و ایمان کا جز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو اپنا محبوب قرار دیا ہے جو طہارت اور پاکی کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۝ (التوبہ:۱۰۸)

''اور اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو خوب پاک صاف رہتے ہیں۔''

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۝ (البقرہ:۲۲۲)

''بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو بہت زیادہ توبہ کرتے ہیں اور ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اچھی طرح پاک صاف رہتے ہیں۔''

نبی ﷺ طہارت و نظافت کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے، اور صحابہؓ کو بھی بہت زیادہ تاکید فرماتے اور طرح طرح سے ترغیب دیتے، آپؐ کا ارشاد ہے:

طہارت اور پاکیزگی جزوِ ایمان ہے (مسلم) یعنی طہارت کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ دین کا ایک حکم ہے بلکہ وہ دین و ایمان کا جز ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں طہارت و نظافت کا جو واضح اور بے مثال تصور ملتا ہے اور جو غیر معمولی تاکید اور اہتمام پایا جاتا ہے اور جس قدر تفصیل اور صراحت کے ساتھ اس کے احکام و مسائل کی تعلیم دی گئی ہے، اس کی مثال دوسرے کسی مذہب میں نہیں ملتی، صفائی، ستھرائی اور آرائش کا تصور تو دوسرے مذاہب والوں میں ضرور پایا جاتا ہے لیکن پاکی اور طہارت کا تصور اسلام کے سوا کہیں نہیں ملتا۔

نجاست کا بیان

نجاست ناپاکی اور گندگی کو کہتے ہیں، نجاست، طہارت کی ضد ہے اور طہارت کی حقیقت اور احکام سمجھنے کے لیے پہلے نجاست کے مسائل اور احکام کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ نجاست دو طرح کی ہوتی ہے، نجاستِ حقیقی اور نجاستِ حکمی، ان دونوں کی حقیقت، ان کے احکام اور ان سے پاک ہونے کے طریقے الگ الگ ہیں جن کی تفصیل جاننا طہارت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔

نجاستِ حقیقی

نجاستِ حقیقی اس محسوس غلاظت اور گندگی کو کہتے ہیں جس سے ہر انسان طبعی طور پر نفرت کرتا ہے اور اپنے جسم ولباس اور دوسری چیزوں کو اس سے بچاتا ہے--- اور جس سے شریعت نے بھی بچنے کا حکم دیا ہے، جیسے پیشاب، پاخانہ اور جانوروں کا خون وغیرہ۔ نجاستِ حقیقی کی دو قسمیں ہیں، نجاستِ غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ۔

نجاستِ غلیظہ

وہ شدید قسم کی محسوس نجاست اور گندگی، جس کی نجاست اور ناپاکی میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے، جس سے طبعاً ہر شخص بچتا ہے اور شریعت کی دلیلوں سے بھی اس کی ناپاکی صاف طور پر ثابت ہے، شریعت کی نظر میں چوں کہ نجاستِ غلیظہ شدید قسم کی ناپاکی ہے، اس لیے اس کا حکم بھی سخت ہے، مثال کے طور پر چند چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی نجاست، غلیظہ ہے:

(۱) سور۔ اس کی ہر چیز نجاستِ غلیظہ ہے، حتیٰ کہ ہڈی اور بال بھی چاہے سور زندہ ہو یا مرا ہوا۔ اور اس کی کھال بھی کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی۔

(۲) آدمی کا پیشاب پاخانہ، بچوں کا پیشاب پاخانہ۔ اور دودھ پیتے بچے کا پیشاب بھی نجس ہے، ہاں اگر لڑکا ہو تو اس کا حکم ذرا نرم ہے۔

(۳) گھوڑے، گدھے کی لید، کتے بلی کا پاخانہ، گائے، بیل، بھینس کا گوبر اور درندوں کا پاخانہ۔

(۴) خون چاہے آدمی کا ہو یا کسی جانور کا۔

(۵) زخموں سے جو خون، پیپ اور رطوبت نکلتی ہے۔

(۶) پرندوں میں صرف ان پرندوں کا پاخانہ (بیٹ) جن کے پَر تو ہیں لیکن اُڑ نہیں سکتے، جیسے بَط یا مرغی وغیرہ۔

(۷) شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں جو سیّال ہوں۔

نجاستِ خفیفہ

وہ محسوس نجاست جس کی نجاست ذرا ہلکے قسم کی ہے، اور شریعت کی بعض دلیلوں سے اس کے پاک ہونے کا بھی شبہ ہوتا ہے، اس لیے شریعت میں ان کا حکم بھی کچھ نرم ہے۔ مثال کے طور پر چند چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی نجاست، خفیفہ ہے۔

(۱) حلال جانوروں کا پیشاب جیسے بکری، بھینس اور گائے، بیل وغیرہ۔

(۲) حرام پرندوں کی بیٹ جیسے چیل، باز اور کوّا وغیرہ۔

(۳) حلال پرندوں کی بیٹ اگر بدبودار ہو۔

(۴) نجاستِ خفیفہ اگر نجاستِ غلیظہ میں مل جائے تو چاہے نجاستِ غلیظہ کی مقدار نجاستِ خفیفہ کے مقابلے میں کتنی ہی کم ہو مجموعے کو نجاستِ غلیظہ ہی قرار دیا جائے گا۔

نجاستِ حقیقی سے پاکی کے مسائل

(۱) زمین، کنکر، پتھر، ڈھیلے، اینٹ اور پختہ فرش وغیرہ پر اگر نجاستِ حقیقی لگ جائے چاہے وہ پتلی اور سیّال ہو یا گاڑھی اور بستہ۔ خشک ہونے سے یہ سب چیزیں پاک ہوجاتی ہیں، پتلی ہوتو محض خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے اور اگر بستہ ہوتو کھرچنے اور رگڑنے سے پاک ہوجاتی ہے، اور پختہ فرش کو تین بار پانی سے دھولینا چاہیے تاکہ دھبّہ اور بو باقی نہ رہے۔

(۲) چوکی، کرسی، چارپائی وغیرہ پر نجاست لگ جائے تو تین بار رگڑ کر دھونے سے یہ چیزیں پاک ہوجاتی ہیں۔

(۳) کپڑے پر نجاستِ حقیقی لگ جائے تو تین بار مل کر نچوڑنے سے پاک ہوجاتا ہے۔

(۴) جو چیزیں نجاست کو جذب نہیں کرتیں مثلاً دھات کے برتن یا اوزار اگر نقشین نہ ہوں تو زمین پر رگڑنے، مانجنے اور تر کپڑے سے پونچھ دینے سے پاک ہوجاتے ہیں اور تین بار پانی سے دھولینے سے بھی پاک ہوجاتے ہیں۔ یہی حکم چینی کے برتنوں کا بھی ہے، البتہ پونچھنے میں اہتمام کرنا چاہیے کہ نجاست کا اثر بالکل نہ رہے۔

(۵) دھات اور پتھر کے برتن اور اوزار آگ میں ڈالنے سے بھی پاک ہوجاتے ہیں۔

(۶) جو چیزیں نجاست جذب کرتی ہیں ان پر اگر بستہ غلاظت لگ جائے تو کھرچنے، رگڑنے سے پاک ہوجاتی ہیں اور اگر نجاست رقیق ہے تو ان کو تین بار دھونا اور ہر بار اتنا توقف کرنا کہ پانی ٹپکنا بند ہوجائے ضروری ہے۔

(۷) جسم پر نجاستِ حقیقی لگ جائے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔

(۸) جسم پر نجس تیل یا اور کوئی چکناہٹ والی چیز ملی یا خود لگ گئی تو صرف تین بار دھو دینا کافی ہے چکناہٹ دُور کرنے کا اہتمام ضروری نہیں۔

(۹) نجاستِ خفیفہ سے بچنے کا بھی اہتمام کرنا چاہیے، اگر کسی وقت بدن یا کپڑے پر تھوڑی سی نجاستِ خفیفہ لگ جائے، جو چوتھائی حصے سے بہ ہر حال کم ہو، تو اس کو بھی فوراً پاک کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے البتہ کسی وقت ایسی صورت میں نماز پڑھ لی تو دُہرانے کی ضرورت نہیں اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

طہارت ونجاست کے پانچ اصول

(۱) جس چیز میں لوگ عام طور پر مبتلا ہوں اس کے حکم میں سہولت ہو جاتی ہے، مثال کے طور پر بارش کے ایام میں عام طور پر راستوں میں کیچڑ پانی ہو جاتا ہے اور اس سے بچنا نہایت دُشوار ہوتا ہے، اس لیے برسات کی چھینٹیں اگر کپڑوں پر لگ جائیں تو معاف ہیں۔

(۲) جو چیزیں کسی خاص ضرورت سے جائز قرار دی گئی ہیں وہ بہ قدرِ ضرورت ہی جائز ہوں گی۔

مثال کے طور پر دائیں چلاتے وقت اگر جانور غلّے پر پیشاب کر دیں تو ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہے لیکن اس موقع کے علاوہ دوسرے مواقع پر یہ خاص اجازت نہ رہے گی اور غلّہ ناپاک ہو جائے گا۔

(۳) جو نجاست ایک بار زائل ہو گئی وہ دوبارہ نہیں لوٹے گی۔

مثلاً کپڑے پر سے خشک نجاست اچھی طرح، کھرچ اور رگڑ کر صاف کر دی گئی اور کپڑا پاک ہو گیا۔ اب اگر وہ کپڑا پانی میں گر جائے تو نہ کپڑا ناپاک ہوگا اور نہ وہ پانی، اسی طرح کسی نے زمین پر پیشاب کیا اور زمین خشک ہو کر پاک ہو گئی۔ اب اگر پھر وہ زمین بھیگ جائے تو ناپاک نہ ہوگی۔

(۴) یقین اور گمانِ غالب کے مقابلے میں، محض خیال اور شک کا کوئی اعتبار نہیں۔ مثلاً کسی چیز کے بارے میں گمانِ غالب یا یقین تو یہ ہے کہ وہ پاک ہے لیکن یہ خیال اور شک بھی ہو رہا ہے کہ شاید ناپاک ہو گئی ہو تو ایسی چیز کو پاک ہی قرار دیا جائے گا اور محض خیال اور وہم کا کوئی لحاظ نہ ہوگا۔

(۵) قیاسی احکام میں رواج اور عُرفِ عام کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔

مثلاً عام عادت اور رواج یہی ہے کہ ہر آدمی اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو ناپاکی سے بچاتا ہے لہٰذا ہر شخص کے کھانے پینے کی چیزوں کو پاک ہی قرار دیا جائے گا چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، ہاں اگر کسی واضح دلیل اور مضبوط قرینے سے معلوم ہو جائے کہ ناپاک ہے تو اُسی وقت اُس کو ناپاک کہنا صحیح ہوگا۔

استنجا کے مسائل

پیشاب پاخانے سے فارغ ہونے کے بعد جسم کے اِن مخصوص حصوں کے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں، نبی ﷺ نے استنجا کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ ایک بار آپؐ کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا، تو فرمایا: ''ان دونوں مردوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر نہیں بلکہ ان باتوں پر جن کو لوگ عام طور پر معمولی سمجھتے ہیں ان میں سے ایک تو وہ شخص ہے جو پیشاب کرنے کے بعد استنجا نہیں کرتا تھا اور دوسرا وہ ہے جو چغل خوری کرتا تھا۔'' (بخاری، مسلم)

(۱) استنجا ہمیشہ بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے اور استنجا کرنے کے بعد ہاتھوں کو صابون وغیرہ سے اچھی طرح دھو لینا چاہیے۔

(۲) فراغت کے بعد پہلے ڈھیلے استعمال کرنا اور پھر پانی سے استنجا کرنا مسنون ہے، اور اگر ڈھیلے نہ ہوں تو صرف پانی سے استنجا کرنا بھی درست ہے۔

(۳) مٹی کے ڈھیلے، پتھر، کنکر، معمولی پُرانا کپڑا اور جاذب جیسی چیزیں جو پاک ہوں اور جن سے نجاست دُور ہو سکے، استنجا کرنے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہیں، بس یہ لحاظ رہے کہ استنجا کے لیے استعمال کی جانے والی چیزیں نہ تو بہت زیادہ قیمتی ہوں اور نہ ایسی ہوں جن کا احترام کیا جاتا ہے اور نہ ایسی ہوں جن سے بدن چھلنے اور تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اور نہ وہ چیزیں ہوں جن سے جانور فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسے گھاس، پتّے اور بھوسہ وغیرہ۔

(۴) ہڈّی، کوئلہ، چونا، شیشہ، لوہا، تانبا، سونا، چاندی وغیرہ سے استنجا کرنا منع ہے۔

(۵) لید، گوبر، مینگنی یا وہ چیزیں جن سے نجاست دُور نہ ہو سکے، مثلاً سرکہ، شربت وغیرہ۔ ان سے استنجا کرنا منع ہے۔

استنجا کا حکم

اگر نجاست بدن کے مخصوص مقام تک ہی محدود ہو، اور پھیلی نہ ہو تو ایسی صورت میں استنجا کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ اور اگر نجاست مخصوص مقام سے اِدھر اُدھر پھیل گئی ہو تو استنجا کرنا فرض ہے۔

نجاستِ حکمی

نجاستِ حکمی سے مُرادناپاکی کی وہ حالت ہے، جس کا ناپاک ہونا آدمی کونظرنہیں آتا بلکہ شریعت سے معلوم ہوا ہے، یعنی شریعت نے اس حالت پرناپاک ہونے کا حکم لگایا ہے، اسی لیے اس کونجاستِ حکمی یا نجاستِ شرعی کہتے ہیں۔ جیسے بے وضو ہونا، غسل کی حاجت ہونا۔ نجاستِ حکمی کو حدث بھی کہتے ہیں۔ حدث یا نجاستِ حکمی کی دوقسمیں ہیں، حدثِ اصغر، حدثِ اکبر۔

حدثِ اصغر

ناپاکی کی وہ ہلکی حالت ہے جو پیشاب، پاخانہ کرنے، ریاح خارج ہونے، جسم کے کسی حصے سے خون یا پیپ بہنے، منہ بھر کرتے ہونے یا ٹیک لگا کرسوجانے سے پیدا ہوجاتی ہے۔

حدثِ اصغر کے احکام

(۱) حدثِ اصغر میں نماز پڑھنا یا سجدہ کرنا، خواہ سجدۂ تلاوت[۱] ہو یا سجدۂ شکرانہ، یا نمازِ جنازہ سب حرام ہے۔

(۲) قرآن پاک کو ہاتھ لگانا مکروہِ تحریمی ہے، اسی طرح قرآنِ پاک کی جلد یا اس کپڑے کوچھونا بھی مکروہِ تحریمی ہے جو جلد کے ساتھ سی دیا گیا ہو یا سی کر جلد کو پہنا دیا گیا ہو۔

(۳) بیت اللہ کا طواف کرنا بھی حدثِ اصغر میں مکروہ تحریمی ہے۔

---

(۱) بعض علماء کے نزدیک حدثِ اصغر میں سجدۂ تلاوت کرنا درست ہے۔ مولانا مودودیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(۴) اگر کسی کاغذ، کپڑے، پلاسٹک کی سلیٹ، ریگزین کے ٹکڑے یا بورڈ پر کوئی آیت لکھی ہو تو اس کو بھی حدثِ اصغر میں چھونا مکروہ تحریمی ہے۔

(۵) قرآن پاک اگر جُزدان یا رومال وغیرہ یعنی الگ کپڑے میں لپٹا ہوا ہو تو اس کا چھونا جائز ہے۔

(۶) تفسیر کی ان کتابوں کو چھونا حدثِ اصغر میں مکروہ ہے جن میں قرآن مجید کا متن بھی ہو، بہتر یہی ہے کہ قرآن کا وہ ترجمہ بھی بغیر وضو نہ چھوا جائے جس کے ساتھ قرآن کا متن نہ ہو۔

(۷) چھوٹے بچے، کتابت کرنے والے، چھاپنے والے، جلد بنانے والے حدثِ اصغر میں قرآنِ پاک ہاتھ میں لے سکتے ہیں، اس لیے کہ ان لوگوں کے لیے ہر وقت حدثِ اصغر سے پاک ہونا غیر معمولی مشقّت کی بات ہے۔

(۸) حدثِ اصغر سے پاک ہونے کا طریقہ وضو ہے اور اگر پانی میسّر نہ ہو، تو تیمّم کے ذریعے بھی حدثِ اصغر سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

حدثِ اکبر

حدثِ اصغر کے مقابلے میں زیادہ بڑی ناپاکی کو حدثِ اکبر کہتے ہیں۔ حدثِ اکبر میں غسل کیے بغیر پاکی حاصل نہیں ہوتی، ہاں اگر پانی میسر نہ آسکے تو تیمّم کر لینے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

حدثِ اکبر کے احکام

حدثِ اکبر کی حالت میں مسجد کے اندر داخل ہونا، بیت اللہ کا طواف کرنا، قرآن پاک کی تلاوت کرنا، حرام ہے اور وہ سارے کام بھی حرام ہیں جو حدثِ اصغر کی حالت میں ممنوع ہو جاتے ہیں۔ البتہ قرآن کی اُن آیتوں کا پڑھنا جائز ہے جن میں خدا کی حمد و تسبیح ہے، یا جن میں دعائیں ہیں۔ لہٰذا اس حیثیت سے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا جائز ہے، اسی طرح دوسرے اذکار اور دعائیں پڑھنا بھی جائز ہیں۔

پانی کے احکام

نجاست سے پاک ہونے کا اصل ذریعہ پانی ہے، اور پاکی اسی پانی سے حاصل ہوسکتی ہے جوخود پاک ہو، اسی لیے پانی کے احکام کواچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے۔ پانی کی بنیادی طور پر دو ہی قسمیں ہیں، طاہراورنجس، یعنی پاک اورناپاک، پھرپاک پانی کی چار قسمیں ہیں (۱) طاہر مطہرغیرمکروہ (۲) طاہرمطہرمکروہ (۳) طاہرغیرمطہر (۴) مشکوک۔

طاہرمطہرغیرمکروہ

ایسا پاک پانی جس سے کسی کراہت کے بغیر وضواورغسل کرسکتے ہیں اور دوسری چیزیں بھی کسی کراہت کے بغیر پاک کرسکتے ہیں۔ ندی، نہر، تالاب، دریا، سمندراور پہاڑی نالوں کا پانی، چشمہ، نل، پائپ لائن، ٹیوب ویل اور کنویں کا پانی، بارش کا پانی اور شبنم، برف اور اولوں کا پگھلا ہوا پانی سب پاک ہے۔ ان سے بغیرکسی کراہت کے وضوبھی کرسکتے ہیں، غسل بھی، اور کپڑے، برتن وغیرہ بھی پاک کرسکتے ہیں۔

طاہرمطہرمکروہ

ایسا پاک پانی جس سے وضو یا غسل کرنا مکروہ ہے، مثلاً بلّی نے منھ ڈال دیا یا اور کسی ایسے جانور نے منھ ڈال دیا جس کا جوٹھا مکروہ ہے، توایسا پانی پاک تو ہے لیکن اُس سے وضواورغسل کرنا مکروہ ہے۔

طاہر غیر مطہر

ایسا پاک پانی جس سے وضو یا غسل جائز نہیں، البتہ یہ پانی چوں کہ خود پاک ہے اس لیے اگر جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو جسم یا کپڑا ناپاک نہ ہوگا مثلاً غسل [1] یا وضو میں استعمال کیا ہوا پانی جس کو ماءِ مستعمل کہتے ہیں اگر چہ یہ خود ناپاک نہیں ہے لیکن اس سے وضو اور غسل درست نہیں، یہ خود پاک تو ہے لیکن دوسری چیزوں کو پاک نہیں کر سکتا، اگر اس سے کپڑے وغیرہ دھوئے جائیں تو وہ بھی پاک نہ ہوں گے۔

مشکوک

ایسا پاک پانی جس سے وضو اور غسل کے صحیح ہونے اور نہ ہونے میں شک ہے۔ جس پانی میں خچر یا گدھا منھ ڈال دے، وہ ماءِ مشکوک ہے، اس پانی کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کے علاوہ دوسرا پانی میسر نہ ہو تو اس سے وضو کرنے کے ساتھ ساتھ تیمّم بھی کرنا چاہیے۔

---

(۱) بشرطے کہ جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو۔

پانی کے احکام میں چار اصول

(۱) پانی میں اصل پاکی ہے۔

یعنی پانی اصلاً پاک ہی ہے، اس میں ناپاکی کسی ناپاک چیز کے پڑنے سے پیدا ہوتی ہے، اس لیے جب تک اس کے ناپاک ہونے کا کوئی ثبوت نہ ہو وہ پاک ہی مانا جائے گا۔ مثلاً جنگلوں میں گڑھوں کے اندر جو پانی جمع ہو جاتا ہے وہ پاک ہی مانا جائے گا۔ ہاں اگر کسی قرینہ سے یقین ہو جائے کہ یہ ناپاک ہو گیا ہے، تو ناپاک مانا جائے گا۔

(۲) شک کی بنیاد پر یقین زائل نہ ہوگا۔

مثلاً کسی مکان وغیرہ میں پاک پانی رکھا ہوا ہے، اور وہاں سے کتا نکلتے دیکھا گیا، تو شک ہوا کہ ہوسکتا ہے اس نے پانی میں منھ ڈال دیا ہو حالاں کہ نہ کتے کو منھ ڈالتے دیکھا گیا ہے اور نہ کوئی قرینہ ہے کہ کتے نے منھ ڈالا ہے۔ محض شک ہے، تو اس شک سے پانی کے پاک ہونے کا یقین زائل نہ ہوگا اور پانی پاک سمجھا جائے گا۔

(۳) شدید ضرورت میں ناجائز چیزیں جائز ہو جاتی ہیں۔

مثلاً کسی موقع پر صرف ناپاک پانی ہی میسر ہے اور پیاس کی وجہ سے جان پر آبنی ہے، تو ایسی شدید ضرورت میں یہ ناپاک پانی پینا جائز ہے۔

(۴) حکم لگانے میں کثرت کا اعتبار ہوگا۔

یعنی جو چیز زیادہ ہوگی اسی کے لحاظ سے حکم لگایا جائے گا۔ مثلاً کسی برتن میں ماءِ مطہر اور ماءِ مستعمل مل گئے تو جو بھی زیادہ ہوگا حکم لگانے میں اُسی کا لحاظ ہوگا۔ ماءِ مطہر زیادہ ہوگا تو سارا پانی مطہر سمجھا جائے گا اور اس سے وضو اور غسل وغیرہ سب درست ہوگا اور اگر ماءِ مستعمل مقدار میں زیادہ ہو تو سارا پانی مستعمل سمجھا جائے گا اور اس سے وضو اور غسل کچھ بھی درست نہ ہوگا۔

پانی کے متفرق مسائل

(۱) گوبر، لید، پاخانہ وغیرہ کوئی بھی نجاست جلا کر اس سے پانی گرم کیا جائے، تو وہ پانی پاک ہے۔ اس سے کسی کراہت کے بغیر وضو اور غسل بھی درست ہے، اور دوسری چیزیں بھی پاک کی جاسکتی ہیں۔

(۲) کسی حوض، تالاب یا گڑھے میں زیادہ دنوں تک پانی ٹھیرا اور رُکا رہے یا کسی برتن میں بہت دنوں تک رکھا رہے اور اس وجہ سے اس پانی کا رنگ یا مزہ یا بو بدل جائے تو ایسا پانی پاک ہے کسی کراہت کے بغیر اس سے وضو اور غسل جائز ہے۔

(۳) کسی حوض یا تالاب وغیرہ میں اتنا پانی ہے کہ اگر اس کے ایک کنارے نجاست گرے تو دوسرے کنارے پر نجاست کا اثر محسوس نہ ہو، تو یہ پانی نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہوگا اس سے وضو اور غسل درست ہے، اثر محسوس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک جانب نجاست گرے تو دوسری جانب پانی کے رنگ، مزے اور بو میں فرق محسوس ہو۔

(۴) کسی حوض یا تالاب وغیرہ میں اتنا تھوڑا پانی ہو کہ ایک کنارے نجاست گرنے سے دوسرے کنارے پر نجاست کا اثر محسوس ہو تو ایسے پانی میں تھوڑی سی نجاست گرنے سے بھی پانی ناپاک ہوجائے گا۔

(۵) ماءِ جاری یعنی بہتا پانی چاہے وہ نہر، ندی کا ہو یا پہاڑی نالے کا یا پائپ لائن کا۔ البتہ نجاست گرنے سے اگر اس کے تینوں وصف یعنی رنگ، بو اور مزہ بدل جائے تو وہ نجس ہوجائے گا، پھر جس وقت نجاست کا اثر زائل ہوجائے پانی بدستور پاک ہوگا۔

(۶) غیر مسلموں کے برتن کا پانی پاک ہے اس لیے کہ نجاست سے عام طور پر سب ہی بچتے ہیں، ہاں اگر کسی مضبوط قرینے سے معلوم ہو کہ پانی ناپاک ہے، تو پھر وضو اور غسل جائز نہیں۔ لیکن محض شبہ سے پانی ناپاک نہ ہوگا۔

(۷) جن سیال اور رقیق چیزوں کو عرفِ عام میں پانی نہیں کہتے ان سے وضو اور غسل جائز نہیں۔ مثلاً کیوڑہ، گنے کا رس، گلاب، سرکہ وغیرہ اور اسی طرح پھلوں کے عرق اور پھلوں کے پانی سے بھی غسل اور وضو درست نہیں، مثلاً لیمو، سنگ ترے کا عرق یا تربوز اور ناریل کا پانی وغیرہ۔

(۸) دھوپ سے جو پانی گرم ہوا ہو اس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے، ایسے پانی سے برص کے سفید داغ پڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

انسان اور جانور کا جوٹھا

(۱) انسان کا جوٹھا پاک ہے چاہے وہ مسلم کا ہو یا غیر مسلم کا، دین دار کا ہو یا بدکار کا، مرد کا ہو یا عورت کا، ہاں اگر کوئی نجس چیز مثلاً شراب یا سور کا گوشت وغیرہ کھانے پینے کے فوراً بعد پانی پیے، تو اس کا جوٹھا ناپاک ہوگا۔

(۲) حلال جانوروں کا جوٹھا پاک ہے چاہے وہ چرند ہوں، جیسے گائے بھینس، بکری وغیرہ یا پرند ہوں، جیسے فاختہ، کبوتر، طوطا، مینا وغیرہ۔ اور گھوڑے کا جوٹھا بھی پاک ہے۔

(۳) حرام جانور جو گھروں میں بالعموم آتے جاتے ہیں اور رہتے ہیں، جیسے بلّی، چوہا اور وہ پرندے جو حرام ہیں، جیسے باز، شکرا وغیرہ یا وہ حلال پرندے جو آزادی کے ساتھ پھرتے اور کھاتے ہیں اور جس چیز میں چاہتے ہیں منھ ڈال دیتے ہیں، مثلاً بطخ، مرغی وغیرہ ان سب کا جوٹھا مکروہ ہے۔

(۴) کتا، بندر لنگور اور سارے درندوں کا جوٹھا ناپاک ہے۔

کنویں کے احکام

(۱) کنویں میں کوئی بھی نجاست گر جائے خواہ وہ غلیظہ ہو یا خفیفہ کنواں ناپاک ہوجائے گا[1] اور کنویں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہوگا۔ سارا پانی نکالنے کا مطلب اتنا پانی نکال دینا ہے کہ پانی ٹوٹ جائے اور اس کے بعد جب ڈول نکالیں تو آدھا ڈول بھی نہ بھر سکے، اور جس کنویں کا سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو اس میں سے صرف تین سو ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوجاتا ہے۔

(۲) اگر بکری یا بکری کے برابر یا اس سے بڑا جانور گر کر مر جائے تو کنویں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

(۳) بلّی یا بلّی کے برابر یا بلّی سے بڑا اور بکری سے چھوٹا کوئی جانور گر کر مر جائے یا بلّی سے کچھ چھوٹا اور چوہے سے بڑا جانور گر کر مر جائے، جیسے مرغی، کبوتر وغیرہ مگر پھولے، پھٹے نہیں تو چالیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوجاتا ہے اور اگر ساٹھ ڈول نکال دیئے جائیں تو بہتر ہے۔

(۴) چوہا یا اس کے برابر یا چھوٹا جانور گر کر مر جائے، مثلاً چڑیا یا بڑی چھپکلی وغیرہ مگر پھولے پھٹے نہیں تو بیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوجاتا ہے اور اگر تیس ڈول نکال دیئے جائیں تو بہتر ہے۔

(۵) اگر چوہے یا چھپکلی کی دُم کٹ کر کنویں میں گر جائے تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

(۶) غیر دموی جانور، مثلاً بچھو، بھڑ، مینڈک وغیرہ یا دریائی جانور، مثلاً مچھلی، کیکڑا، مگر مچھ وغیرہ گر کر کنویں میں مر جائے یا مر کر گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(۷) مرغی اور بطخ کی بیٹ چوں کہ بدبودار ہوتی ہے اس لیے اس کے گرنے سے بھی کنواں ناپاک ہوجائے گا۔ ان کے علاوہ دوسرے پرندوں کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

---

(۱) البتہ پرندوں کی بیٹ کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

وضو کا بیان

نجاستِ حکمی سے پاک ہونے کا طریقہ وضو اور غسل ہے، پہلے وضو کے احکام و مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

وضو کی فضیلت و برکت

قرآنِ پاک میں نہ صرف وضو کا حکم دیا گیا ہے بلکہ تفصیل کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کن کن اعضاء کو دھویا جائے اور یہ بھی کہ نماز کے لیے کھڑے ہونے سے پہلے وضو کر لینا ضروری ہے۔

''مومنو! جب تم نماز کے لیے اُٹھ کھڑے ہو تو پہلے اپنے چہروں کو دھولو، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو، اور اپنے سروں پر مسح کرلو۔ اور اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھولو۔'' (المائدہ:٦)

نبی ﷺ نے وضو کو ایمان کی علامت قرار دیا:

''خوب سمجھ لو، تمہارے سارے اعمال میں سب سے بہتر نماز ہے اور وضو کی پوری پوری حفاظت تو بس مومن ہی کر سکتا ہے۔'' (موطا امام مالکؒ)

اور وضو کی عظمت اور فضیلت کے بارے میں آپؐ نے فرمایا:

''جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور وضو کے بعد کلمۂ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ط پڑھے اس کے لیے جنت کے آٹھوں

دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو۔'' (مسلم)

اور آپ ؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''وضو سے چھوٹے چھوٹے گناہ دُھل جاتے ہیں اور وضو کرنے والا آخرت میں اونچے درجے پاتا ہے اور وضو سے سارے ہی بدن کے گناہ جھڑ کر گر جاتے ہیں۔''

(بخاری، مسلم)

وضو کے فرائض

وضو میں چار چیزیں فرض ہیں جن کا ذکر خود قرآن مجید میں کیا گیا ہے[1]، اور درحقیقت انہی چار چیزوں کا نام وضو ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی چھوٹ جائے، تو وضو نہ ہوگا۔

(۱) پورے چہرے کو ایک مرتبہ دھونا، پورے چہرے سے مُراد ہے پیشانی کے بالوں کی جڑ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لَو تک۔

(۲) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ایک مرتبہ دھونا۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح ایک مرتبہ کرنا۔

(۴) دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت ایک مرتبہ دھونا، دھونے والے اعضاء اس طرح احتیاط سے دھونا چاہئیں کہ بال برابر بھی کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

وضو کی سنتیں

وضو میں پندرہ چیزیں سنت ہیں، وضو کرتے وقت ان کا بھی پورا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۱) اللہ کی رضا اور آخرت کے اجر و ثواب کی نیت کرنا۔

(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر وضو شروع کرنا۔

(۳) چہرہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھ گٹّوں سمیت دھونا۔

---

(۱) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَ اَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ؕ (المائدہ:٦) ''ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اُٹھ کھڑے ہو تو چاہیے کہ اپنے ہاتھ اور منھ کہنیوں تک دھولو اور سر کا مسح کرلو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔''

(۴) تین مرتبہ کلی کرنا۔

(۵) مسواک کرنا۔ مسواک کی بڑی اہمیت ہے خود نبی ﷺ بھی اس کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے اور امت کو بھی مسواک کی بڑی تاکید فرمائی (۱)

(۶) ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالنا۔

(۷) ڈاڑھی میں تین مرتبہ خلال کرنا۔

(۸) دونوں ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔

(۹) پورے سر کا مسح کرنا۔

(۱۰) دونوں کانوں کا مسح کرنا۔

(۱۱) مسنون طریقے کے مطابق وضو کرنا۔

(۱۲) اعضاء دھونے میں پہلے داہنے عضو کو دھونا اور پھر بائیں عضو کو دھونا۔

(۱۳) ایک عضو کو دھونے کے بعد فوراً دوسرے عضو کو دھونا۔

(۱۴) ہر ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا۔

(۱۵) وضو سے فارغ ہونے کے بعد مسنون دعا پڑھنا۔

وضو کے مستحبات

وضو میں آٹھ چیزیں مستحب ہیں:

(۱) ایسے اونچے مقام پر بیٹھ کر وضو کرنا کہ پانی بہہ کر اپنی طرف نہ آئے، اور جسم و لباس چھینٹوں سے بھی محفوظ رہے۔

(۲) وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف رُخ کر کے بیٹھنا۔

---

(۱) نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر میں اپنی امت کے لیے شاق نہ سمجھتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔'' (ابوداؤد) نیز آپ کا ارشاد ہے: ''مسواک منھ کو صاف کرنے والی اور خدا کو راضی کرنے والی ہے۔'' (نسائی) نبی ﷺ کا معمول تھا کہ جب بھی نیند سے بیدار ہوتے تو مسواک سے اپنا منھ صاف فرماتے۔ (متفق علیہ)

(۳) وضو کرتے میں دوسرے سے مدد نہ لینا، یعنی خود ہی آدمی پانی لے اور خود ہی اپنے وضو کے اعضاء دھوئے (۱)

(۴) داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔

(۵) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۶) پیر دھوتے وقت داہنے ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے پیر کو ملنا۔

(۷) اعضاء دھوتے وقت اچھی طرح مل مل کر دھونا تا کہ میل کچیل بھی خوب اچھی طرح صاف ہو جائے اور کسی عضو کا کوئی حصہ خشک بھی نہ رہ جائے۔

(۸) مسنون دعائیں پڑھنا۔ البتہ وضو کے بعد کی دعا پڑھنا مستحب نہیں بلکہ سنت ہے۔

وضو کی مسنون دعائیں

وضو شروع کرتے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہہ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ ذَنۡبِیۡ وَ وَسِّعۡ لِیۡ فِیۡ دَارِیۡ وَ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡ رِزۡقِیۡ۔ (نسائی)

”اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے اور میری رہائش گاہ میں میرے لیے کشادگی پیدا فرما دے، اور میری روزی میں برکت عطا فرما دے۔“

وضو سے فارغ ہونے کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر تین مرتبہ یہ دعا پڑھے:

اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ ط اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ مِنَ التَّوَّابِیۡنَ وَاجۡعَلۡنِیۡ مِنَ الۡمُتَطَھِّرِیۡنَ۔ (ترمذی)

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں، خدایا! مجھے

---

(۱) اگر کبھی کوئی شخص خود ہی آگے بڑھ کر پانی فراہم کر دے یا کسی معذوری میں کوئی دُھلا دے یا مدد کر دے تو اس سے وضو میں کوئی کراہت نہیں ہوتی۔

ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں اور ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ پاک وصاف رہنے والے ہیں۔''

اور نبی ﷺ سے یہ دعا بھی منقول ہے، وضو سے فارغ ہو کر اس کا پڑھنا بھی مسنون ہے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ (نسائی)

''اے اللہ! تو پاک و برتر ہے اپنی حمد وثنا کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر تو ہی اکیلا معبود ہے، میں تجھ سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔''

وضو کے مکروہات

وضو میں نو چیزیں مکروہ ہیں جن سے بچنا چاہیے:

(۱) وضو کے مستحبات کو ترک کرنا یا ان کے خلاف کرنا۔

(۲) وضو میں ضرورت سے زیادہ پانی صرف کرنا۔

(۳) اتنا کم پانی استعمال کرنا کہ اعضاء کے دھونے میں کوتاہی کا اندیشہ ہو۔

(۴) وضو کے دوران بلا وجہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنا۔

(۵) چہرے پر زور زور سے چھپکا مارنا اور اسی طرح دوسرے اعضاء پر زور زور سے پانی مار کر چھینٹیں اُڑانا۔

(۶) اعضاء کو تین تین مرتبہ سے زیادہ دھونا۔

(۷) نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔

(۸) وضو کرنے کے بعد ہاتھوں کا پانی چھڑکنا۔

(۹) کسی عذر اور ضرورت کے بغیر ان اعضاء کا دھونا جن کا دھونا وضو میں ضروری نہیں ہے۔

وضو کا مسنون طریقہ

کسی اونچی جگہ پر قبلے کی طرف رُخ کر کے بیٹھے اور مسنون دعا پڑھے، پھر داہنے ہاتھ میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو گٹّوں تک دھوئے، پھر داہنے ہاتھ میں پانی لے کر تین مرتبہ کلّی کرے، اور مسواک بھی کرے، اور کسی وقت مسواک موجود نہ ہو تو شہادت کی انگلی اچھی طرح دانتوں پر مل کر دانت صاف کر لے، روزہ سے نہ ہو تو تین مرتبہ غرارہ کر کے اچھی طرح حلق تک پانی پہنچائے، کلّی کرنے کے بعد تین مرتبہ ناک میں اس طرح پانی ڈالے کہ پانی نتھنوں کی جڑ تک پہنچ جائے اور بائیں ہاتھ سے ناک اچھی طرح صاف کرے۔ ناک میں پانی ڈالنے کے لیے ہر بار نیا پانی لے، پھر دونوں ہاتھ ملا کر لپ میں پانی لے کر تین مرتبہ چہرہ دھوئے، پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اچھی طرح مَل مَل کر دھوئے۔ پہلے داہنا ہاتھ پھر بایاں ہاتھ تین تین مرتبہ دھوئے، اور ہاتھوں کی انگلیوں میں انگلیوں سے خلال بھی کر لے، پھر دونوں ہاتھوں کو پانی سے تر کر کے سر اور کانوں کا مسح کرے۔

مسح کا طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھا اور شہادت کی انگلیاں الگ رکھ کر باقی تین تین انگلیاں ملا کر انگلیوں کا اندرونی حصہ پیشانی کی طرف سے پیچھے کی طرف کو پھیرے، اس طرح چوتھائی سر کا مسح ہو جائے گا۔ پھر دونوں ہاتھوں کی صرف ہتھیلیاں پیچھے کی طرف سے پیشانی کی طرف پھیرے اور بقیہ تین چوتھائی سر کا مسح کرے، پھر شہادت کی انگلی سے کان کے اندرونی حصے میں اور انگوٹھے سے بیرونی حصے کا مسح کرے، پھر انگلیوں کی پُشت سے گردن کا مسح کرے، گلے کا مسح نہ کرے۔ مسح کے اس طریقے کی حکمت یہ ہے کہ کسی بھی حصے کا مسح کرتے وقت ہاتھ کا کوئی استعمال کیا ہوا حصہ دوبارہ استعمال نہیں ہوتا۔

مسح کرنے کے بعد پھر ٹخنوں سمیت دونوں پیر دھوئے، پیر اس طرح دھوئے کہ داہنے ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ملتا جائے، اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے خلال بھی کرے۔ داہنے پیر میں خلال چھوٹی انگلی کی دراز سے شروع کر کے انگوٹھے کی دراز پر ختم کرے اور بائیں پیر میں انگوٹھے کی دراز سے شروع کر کے چھوٹی انگلی کی دراز پر ختم کرے، اور وضو تسلسل کے ساتھ کرے، درمیان میں وقفہ نہ کرے اور مسنون دعائیں پڑھے۔

جبیرہ پر مسح کے احکام

جبیرہ دراصل لکڑی کے اُس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے کی غرض سے باندھی جاتی ہے، لیکن مسح کے احکام کے بیان میں جبیرہ سے پٹی، پھایا، پلاسٹر، لیپ وغیرہ سب کچھ مراد ہے۔

(۱) جس عضو کا وضو میں دھونا فرض ہے اس پر اگر پلاسٹر، پٹی یا پھایا وغیرہ لگا ہوا ہو اور اُس کا لگا رہنا ضروری ہو تو ایسی صورت میں پھایہ، پلاسٹر یا پٹی کے اوپر صرف مسح کر لینا کافی ہے۔

(۲) کسی عضو پر زخم ہو یا بند چوٹ ہو اور اس پر پانی لگنا مضر ہو تو صرف مسح کر لینا کافی ہے۔

(۳) ہاتھ پیر پھٹ گئے ہوں جیسا کہ جاڑے میں اکثر پھٹ جاتے ہیں اور اس میں موم یا وائسلین یا کوئی بھی بھری ہوئی دوا نکالنا ضروری نہیں، صرف پانی بہا لینا کافی ہے، اور اگر محض پانی بہانا بھی مضر ہو تو پھر صرف مسح کر لینا کافی ہے۔

(۴) پٹی کے اوپر اگر دوسری پٹی باندھ لی جائے تو اس دوسری پٹی پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔

(۵) کسی عضو میں درد ہو رہا ہو اور پانی لگنے سے نقصان کا اندیشہ ہے، تو مسح کر لینا کافی ہے اور اگر مسح کرنا بھی مضر ہو تو پھر مسح بھی نہ کرے۔

موزوں پر مسح

اگر آدمی موزے پہنے ہوئے ہو تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ دھونے کے بہ جائے ان پر صرف مسح کرلیا جائے۔ یعنی دونوں ہاتھ تر کر کے داہنے ہاتھ کی انگلیاں داہنے موزے پر پھیر لی جائیں البتہ مسح کرنے کی اجازت اُسی موزے پر ہے جس میں یہ چار شرطیں پائی جائیں(۱)۔

(۱) اتنے دبیز ہوں کہ کسی چیز سے باندھے بغیر پیروں پر رُکے رہیں۔

(۲) اتنے مضبوط ہوں کہ ان کو پہن کر تین میل چلا جا سکے۔

(۳) اتنے گف ہوں کہ ان میں پیروں کی جلد نہ جھلکے۔

(۴) واٹر پروف ہوں کہ اگر ان پر پانی پڑے تو پیروں تک نہ پہنچے۔

مسح کی مدت

مقیم شخص کے مسح کی مدّت ایک دن اور ایک رات ہے، اور مسافر کے مسح کی مدت تین دن تین رات ہے اور اس مدت کا حساب موزے پہننے کے وقت سے نہ ہوگا بلکہ وضو ٹوٹنے کے وقت سے ہوگا۔

مسح کو باطل کرنے والی چیزیں

موزوں کا مسح چار چیزوں سے باطل ہو جاتا ہے:

---

(۱) البتہ بعض اہل علم کسی قید کے بغیر ہر موزے پر مسح کو جائز قرار دیتے ہیں، مثلاً علامہ مودودی اور پچھلے بزرگوں میں علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور علامہ ابن حزم وغیرہ، ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ان شرطوں کا سنت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ (رسائل و مسائل جلد دوم۔ صفحہ ۲۵۸ و ترجمان القرآن۔ فروری ۱۹۶۸ء)

(۱) ان ساری چیزوں سے موزوں کا مسح باطل ہوجاتا ہے جن سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔یعنی نیاوضو کرنے کے ساتھ مسح بھی دوبارہ کرناضروری ہوگا۔

(۲) موزے اُتار دیئے جائیں، یا موزے اتنے پھٹ جائیں کہ اگر ایڑی کے پاس سے پھٹے ہوں تو ایڑی کا زیادہ حصہ کھل جائے اور اگر کسی دوسری جگہ سے پھٹے ہوں تو تین انگلی کے بقدر پیر کھل جائے۔

(۳) موزے پہنے پہنے پیر بھیگ جائیں۔

(۴) مسح کی وہ مدت ختم ہوجائے جوشریعت نے مقیم اور مسافر کے لیے مقرر کی ہے۔

نواقضِ وضو

نواقضِ وضو سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے وضوٹوٹ جاتا ہے، وضوکوتوڑنے والی چیزیں دوقسم کی ہیں:

- ایک وہ جوجسم کے اندر سے خارج ہوں۔
- دوسرے وہ جوخارج سے آدمی پر طاری ہوں۔

پہلی قسم کے نواقض

پہلی قسم کے نواقض آٹھ ہیں:

(۱) پیشاب پاخانہ خارج ہونا۔

(۲) ریاح خارج ہونا۔

(۳) آگے یا پیچھے کے مقام سے کسی اور چیز کا خارج ہونا، مثلاً کیچوا، کیڑا یا خون وغیرہ۔

(۴) بدن کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ جانا۔

(۵) قے میں خون، پیپ یا کوئی اور شے خارج ہونا یا غذا ہی ہو اور قے منہ بھر کر ہونا۔

(۶) قے منہ بھر کر نہ ہو لیکن کئی بار ہو جائے اور اگر سب کو جمع کر کے اندازہ کیا جائے تو وہ منہ بھر قے کے برابر ہو جائے۔

(۷) تھوک میں خون آجائے اور خون کا رنگ تھوک پر غالب ہو۔

(۸) جن چیزوں سے غسل واجب ہوجاتا ہے ان سب چیزوں سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

دوسری قسم کے نواقض

دوسری قسم کے نواقض چھ ہیں:

(۱) چت یا پَٹ لیٹ کر ٹیک لگا کر سونا۔

(۲) ہوش وحواس درست نہ رہنا۔

(۳) کسی بیماری یا صدمے سے بے ہوش ہوجانا۔

(۴) کسی نشیلی چیز کی وجہ سے نشہ ہوجانا۔

(۵) نمازِ جنازہ کے علاوہ کسی نماز میں بالغ آدمی کا قہقہہ مار کر ہنسنا۔

(۶) نماز سے باہر دو زانو ہوکر سوجانا یا اور کسی ایسے طریقے سے سوجانا کہ دونوں ایڑیاں زمین سے الگ ہوں۔

غسل کے مسائل

غسل کے معنی ہیں سارے بدن کو پانی سے دھونا، اور فقہ کی اصطلاح میں غسل کے معنی ہیں، شریعت کی تعلیم کے مطابق بدن کو پاک کرنے کے لیے یا محض اجر و ثواب کے لیے پورے بدن کو دھونا۔

غسل کے فرائض

غسل میں صرف تین فرض ہیں:

(۱) کلی کرنا۔ کلی میں حلق تک پانی پہنچانے کے لیے غرارہ بھی کرنا چاہیے۔ البتہ روزے میں احتیاط کرنا چاہیے۔

(۲) ناک میں پانی ڈالنا۔

(۳) سارے بدن پر پانی اچھی طرح پہنچانا کہ بال برابر بھی کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

ان فرائض میں سے اگر ایک فرض بھی رہ گیا تو غسل نہ ہوگا۔

غسل کی سُنتیں

(۱) رضاءِ الٰہی اور ثواب کی نیت سے پاکی حاصل کرنا۔

(۲) مسنون ترتیب کے مطابق غسل کرنا۔

(۳) دونوں ہاتھوں کو گٹوں سمیت دھونا۔

(۴) بدن سے نجاست کو دُور کرنا اور بدن کو ملنا۔

(۵) مسواک کرنا۔

(۶) سارے بدن پر تین بار پانی بہانا۔

غسل کے مستحبات

(۱) پردے کی جگہ غسل کرنا۔

(۲) داہنے جانب کو پہلے اور بائیں جانب کو بعد میں دھونا۔

(۳) پاک صاف جگہ پر غسل کرنا۔

(۴) بیٹھ کر غسل کرنا اور کسی وقت کھڑے ہو کر غسل کرنا ہو تو تہمد باندھ کر غسل کرنا۔

(۵) پانی اعتدال کے ساتھ صرف کرنا۔

غسل کا مسنون طریقہ

داہنے ہاتھ سے پانی لے کر پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے پھر استنجا کرے، پھر ہاتھوں کو اچھی طرح دھو کر پورا وضو کرے۔ وضو کے بعد سر پر پانی ڈالے، پہلے داہنے شانے پر پھر بائیں شانے پر اور پورے بدن کو خوب اچھی طرح مَلے، پھر اسی طریقے سے دو مرتبہ پورے بدن پر مزید پانی بہائے تاکہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے، اگر وضو میں پیر نہ دھوئے ہوں تو بعد میں دھو ڈالے اور پھر بدن کو تولیے وغیرہ سے پونچھ ڈالے۔

تیمّم کا بیان

اگر پانی موجود نہ ہو یا موجود تو ہو لیکن کسی وجہ سے پانی سے طہارت حاصل کرنا ممکن نہ ہو، یا پانی سے شدید نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ سہولت بخشی ہے کہ وضو اور غسل کے بہ جائے تیمّم کر لیا جائے، تیمّم سے بھی ویسی ہی پاکی حاصل ہو جاتی ہے جیسی وضو اور غسل سے حاصل ہوتی ہے۔ تیمّم سے پاکی حاصل کرنے کا حکم خود قرآن شریف میں آیا ہے تاکہ بندے خدا کے بے پایاں فضل و احسان کا شکر ادا کریں۔ تیمّم کی اجازت حضرت محمد ﷺ کی امت پر خدا کا خصوصی انعام ہے اور یہ امت بجا طور پر اس کی حاجت مند تھی کہ اس پر خدا یہ احسان بھی فرمائے —— قرآن کا ارشاد ہے:

وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَیَمَّمُوۡا صَعِیۡدًا طَیِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡہِکُمۡ وَ اَیۡدِیۡکُمۡ مِّنۡہُ ؕ مَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ وَّ لٰکِنۡ یُّرِیۡدُ لِیُطَہِّرَکُمۡ وَ لِیُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ۞ (المائدہ:۶)

”اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو، اور تم پانی نہ پاسکو تو پاک مٹی سے کام لو۔ اس پر اپنا ہاتھ مار کر اپنے منھ اور اپنے ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اللہ تم پر زندگی تنگ کرنا نہیں چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے، اور اپنی نعمتیں پوری کرے تاکہ تم اس کے شکر گزار بن کر رہو۔“

تیمّم کے معنی

تیمّم کے لغوی معنی ہیں، قصد و ارادہ کرنا اور ''فقہ کی اصطلاح'' میں اس کے معنی ہیں پاک مٹی کے ذریعے نجاستِ حکمی سے طہارت کا قصد و ارادہ کرنا۔

تیمّم کے فرائض

تیمّم میں تین چیزیں فرض ہیں:

(۱) رضاءِ الٰہی کے لیے پاک ہونے کی نیت کرنا۔

(۲) دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر پورے چہرے پر پھیرنا۔

(۳) دوبارہ دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیرنا۔

ان میں سے کوئی ایک فرض بھی رہ گیا تو تیمّم نہ ہوگا۔

تیمّم کی سنتیں

تیمّم میں آٹھ چیزیں سنت ہیں:

(۱) تیمّم کے شروع میں بسم اللہ کہنا۔

(۲) مسنون طریقے کے مطابق تیمّم کرنا یعنی پہلے چہرے پر ہاتھ پھیرنا اور پھر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت ہاتھ پھیرنا۔

(۳) پاک مٹی پر ہتھیلیوں کی اندرونی سطح کو مارنا نہ کہ ہاتھ کی پشت کو۔

(۴) ملنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے مٹی کا جھاڑ ڈالنا۔

(۵) مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار ان کے اندر تک پہنچ جائے۔

(٦) کم سے کم تین انگلیوں سے ہاتھ اور چہرے کا مسح کرنا۔

(۷) پہلے داہنے ہاتھ کا مسح کرنا پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرنا۔

(۸) چہرے کے مسح کے بعد داڑھی میں خلال کرنا۔

تیمّم جائز ہونے کی صورتیں

(۱) پانی جائے قیام سے کم از کم ایک میل کے فاصلے پر ہو اور وہاں سے پانی لانے میں غیر معمولی مشقت ہو۔

(۲) جائے قیام پر پانی تو موجود ہو لیکن پانی حاصل کرنے کا ذریعہ نہ ہو، مثلاً کنواں ہے لیکن ڈول اور رسی نہیں ہے یا کنویں سے کھینچنا ممکن نہیں ہے، یا نل چلانے کی سکت نہیں ہے یا پانی کے قریب جانے میں جان و مال اور عزت و آبرو کا خطرہ ہے، مثلاً پانی کے قریب کوئی موذی جانور یا چور ڈاکو ہے، پانی گھر کے باہر ہے اور گھر سے باہر جانے میں عزت و آبرو کا خطرہ ہے۔

(۳) سفر میں پانی تو ہے لیکن تھوڑا ہے اور یہ اندیشہ ہے کہ اگر وضو میں یہ پانی صرف کر لیا گیا تو پھر پانی نہ مل سکے گا اور پیاس کی تکلیف ہوگی۔

(۴) پانی کے استعمال سے بیمار پڑ جانے یا صحت پر غیر معمولی اثر پڑنے کا گمان غالب ہو، یا سردی بہت زیادہ ہو اور پانی کے استعمال سے نمونیہ یا فالج وغیرہ کا اندیشہ ہو اور پانی گرم کرنے کی سہولت نہ ہو۔

(۵) ریل، یا بس، یا جہاز کا سفر ہو، پانی موجود ہو لیکن بھیڑ کی وجہ سے وضو کرنا ممکن نہ ہو، یا سواری رُکی ہوئی ہو اور نیچے اتر کر وضو کرنے میں سواری چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو یا بھیڑ وغیرہ کی وجہ سے اُترنے ہی کا موقع نہ ہو۔

(۶) وضو یا غسل کرنے میں کسی ایسی نماز کے جانے کا خوف ہو جس کی قضا نہیں ہے، مثلاً نمازِ جنازہ، نمازِ عیدین وغیرہ۔

کن چیزوں سے تیمّم جائز یا ناجائز ہے؟

(۱) پاک مٹی سے اور ان ساری چیزوں سے جو مٹی کی قسم سے ہوں تیمّم جائز ہے۔ مٹی کی قسم سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آگ میں ڈالنے سے نرم نہ پڑیں اور نہ جل کر راکھ بنیں۔ جیسے سُرمہ، چونا، پتھر، ریت، کنکر، گیرو وغیرہ۔

(۲) جو چیزیں مٹی کی قسم سے نہ ہوں اُن سے تیمّم جائز نہیں ہے۔ جیسے لکڑی، لوہا، سونا، چاندی، رانگ، شیشہ، کوئلہ، کپڑا، غلّہ، نائیلون اور پلاسٹک وغیرہ یا خود راکھ۔

(۳) جو چیزیں مٹی کی قسم سے ہیں ان پر اگر ذرا بھی غبار نہ ہو تب بھی اُن سے تیمّم جائز ہے، مثلاً مٹی کا برتن دُھلا ہوا ہو تو بھی اس سے تیمّم جائز ہے۔

(۴) جن چیزوں سے تیمّم جائز نہیں ہے اگر ان پر اتنا گرد وغبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے اُڑے، یا ہاتھ رکھ کر کھینچنے سے نشان پڑے تو ایسی صورت میں ان سے تیمّم جائز ہے۔

تیمّم کا مسنون طریقہ

بسم اللہ پڑھ کر تیمّم کی نیت کرے پھر دونوں ہتھیلیاں ذرا کشادہ کر کے آہستہ سے پاک مٹی پر مارے، گرد زیادہ لگ جائے تو جھٹک دے یا پھونک مار کر جھاڑ دے، اور دونوں ہاتھ پورے چہرے پر ملے کہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے، داڑھی ہو تو داڑھی میں خلال بھی کرے، پھر دوبارہ اسی طرح مٹی پر ہاتھ مارے اور بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں کا اندرونی حصہ داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سروں کے نچلے حصے پر رکھ کر کہنی تک پھیرے اور ہتھیلی سے کہنی کا مسح کرے، پھر ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسری جانب رکھ کر انگلیوں تک پھیرے، پھر اسی طرح داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا مسح کرے، کلائی میں گھڑی ہو تو اس کو بھی ہلا کر اس کے نیچے ہاتھ پھیرے، تیمّم چاہے وضو کے بہ جائے ہو یا غسل کے بہ جائے دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے۔

نواقضِ تیمّم

(۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) جو تیمّم محض پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا وہ پانی ملتے ہی ٹوٹ جائے گا۔

(۳) پانی موجود ہونے کی صورت میں کسی عذر کی وجہ سے تیمّم کیا تھا، مثلاً بیماری کی وجہ سے، یا پانی کے قریب کسی موذی جانور یا ڈاکو وغیرہ کا خطرہ تھا، یا کوئی اور عذر تھا تو جونہی یہ عذر ختم ہوگا، تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

فقہی اصطلاحات (۲)

(۱) تکبیر تحریمہ

نماز شروع کرتے وقت ''اَللّٰهُ اَکْبَرُ'' کہنا، اس تکبیر کو تحریمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد نماز شروع ہو جاتی ہے اور حالتِ نماز میں کھانا پینا، گفتگو کرنا وغیرہ سب کچھ حرام ہے۔

(۲) تکبیر تشریق

ماہ ذوالحجہ کی ۹ رتاریخ کو نمازِ فجر کے بعد سے ہر فرض نماز کے بعد ۱۳ رذوالحجہ کی نمازِ عصر تک ایک بار بلند آواز سے یہ تکبیر پڑھی جاتی ہے اور یہ تکبیر تشریق کہلاتی ہے۔

اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

(۳) ثواب

اعمالِ صالحہ کا جو صلہ اور اچھا پھل آخرت میں ملنے والا ہے اس کو ثواب کہتے ہیں، ہندی میں اُس کو پُن کہتے ہیں، اس کی ضد عذاب اور عقاب ہے۔

(۴) ثنا

''سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ'' پڑھنا۔

(۵) تعوّذ

''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ'' پڑھنا۔

(۶) تسمیہ

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پڑھنا۔

(۷) تسمیع

''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ'' کہنا۔

(۸) تحمید

''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ'' کہنا۔

(۹) تسبیح

''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمُ'' اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہنا۔

(۱۰) قومہ

رکوع سے اٹھنے کے بعد اطمینان سے سیدھا کھڑا ہونے کو کہتے ہیں۔قومہ نماز کے واجبات میں سے ہے۔

(۱۱) جلسہ

دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔جلسہ بھی واجباتِ نماز میں سے ہے۔

(۱۲) قعدۂ اولیٰ

چار رکعت والی نماز میں دوسری رکعت کے بعد تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھنے کو قعدۂ اولیٰ کہتے ہیں۔

(۱۳) قعدۂ اخیرہ

ہر نماز کی آخری رکعت میں ''تشہد'' پڑھنے کے لیے بیٹھنے کو قعدۂ اخیرہ کہتے ہیں۔ قعدۂ اخیرہ فرائضِ نماز میں سے ہے۔

(۱۴) تشہد

''اَلتَّحِیَّاتُ'' پڑھنے کو تشہد کہتے ہیں، اس لیے کہ اس میں توحید ورسالت کی شہادت دی جاتی ہے۔

(۱۵) تعدیلِ ارکان

رکوع اور سجود پورے اطمینان سے کرنا، اور قومہ، جلسہ وغیرہ کا اہتمام کرنا۔

(۱۶) طوالِ مفصّل

سورۂ ''الحجرات'' سے سورۂ ''اَلْبُرُوْج'' تک کی سورتوں کو کہتے ہیں۔ نمازِ فجر و ظہر میں ان سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے۔

(۱۷) اوساطِ مفصّل

سورۂ ''اَلطَّارِقِ'' سے سورۂ ''اَلْبَیِّنَة'' تک کی سورتوں کو ''اوساطِ مفصّل'' کہتے ہیں۔ عصر اور عشاء کی نمازوں میں یہ سورتیں پڑھنا مسنون ہے۔

(۱۸) قصارِ مفصّل

سورۂ ''اَلْزِلْزَال'' سے سورۂ ''اَلنَّاس'' تک کی ساری سورتوں کو ''قصارِ مفصّل'' کہتے ہیں۔ نمازِ مغرب میں یہ سورتیں پڑھنا مسنون ہے۔

(۱۹) سرّی نماز

جس نماز میں آہستہ آواز سے قرأت کی جاتی ہے اس کو سری نماز کہتے ہیں، جیسے ظہر کی نماز۔

(۲۰) جہری نماز

جس نماز میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے اس کو جہری نماز کہتے ہیں، جیسے فجر کی نماز۔

(۲۱) عملِ قلیل

عملِ قلیل سے وہ فعل مراد ہے جس کو زیادہ نہ سمجھا جائے، اگر کسی ضرورت سے ہو تو اس سے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔

(۲۲) عملِ کثیر

عملِ کثیر وہ فعل ہے جس کو نماز کی حالت میں زیادہ سمجھا جائے، اور دیکھنے والے یہ محسوس کریں کہ شاید یہ شخص نماز میں نہیں ہے، جیسے کوئی شخص دونوں ہاتھوں سے بدن کھجانے لگے۔

(۲۳) زوال

زوال سے مراد وہ وقت ہے جب آفتاب ڈھل جائے، عرفِ عام میں اس کو دوپہر ڈھلنا کہتے ہیں۔

(۲۴) سایۂ اصلی

زوال کے وقت ہر چیز کا جو سایۂ باقی رہتا ہے اس کو سایۂ اصلی کہتے ہیں۔

(۲۵) ایک مثل

سایۂ اصلی کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو اس سائے کو ایک مثل کہتے ہیں۔

(۲۶) دو مثل

سایۂ اصلی کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے تو اس سائے کو دو مثل کہتے ہیں۔

(۲۷) وطنِ اصلی

جس مقام پر انسان مستقل طریقے سے رہتا بستا ہے اس کو وطنِ اصلی کہتے ہیں، اور اگر کسی وجہ سے آدمی اس مقام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر اسی ارادے سے سکونت اختیار کر لے تو اصطلاح میں اس دوسرے مقام کو وطنِ اصلی کہیں گے۔

(۲۸) وطنِ اقامت

جس مقام پر آدمی پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کے ارادے سے قیام کرے۔ لیکن مستقل قیام کا ارادہ نہ ہو۔

نماز کا بیان

نماز اسلام کا دوسرا اہم اور بنیادی رُکن ہے اور یہ تمام اعمال صالحہ کا سرچشمہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز قائم کی اس نے پورے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو ترک کر دیا اس نے پورے دین کو ڈھا دیا۔ نماز بُرائی اور بے حیائی سے بچاتی ہے اور نیکی کی راہ پر چلنے اور قائم رہنے کی صلاحیت اور قوت بھی پیدا کرتی ہے۔ اسی لیے قرآن میں بار بار کہا گیا، نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو۔ ایمان لانے کے بعد مسلمان سے اوّلین مطالبہ یہی ہے کہ وہ نماز قائم کرے۔

اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ○

(طٰہٰ: ۱۴)

’’بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری ہی بندگی کرو۔ اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔‘‘

نماز کے علاوہ دوسری عبادتیں خاص خاص لوگوں پر خاص خاص اوقات میں فرض ہیں۔ مثلاً حج اور زکوٰۃ صرف ان مسلمانوں پر فرض ہے جو مالدار ہوں، روزے سال میں صرف ایک مہینے کے فرض ہیں لیکن نماز ایک ایسا عمل ہے جس کے لیے ایمان کے سوا کوئی شرط نہیں، ایمان لاتے ہی یہ ہر عورت، مرد، امیر، غریب، تندرست، مریض، مقیم، مسافر پر فرض ہو جاتی ہے۔

نبی ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ:

’’مومن اور کفر کے درمیان نماز ہی حدِ فاصل ہے۔‘‘ (مسلم)

نیز فرمایا:

’’جو شخص پابندی کے ساتھ نماز قائم کرے گا، قیامت کے روز وہ نماز اس کے حق میں نور اور دلیلِ ایمان ثابت ہوگی، اور نجات کا ذریعہ بنے گی اور جو شخص توجہ اور پابندی سے نماز ادا نہ کرے گا تو ایسی نماز نہ اس کے لیے نور ثابت ہوگی اور نہ دلیلِ ایمان اور

نہ وہ اُسے خدا کے عذاب سے بچانے والی ہوگی۔ اور ایسا شخص قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'' (مسند احمد، بیہقی)

نماز کی تاکید پر آپؐ نے اس حد تک زور دیا ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

''زندگی کے آخری لمحات میں نبی علیہ السلام کی زبان پر یہ کلمات تھے، نماز، نماز۔'' (الادب المفرد)

اور حضرت عمرؓ نے اپنے دَور میں اپنی حکومت کے ذمہ داروں کو تحریری ہدایت دیتے ہوئے فرمایا تھا:

''حقیقت یہ ہے کہ میرے نزدیک تمہارے تمام معاملات میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے۔ جس نے اپنی نماز کی نگہداشت رکھی اور اس کی حفاظت کا پورا پورا اہتمام کیا اس نے اپنے پورے دین کو محفوظ کر لیا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا، تو وہ دین کے بقیہ امور کو اور زیادہ ضائع کر کے رہے گا۔''

اقامتِ صلوٰۃ

قرآنِ پاک میں نماز ادا کرنے کے لیے اِقامت اور محافظت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز پورے اہتمام کے ساتھ اس طرح ادا کی جائے کہ واقعی نماز کا حق ادا ہو جائے۔ نماز کے کچھ ظاہری آداب ہیں جن کا تعلق نماز کی ظاہری درستی سے ہے۔ یعنی فقہ کے وہ احکام جن کی بنیاد پر ایک فقیہ نماز کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔ یہ ظاہری آداب چھ ہیں:

(۱) جسم ولباس کی طہارت اور جائے نماز کی پاکی کا پورا پورا لحاظ رکھنا۔

(۲) وقت کی پابندی کا پورا اہتمام کرنا۔

(۳) تسلسل کے ساتھ بلا ناغہ ہمیشہ نماز پڑھنا۔

(۴) ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا۔

(۵) سکون واعتدال، اور غیر ضروری حرکات وسکنات سے پرہیز کرنا۔

(۶) صفوں کی دُرستی کا پورا پورا اہتمام کرنا۔

اور کچھ آداب وصفات وہ ہیں جن کا تعلق قلب وروح اور جذبات واحساسات سے ہے، قرآن وسنت میں ان آداب کی بڑی تاکید کی گئی ہے، اوران کے بغیر نماز کی حیثیت اس جسم کی سی ہے، جس میں جان نہ ہو، یہ داخلی آداب سات ہیں:

(۱) شوق وانابت کے جذبات سے سرشار خدا کے حضور پہنچنا۔

(۲) دل ودماغ پر خشوع وخضوع کی کیفیت طاری رکھنا۔

(۳) یہ شعور رکھنا کہ نماز خدا سے انتہائی قرب اور مناجات کا یقینی ذریعہ ہے۔

(۴) اِخلاصِ نیت کا پورا پورا لحاظ رکھنا اور ریا اور نمود سے قلب کو پاک رکھنا۔

(۵) ذکرِ الٰہی کا پورا پورا اہتمام کرنا کہ نماز کا اصل جوہر خدا کی یاد ہی ہے۔

(۶) ٹھہر ٹھہر کر قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا، اور نماز کے اذکار کو سمجھ سمجھ کر شعور کے ساتھ پڑھنا اور غور وفکر کرنا۔

(۷) اور پوری زندگی کو نماز کی روح کے مطابق خدا کی بندگی میں ڈھالنے کی پیہم کوشش کرنا۔

نماز قائم کرنے کا مطلب یہی ہے کہ مومن ان دونوں قسم کے آداب کا پورا پورا اہتمام کرے، یہی نماز خدا کو مطلوب ہے، یہی نماز مومن کو بُرائی سے بچاتی اور نیکی کا خوگر بناتی ہے، اور اسی کی اِقامت پر دین کی اِقامت کا دارومدار ہے۔

نماز کا حکم

نماز ہر مسلمان عاقل، بالغ پر دن میں پانچ بار فرضِ عین ہے، جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں ہے، قرآن پاک میں نماز فرض ہونے کا صریح حکم ہے، اور نماز کو شرائط کے ساتھ ادا کرنے کی انتہائی تاکید کی گئی ہے۔

نماز، یوں تو نبی ﷺ اور صحابۂ کرامؓ شروع ہی سے پڑھتے رہے لیکن پانچ وقت کی نماز کا باقاعدہ حکم نبی ﷺ کو شبِ معراج میں ملا۔ اور اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر نماز کے اوقات بتائے اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا۔ اور امت آج تک اسی طریقے کے مطابق انہی اوقات میں نماز ادا کر رہی ہے۔

نماز کے اوقات

قرآن پاک میں ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًاo ''نماز مومنوں پر اوقات کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔'' اور قرآن و حدیث کی وضاحت کے مطابق یہ اوقات پانچ ہیں:

(۱) فجر کا وقت ــــ صبح صادق یعنی پو پھٹنے کے وقت سے شروع ہو کر طلوعِ آفتاب تک باقی رہتا ہے۔

(۲) ظہر کا وقت ــــ سورج ڈھلنے کے وقت سے شروع ہو کر اس وقت تک باقی رہتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے سایۂ اصلی کے علاوہ اس سے دوگنا ہو جائے۔ مثلاً ایک لکڑی جو ایک فٹ لمبی ہے، ٹھیک دوپہر میں اس کا سایۂ اصلی چار اُنگل تھا۔ اب جب اس لکڑی کا سایہ چار انگل اور دو فٹ ہوگا تو ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا، مگر احتیاط اسی میں ہے کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے تک ظہر کی نماز پڑھ لی جائے اور دو مثل ہونے تک مؤخر نہ کی جائے۔

(۳) عصر کا وقت ــــ سایہ دو مثل ہونے کے بعد سے شروع ہو کر غروبِ آفتاب تک رہتا ہے، البتہ آفتاب میں زردی آنے سے پہلے پہلے عصر کی نماز پڑھ لینا چاہیے۔ آفتاب میں زردی آنے کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۴) مغرب کا وقت ــــ غروبِ آفتاب کے بعد سے شروع ہو کر، شفق کی سرخی غائب ہونے تک باقی رہتا ہے، مغرب کی نماز ہمیشہ وقت شروع ہوتے ہی پڑھنا مستحب ہے۔

(۵) عشاء کا وقت —— شفق کی سفیدی غائب ہوتے ہی شروع ہو کر صبحِ صادق تک باقی رہتا ہے، شفق کی سفیدی غروب آفتاب سے اندازاً سوا گھنٹے کے بعد ختم ہو جاتی ہے، لیکن احتیاطاً عشاء کی نماز ڈیڑھ گھنٹہ گزرنے کے بعد پڑھنا چاہیے۔

نمازِ وتر اور عیدین کا وقت

(۱) نمازِ وتر —— نمازِ عشاء کے وقت سے صبح صادق تک نمازِ وتر کا وقت ہے۔ مگر نمازِ عشاء پڑھنے کے بعد ہی نمازِ وتر پڑھ لینا چاہیے۔ البتہ جو لوگ پچھلی رات میں پابندی سے اُٹھنے کے عادی ہوں، ان کے لیے آخرِ شب میں وتر پڑھنا مستحب ہے۔

(۲) نمازِ عیدین کا وقت —— آفتاب اچھی طرح نمودار ہو جائے اور اس کی زردی ختم ہو کر روشنی خوب تیز ہو جائے تو نمازِ عیدین کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوالِ آفتاب تک باقی رہتا ہے، عیدین کی نماز ہمیشہ جلد پڑھنا مستحب ہے، اور عید الاضحیٰ کی نماز عید الفطر کے مقابلے میں کچھ اور پہلے پڑھنا افضل ہے۔

ممنوع اور مکروہ اوقات

تین اوقات ایسے ہیں جن میں ہر نماز ممنوع ہے۔

(۱) جب آفتاب نکل رہا ہو، آفتاب کی زردی ختم ہونے اور روشنی صاف ہونے تک نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

(۲) ٹھیک دوپہر کا وقت جب تک آفتاب ڈھل نہ جائے۔

(۳) آفتاب میں سرخی آنے کے بعد سے آفتاب غروب ہونے تک، البتہ اسی دن کی نمازِ عصر میں کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو تو آفتاب میں سرخی آجانے کے بعد بھی پڑھ لینا چاہیے۔ قضا نہ کرنا چاہیے۔

سات اوقات میں صرف نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱) جب امام خطبہ دینے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو۔

(۲) نمازِ فجر کے بعد آفتاب کی روشنی پھیلنے کے وقت تک۔

(۳) نمازِ عصر کے بعد سے آفتاب میں سرخی آنے کے وقت تک، سرخی آنے کے بعد پھر ہر نماز ممنوع ہے۔

(۴) فجر کے وقت فجر کی سنتوں کے علاوہ کوئی نفل نماز۔

(۵) نمازِ عیدین سے پہلے خواہ گھر میں ہو یا عیدگاہ میں، اور نمازِ عیدین کے بعد عیدگاہ میں۔

(۶) جب فرض نماز کے لیے تکبیر کہی جارہی ہو۔

(۷) مغرب کے وقت مغرب کے فرضوں سے پہلے۔

دو ضرورتوں کے وقت ہر نماز مکروہ ہے۔

(۱) جب پیشاب پاخانے کی ضرورت ہو یا اخراجِ ریح کا تقاضا ہورہا ہو۔

(۲) شدید بھوک لگی ہوئی ہو اور کھانا سامنے آجائے۔

نماز کی رکعات

(۱) نمازِ فجر — پہلے دو رکعت سنتِ مؤکدہ پھر دو رکعت نمازِ فرض، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے، اور صحابہؓ کو بھی بڑی تاکید فرماتے تھے، فرمایا:

''فجر کی سنتیں ترک نہ کرنا، چاہے تم کو گھوڑے روند ڈالیں۔[۱]'' (ابوداؤد)

(۲) نمازِ ظہر — پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ (ایک سلام سے) پھر چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنتِ مؤکدہ پھر دو رکعت نفل۔

(۳) نمازِ عصر — پہلے چار رکعت سنتِ غیر مؤکدہ، پھر چار رکعت فرض۔

(۴) نمازِ مغرب — پہلے تین رکعت فرض، پھر دو رکعت سنتِ مؤکدہ، پھر دو رکعت نفل۔

(۵) نمازِ عشاء — پہلے چار رکعت سنتِ غیر مؤکدہ، پھر چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنتِ مؤکدہ، پھر تین رکعت وتر، پھر دو رکعت نفل۔

(۶) نمازِ جمعہ — پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ (ایک سلام سے) پھر دو رکعت فرض باجماعت، پھر چار رکعت سنتِ مؤکدہ۔[۲]

---

(۱) یہ انتہائی تنبیہ کا انداز ہے ورنہ جان کے خوف سے تو فرض بھی ترک کیے جاسکتے ہیں۔ (مرتب)

(۲) امام ابوحنیفہؒ کا مسلک تو یہی ہے، البتہ صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت مؤکدہ پڑھی جائیں، پہلے چار رکعت (ایک سلام سے) پھر دو رکعت۔

شرائطِ نماز

نماز صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ نماز سے پہلے سات چیزیں پوری کی جائیں، ان سات چیزوں کو شرائطِ نماز کہتے ہیں، ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری نہ ہوئی تو نماز نہ ہوگی۔

(۱) **طہارتِ بدن** ـــــ یعنی بدن کا نجاستِ حقیقی اور نجاستِ حکمی دونوں سے پاک ہونا۔ دونوں طرح کی نجاست اور ان سے پاک ہونے کا طریقہ پچھلے باب میں تفصیل سے آچکے ہیں۔

(۲) **طہارتِ لباس** ـــــ یعنی نمازی جو کپڑے بھی پہنے یا اوڑھے ہو، سب کا پاک ہونا ضروری ہے۔ یعنی قمیص، کوٹ، شیروانی، تہمد، پاجامہ، پتلون، ٹوپی، مفلر، موزہ، دستانہ، کمبل، چادر وغیرہ۔

(۳) **جائے نماز کی طہارت** ـــــ یعنی نمازی جس زمین، فرش، یا چٹائی، دری اور مصلے پر نماز پڑھے اس کا پاک ہونا ضروری ہے۔

(۴) **سترِ عورت** ـــــ یعنی جسم کے جن حصوں کو چھپانا فرض ہے ان کو چھپانا۔ مرد کے لیے ناف سے گھٹنے تک کا حصہ جسم چھپانا فرض ہے (گھٹنا چھپانا بھی فرض ہے) اور خواتین کے لیے ہاتھ پاؤں اور چہرے کے علاوہ پورے جسم کا چھپانا فرض ہے۔ (یہ ایک ایسا فرض ہے جس کا اہتمام ہر وقت ضروری ہے)

(۵) **نماز کا وقت** ـــــ یعنی جس نماز کے لیے جو وقت مقرر ہے، اس وقت کا ہونا

بھی نماز صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے، اگر وقت ہونے سے پہلے یا وقت گزر جانے کے بعد نماز پڑھی تو نماز ادا نہ ہوگی۔

(۶) **استقبالِ قبلہ** ـــــ یعنی قبلے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا۔

(۷) **نیت** ـــــ یعنی جس وقت کی نماز ادا کرنا ہو، دل میں اس کا ارادہ کرنا۔ اگر دل کے ارادے کا اظہار زبان سے بھی کر لیا جائے تو بہتر ہے لیکن ضروری نہیں امام کے پیچھے نماز پڑھنا ہو تو اس کی نیت کرنا بھی ضروری ہے۔

ارکانِ نماز

نماز صحیح ہونے کے لیے نماز کے اندر سات چیزیں ضروری ہیں، یہ نماز کے ضروری اجزا ہیں، ان کو ارکانِ نماز کہتے ہیں۔ ارکانِ نماز میں سے کوئی ایک رکن بھی چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ارکانِ نماز سات ہیں۔

(۱) **تکبیر تحریمہ** ـــــ یعنی نماز شروع کرنے کے لیے ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' یا اس کے ہم معنی کوئی کلمہ کہنا جس سے اللہ کی عظمت اور بڑائی کا اظہار ہو۔ اس تکبیر کو تکبیرِ تحریمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تکبیر کہتے ہی آدمی حالتِ نماز میں ہو جاتا ہے اور حالتِ نماز میں کھانا پینا، چلنا پھرنا اور بات چیت کرنا سب حرام ہے۔

(۲) **قیام** ـــــ یعنی نماز میں اتنی دیر سیدھا کھڑا ہونا جتنی دیر میں ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھی جا سکیں (یہ واضح رہے کہ قیام صرف فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے)۔

(۳) **قرأت** ـــــ یعنی نماز میں کم از کم قرآن پاک کی ایک بڑی آیت پڑھنا یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا۔ فرض نماز کی صرف دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے اور سنت و نفل کی ساری رکعتوں میں فرض ہے۔

(۴) **رکوع** ـــــ نماز کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ رکوع کرنا فرض ہے، رکوع کا مطلب ہے اس قدر جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

(۵) **سجدہ** ــــ ہر رکعت میں دو سجدے کرنا فرض ہیں۔

(۶) **قعدۂ اخیرہ** ــــ یعنی نماز کی آخری رکعت میں اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں ''تشہد'' پڑھی جاسکے۔

(۷) **فعلِ اختیاری سے نماز ختم کرنا** ــــ یعنی نماز کے آخر میں اپنے اختیار اور ارادے سے کوئی ایسا کام کرنا جس سے نماز ختم ہوجائے۔

واجباتِ نماز

واجباتِ نماز سے مُراد وہ اہم چیزیں ہیں جن کا اہتمام نماز میں ضروری ہے، اگر کبھی بھولے سے ان میں سے کوئی چیز رہ جائے تو سجدۂ سہو کرلینے سے نماز صحیح ہوجاتی ہے۔ ہاں اگر قصداً ان میں سے کوئی چیز چھوڑ دی جائے یا چھوڑنے کے بعد سجدۂ سہو نہ کیا جائے تو نماز کا لوٹانا واجب ہوجاتا ہے۔ واجباتِ نماز چودہ ہیں۔

(۱) فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا۔

(۲) سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(۳) سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت ملانا۔

(۴) سورۂ فاتحہ پہلے پڑھنا اور دوسری سورت اس کے بعد پڑھنا، اگر سورۂ فاتحہ سے پہلے کوئی سورت پڑھی جائے تو واجب ادا نہ ہوگا۔

(۵) قرأت، رکوع اور سجدوں اور رکعتوں میں ترتیب قائم رکھنا۔

(۶) قومہ کرنا۔ یعنی رکوع سے اُٹھ کر بالکل سیدھا کھڑا ہونا۔

(۷) جلسہ کرنا۔ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا۔

(۸) تعدیلِ ارکان، یعنی رکوع، سجود وغیرہ تمام ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا۔

(۹) قعدۂ اولیٰ۔ یعنی تین اور چار رکعت والی نماز میں دوسری رکعت میں اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں تشہد پڑھا جاسکے۔

(۱۰) دونوں قعدوں میں ایک بار ''التحیات'' پڑھنا۔

(۱۱) جہری نمازوں میں جہری قرأت کرنا اور سری نمازوں میں سری قرأت کرنا۔ جہری نمازیں یہ ہیں: نمازِ فجر، نمازِ مغرب، نمازِ عشاء، نمازِ جمعہ، نمازِ عیدین، نمازِ تراویح اور رمضان کے وتر، باقی نمازیں سری ہیں، یعنی ان میں آہستہ قرأت کرنا واجب ہے۔

(۱۲) نماز کو ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ'' کے الفاظ سے ختم کرنا۔

(۱۳) نمازِ وتر میں قنوت کے لیے تکبیر کہنا اور دعائے قنوت پڑھنا۔

(۱۴) نمازِ عیدین میں زائد تکبیریں کہنا۔

نماز کی سنتیں

نماز میں نبی ﷺ سے جن چیزوں کا اہتمام کرنا ثابت ہے لیکن ان کی تاکید فرض اور واجب کے برابر ثابت نہیں ہے وہ نماز کی سنتیں کہلاتی ہیں، ان میں سے کوئی چیز اگر چھوٹ جائے تو نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ سجدۂ سہو کرنا واجب ہوتا ہے، لیکن قصداً ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ نماز تو درحقیقت وہی ہے جو زیادہ سے زیادہ نبی ﷺ کی نماز کے مشابہ ہو۔ نماز میں اکیس سنتیں ہیں۔

(۱) تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو اُٹھانا، مردوں کو کانوں کی لو تک اُٹھانا اور خواتین کو دونوں شانوں تک، البتہ عذر کی حالت میں مردوں کے لیے بھی شانوں تک اٹھانا جائز ہے۔[۱]

(۲) تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنے حال پر کھلی رکھنا اور دونوں ہتھیلیوں کا رُخ قبلے کی طرف رکھنا۔

(۳) تکبیر تحریمہ کہنے کے فوراً بعد مردوں کو ناف کے اوپر[۲] اور خواتین کو سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا۔ ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی

(۱) اہلِ حدیث کے نزدیک مَردوں اور عورتوں سب کے لیے شانوں تک ہاتھ اُٹھانا سنت ہے۔

(۲) اہلِ حدیث کے نزدیک سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

پشت پر رکھیں اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لیں اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر بچھا کر رکھیں، یہی طریقہ خواتین کے لیے ہے البتہ ان کے لیے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑنا مسنون نہیں ہے۔

(۴) تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر کو نہ جھکانا۔

(۵) امام کے لیے تکبیر تحریمہ اور ایک رُکن سے دوسرے رکن میں جانے کی تکبیریں بلند آواز سے کہنا۔

(۶) ثنا ــــ یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰـہَ غَیْرُکَ پڑھنا[۱]

(۷) تعوّذ ــــ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ'' پڑھنا۔

(۸) تسمیہ۔ یعنی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا ــــ

(۹) فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

(۱۰) ''آمین'' کہنا۔ امام بھی آمین کہے اور منفرد بھی، اور امام جن نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو ان میں سورۂ فاتحہ پڑھ لینے کے بعد سارے مقتدی آہستہ سے ''آمین'' کہیں[۲]۔

(۱۱) ثنا، تعوذ، تسمیہ اور آمین سب آہستہ آواز سے کہنا۔

---

(۱) حدیث سے ذیل کی دعا پڑھنا بھی ثابت ہے:

اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ مِنَ الْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ۔ (بخاری)

''اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دُوری کر دے جتنی دوری تو نے مشرق و مغرب میں کر رکھی ہے۔ اے اللہ! تو مجھے گناہوں سے ایسا پاک صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا دُھل کر میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے، اے اللہ! میرے گناہوں کو دھو ڈال پانی سے، برف سے اور اولوں سے۔

(۲) اہلِ حدیث کے نزدیک بلند آواز سے ''آمین'' کہنا سنت ہے۔

(۱۲) قرأت میں مسنون طریقے کا اہتمام رکھنا۔

(۱۳) رکوع اور سجدے میں کم از کم تین مرتبہ تسبیح یعنی ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ'' اور ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہنا۔

(۱۴) رکوع میں سر اور کمر کو ایک سیدھ میں برابر رکھنا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا۔

(۱۵) قومہ میں امام کو تسمیع یعنی ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہنا۔ مقتدی کو تحمید یعنی ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ'' کہنا۔ اور منفرد کو تسمیع اور تحمید دونوں کہنا۔

(۱۶) سجدے میں جاتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے رکھنا، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک اور پیشانی رکھنا۔

(۱۷) جلسے اور قعدے میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور داہنے پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلے کی طرف رہیں، اور دونوں ہاتھ، زانوؤں پر رکھنا۔

(۱۸) تشہد میں لَآ اِلٰـہَ کہتے وقت داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا۔

(۱۹) قعدۂ اخیرہ میں ''تشہد'' کے بعد درود شریف پڑھنا۔

(۲۰) درود شریف پڑھنے کے بعد کوئی مسنون دعا پڑھنا۔

(۲۱) پہلے داہنے جانب سلام پھیرنا پھر بائیں جانب۔

مستحباتِ نماز

نماز میں پانچ چیزیں مستحب ہیں، مستحب سے مراد وہ فعل ہے جس کا کرنا باعثِ اجر و ثواب ہے لیکن نہ کرنے میں کوئی مواخذہ یا گناہ نہیں۔

(۱) مرد اگر کمبل یا چادر وغیرہ اوڑھے ہوئے ہو تو تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اُٹھاتے وقت چادر یا کمبل سے ہاتھ باہر نکال لینا، اور خواتین کو اپنے دوپٹے یا چادر اور شال وغیرہ سے ہاتھ باہر نہ نکالنا بلکہ چادر وغیرہ کے اندر ہی سے تکبیر تحریمہ کہہ لینا۔

(۲) حالتِ قیام میں سجدہ کے مقام پر نظر رکھنا اور حالتِ رکوع میں اپنے دونوں پیروں پر اور قعدے اور جلسے میں اپنے زانوؤں پر اور سلام پھیرتے وقت اپنے شانوں پر نگاہ رکھنا۔

(۳) نمازی منفرد ہو تو رکوع اور سجود میں تین مرتبہ سے زیادہ تسبیح پڑھنا۔

(۴) نماز میں حتی الامکان کھانسی کو روکنے کی کوشش کرنا۔

(۵) نماز میں جمائی آئے تو حتی المقدور منھ کو بند رکھنے کی کوشش کرنا اور منھ کھل ہی جائے تو حالتِ قیام میں داہنے ہاتھ اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منھ کو چھپالینا۔

مکروہاتِ نماز

جن چیزوں سے نماز ٹوٹتی تو نہیں لیکن مکروہ ہو جاتی ہے ان کو مکروہاتِ نماز کہتے ہیں۔ نماز کو درست کرنے اور اچھی طرح نماز پڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ مکروہات سے بچنے کا بھی اہتمام کیا جائے۔ مکروہاتِ نماز اکیس ہیں۔

(۱) پیشاب پاخانہ یا اخراجِ ریاح کی حاجت ہونے کی حالت میں ضرورت پوری کیے بغیر نماز پڑھنا۔

(۲) نماز میں کمر یا کولھے پر ہاتھ رکھنا۔

(۳) سُستی اور بے پروائی میں ننگے سر نماز پڑھنا۔ اگر کبھی تنہائی میں اظہارِ عجز کے لیے ایسا کرلیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن مسجد میں پورے لباس سے آراستہ ہو کر ہی نماز کے لیے آنا چاہیے۔

(۴) نماز میں انگلیاں چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالنا یا انگلیاں نچانا وغیرہ۔

(۵) کپڑوں کا معروف طریقے کے خلاف پہننا، مثلاً کسی نے قمیص یا شیروانی یونہی کندھوں پر ڈال لی یا مفلر گلے میں ڈال کر اس کے دونوں کنارے یونہی لٹکالے یا کندھے پر تہبند یا رومال ڈال لیا۔

(۶) کپڑوں کو گرد اور مٹی سے بچانے کے لیے سمیٹنا یا ہاتھوں کا جھاڑنا یا سجدے کی جگہ کو بار بار صاف کرنا۔

(۷) اپنے لباس، بٹن، سر کے بالوں یا دانتوں سے کھیلنا، یا منہ میں انگلی دینا، یا ناک میں انگلی دینا وغیرہ۔

(۸) بہت ہی معمولی لباس پہن کر نماز پڑھنا، جس کو پہن کر آدمی بازار، مجلس یا کسی مہذب سوسائٹی میں جانا پسند نہ کرتا ہو، مثلاً بعض لوگ کسی چھوٹے بچے کی ٹوپی سر پر رکھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں، یا کسی کی قمیص اور چادر ملی اور سر سے باندھ کر نماز پڑھ لی۔

(۹) قبلے کی طرف سے منہ پھیر کر یا کن انکھیوں سے کسی شدید ضرورت کے بغیر اِدھر اُدھر دیکھنا۔

(۱۰) سجدے کی حالت میں دونوں کلائیوں کو کہنیوں تک زمین سے ملا لینا۔

(۱۱) جمائی روک سکنے کے باوجود جمائی لینا۔

(۱۲) ایسا لباس پہن کر نماز پڑھنا جس پر جان دار کی تصویر بنی ہوئی ہو یا ایسے مصلے اور فرش پر نماز پڑھنا جس میں سجدے کی جگہ پر جان دار کی تصویر ہو یا کسی ایسے مقام پر نماز پڑھنا جہاں دائیں بائیں یا اوپر جان دار کی تصویر ہو۔

(۱۳) آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا، اگر نماز میں خشوع وخضوع کی کیفیت پیدا کرنے اور جی لگانے کے لیے آنکھیں بند کر لی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱۴) صرف پیشانی یا صرف ناک پر یا ٹوپی وغیرہ کے کنارے پر سجدہ کرنا۔

(۱۵) اگلی صف میں جگہ موجود ہوتے ہوئے پچھلی صف میں تنہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔

(۱۶) حالتِ قیام میں قرأت پوری کیے بغیر جھک جانا اور جھکنے کی حالت میں قرأت پوری کرنا۔

(۱۷) نماز میں انگڑائی لینا یا سُستی اُتارنا۔

(۱۸) سجدے کی حالت میں دونوں پیروں کا زمین سے اُٹھانا۔

(۱۹) نماز میں آیتوں یا سورتوں یا تسبیحوں کو انگلیوں پر شمار کرنا۔

(۲۰) فرض نمازوں میں قرآن پاک کی ترتیب کے خلاف قرأت کرنا، مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ لہب پڑھی، یا درمیان میں کوئی تین آیت والی سورت چھوڑ کر اگلی سورت پڑھ لی، اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ کسی سورت کی چند آیتیں پہلی رکعت میں پڑھیں اور پھر دو تین چھوٹی آیتیں چھوڑ کر آگے سے دوسری رکعت میں چند آیتیں پڑھ لیں، اور یہ بھی مکروہ ہے کہ ایک ہی رکعت میں دو سورتیں اس طرح پڑھیں کہ درمیان میں ایک یا ایک سے زائد سورتیں چھوڑ دی جائیں، اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ دوسری رکعت میں پہلی رکعت کے مقابلے میں زیادہ لمبی قرأت کی جائے۔ البتہ کبھی بھولے سے خلافِ ترتیب قرأت ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ (یہ واضح رہے کہ یہ ساری صورتیں صرف فرض نمازوں میں مکروہ ہیں۔ تراویح کی نماز یا دوسری نوافل میں یہ صورتیں مکروہ نہیں ہیں)۔

(۲۱) نماز کی سنتوں میں سے کسی سنت کو ترک کرنا۔

مفسداتِ نماز

جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور دوبارہ پڑھنا ہوتی ہے اُن کو مفسداتِ نماز کہتے ہیں، مفسداتِ نماز پندرہ ہیں۔

(۱) نماز میں سہواً یا قصداً کوئی فرض رہ جائے۔ مثلاً قیام نہیں کیا، یا رکوع رہ گیا تو نماز دوبارہ پڑھنا ہوگی۔

(۲) شرائطِ نماز میں سے کوئی شرط ختم ہو جائے، مثلاً وضو ٹوٹ جائے، یا ستر کھل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۳) کوئی ایک یا ایک سے زائد واجب قصداً ترک کر دے۔

(۴) سہواً کوئی واجب ترک ہو گیا اور پھر سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو نماز لوٹانا ضروری ہے۔

(۵) بالغ آدمی نمازِ جنازہ کے علاوہ کسی بھی نماز میں قہقہہ مار کر ہنس دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۶) نماز میں کسی شخص سے بات چیت کرلی یا اس کی بات کا جواب دیا، یا بے موقع کسی ذکر و تسبیح میں مشغول ہو گیا، یا کسی جانور کو مخاطب کر کے کسی کام سے روکنے یا کرنے کے لیے کہا، تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۷) حالتِ نماز میں قرآنِ پاک کو دیکھ کر تلاوت کرنے لگا۔[1]

(۸) قرأت میں کوئی ایسی بڑی غلطی ہوگئی جس سے آیت کے معنی بدل گئے۔

(۹) نماز میں قصداً کچھ کھا پی لیا، یا بے خیالی میں کھا پی لیا۔

(۱۰) کسی واقعی عذر کے بغیر نماز میں چند قدم چل پھر لیا۔

(۱۱) کوئی ایسا کام حالتِ نماز میں کرلیا، جس کو دیکھ کر یہ سمجھا جائے کہ شاید یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے مثلاً کوئی شخص نماز میں شیروانی اُتار کر تہ کرنے لگے یا بالوں میں کنگھا کرنے لگ جائے اس کو اصطلاح میں عملِ کثیر کہتے ہیں۔

(۱۲) کسی تکلیف یا مصیبت میں کوئی شخص آہ و بُکا کرنے لگے۔

(۱۳) کوئی خاتون مرد کے برابر کھڑی ہو جائے۔

(۱۴) حالتِ نماز میں دیوار پر لگا ہوا پوسٹر پڑھ لیا یا خط پر نظر پڑی اور زبان سے پڑھنا شروع کر دیا۔ ہاں اگر زبان سے پڑھے بغیر یونہی مفہوم ذہن میں آ گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۱۵) کسی واقعی معذوری اور ضرورت کے بغیر کسی نے یونہی کھانسنا شروع کر دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

---

(۱) بعض ائمہ کے نزدیک قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔

نماز توڑنے کے متفرق مسائل

(۱) نماز کی حالت میں اگر کوئی موذی جانور سامنے آجائے، یا بچھو، بھڑ وغیرہ کپڑوں میں گھس جائے، تو اس موذی سے اپنی حفاظت کے لیے نماز توڑنا جائز ہے۔

(۲) اگر نماز پوری کرنے میں اندیشہ ہو کہ کوئی قابلِ لحاظ نقصان ہو جائے گا تو نماز توڑنا درست ہے، مثلاً مرغی یا کبوتر کو بلّی نے پکڑلیا، یا ریل کے چھوٹنے کا اندیشہ ہے، یا سامان کے چوری ہو جانے کا اندیشہ ہے، ہاں اگر بہت ہی معمولی نقصان ہوتا ہو تو پھر نماز پوری کر لینا ہی بہتر ہے۔

(۳) اگر نماز کی حالت میں پیشاب پاخانہ کی حاجت محسوس ہو یا خروجِ ریح کا تقاضا ہو رہا ہو تو نماز توڑنا جائز ہے، بلکہ بہتر یہی ہے کہ نماز توڑ کر آدمی پہلے ضرورت پوری کر لے اور پھر نماز پڑھے۔

(۴) اگر اپنی ہلاکت یا کسی دوسرے کی جان کا خطرہ ہو، تو نماز توڑنا واجب ہے۔ مثلاً کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور مکان کی چھت یا دیوار گرنے کا اندیشہ ہو، یا کسی بچے کے کپڑوں میں آگ لگ گئی ہو، یا کسی کے گھر میں چور ڈاکو گھس آیا ہو اور جان کا اندیشہ ہو، یا کوئی اندھا آدمی جس راستے پر جا رہا ہو وہاں کنواں ہو، یا کسی بچے نے کوئی دھار دار آلہ ہاتھ میں لے لیا ہو اور اندیشہ ہو کہ وہ اپنا کوئی عضو کاٹ لے گا۔ ایسی تمام صورتوں میں نماز توڑنا واجب ہے۔

(۵) اگر ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، کسی مصیبت میں پکاریں تو نماز توڑ کر ان کی مدد کو پہنچنا واجب ہے۔

مسجد کے احکام

مسلمانوں میں دینی روح بیدار رکھنے، ان میں اتحاد اور اجتماعیت کا شعور قائم رکھنے، اور باہمی خلوص وتعاون کا احساس زندہ رکھنے کے لیے مسجد کا وجود ناگزیر بھی ہے اور غیر معمولی اہم بھی، مسلمانوں کا دن پانچ وقت ایک مقصد کی خاطر ایک مقام پر جمع ہونا، ایک امام کی سرکردگی میں خدائے واحد کی بندگی کرنا، پانچ وقت اتفاق واتحاد اور اجتماعیت کا مظاہرہ کرنا، اور بار بار اپنے ملّی وجود کا احساس تازہ کرنا، دین پر قائم رہنے اور دین کو قائم کرنے کا فطری طریقہ بھی ہے اور لازمی شعار بھی، یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے مدینے کو ہجرت فرمانے کے بعد سب سے پہلے وہاں ایک مسجد تعمیر کرنے کی فکر فرمائی۔ اور صحابۂ کرامؓ کے ساتھ خود بھی اینٹ پتھر ڈھو کر اس کی تعمیر میں شرکت فرمائی۔

پھر اسلامی زندگی کے لیے مسجد کی زبردست اہمیت اور اس سے نبی ﷺ کے غیر معمولی شغف کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہیں، مرض کی شدت سے نڈھال پڑے ہیں، اُٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت نہیں ہے، لیکن اسی حال میں آپؐ اُٹھتے ہیں اور دو آدمیوں کے سہارے مسجد کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ کمزوری کا یہ حال ہے کہ آپؐ قدموں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چل رہے ہیں، مگر شوق و جذبے میں کشاں کشاں مسجد پہنچتے ہیں اور وہاں جماعت کی نماز میں شریک ہوتے ہیں۔

مسجد کی تعمیر اور مسجد سے شغف و تعلق اور اس کو آباد رکھنے کی اہمیت پر آپؐ نے بہت زور دیا ہے، اور اپنے عمل اور ارشادات سے اس حقیقت کو دل میں جمانے کی کوشش فرمائی ہے کہ

اسلامی معاشرہ میں مسجد کی حیثیت ایک ایسے مرکز اور محور کی ہے جس کے گرد مسلمانوں کی پوری زندگی گردش کرتی ہے۔ مسلمانوں کے شیرازے کو مجتمع رکھنے کا اصل ذریعہ مسجد ہی ہے، اور اس سے شغف اور تعلق ایمان و اسلام کی علامت ہے، اس سے بے نیازی اور محرومی دراصل دین سے بے پروائی اور محرومی ہے، مسلمان جہاں کہیں بھی آباد ہوں ان کا اجتماعی فریضہ ہے کہ وہ لازماً مسجد تعمیر کریں اور اس کو اپنی اسلامی زندگی کا محور بنا کر اپنے ایمان و اسلام کی حفاظت کریں۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

''جس شخص نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مسجد تعمیر کی اس کے لیے اللہ جنت میں گھر تعمیر فرمائے گا۔'' (ترمذی، بخاری)

نیز فرمایا:

''خدا کے نزدیک ان بستیوں میں سب سے زیادہ محبوب مقام ان کی مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ مبغوض مقام ان بستیوں کے بازار ہیں۔'' (مسلم)

اور آپؐ نے مسجد سے تعلق اور شغف کو ایمان کی شہادت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کو مسجد سے شغف ہے اور وہ اس کی دیکھ بھال میں لگا ہوا ہے، تو گواہ ہو جاؤ کہ وہ شخص صاحبِ ایمان ہے اس لیے کہ اللہ فرماتا ہے: **اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ** ''خدا کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد رکھتے ہیں جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔''

(ترمذی، ابن ماجہ)

مسجد کے آداب

(۱) فرض نماز ہمیشہ مسجد میں جماعت سے ادا کرنا چاہیے اور نہایت ذوق وشوق سے پانچوں وقت اذان سُنتے ہی مسجد میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ تکبیر اولیٰ سے جماعت میں شرکت کی سعادت حاصل ہو سکے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''جو شخص گھر سے وضو کر کے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتا ہے، اس کے مسجد جانے پر خدا ایسا ہی خوش ہوتا ہے جیسے کسی مسافر کی سفر سے واپسی پر اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں۔'' (ابن خزیمہ)

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''جو لوگ صبح کے اندھیرے میں مسجد جاتے ہیں، قیامت کے روز ان کے ساتھ کامل روشنی ہوگی۔'' (طبرانی)

نیز فرمایا:

''جس شخص نے چالیس دن تک مسلسل جماعت سے اس طرح نماز ادا کی کہ وہ تکبیرِ اولیٰ سے جماعت میں شریک رہا اس کے لیے برأت اور حفاظت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، آتش دوزخ سے برأت ونجات اور منافقت سے برأت وحفاظت۔'' (ترمذی)

(۲) مسجد میں اذان اور جماعت کا باقاعدہ نظم قائم رکھنا مسلمانوں کی ذمے داری ہے، اور اذان اور امامت کے لیے ایسے لوگوں کو منتخب کرنا چاہیے جو دین واخلاق میں بہ حیثیت مجموعی سب سے افضل ہوں، اور اگر ہو سکے تو یہ لوگ محض اجرِ آخرت کی خاطر اس دینی فریضے کو انجام دیں، شدید مجبوری کے بغیر امامت اور اذان کا معاوضہ لینا پسندیدہ نہیں۔

(۳) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے داہنا پاؤں رکھا جائے اور یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔

''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

پھر موقع ہو تو دو رکعت نفل تحیۃ المسجد پڑھنا چاہیے۔

(۴) مسجد میں نہایت سکون، عاجزی اور وقار کے ساتھ بیٹھے، مسجد میں ہنسی مذاق، شوروشغب، خرید وفروخت اور اِدھر اُدھر کی بے مقصد باتیں کرنا منع ہیں۔

(۵) اگر کسی وقت مسجد پہنچنے میں تاخیر ہو جائے تو امام کے ساتھ رکعت حاصل کرنے کے لیے مسجد میں دوڑنا احترامِ مسجد کے خلاف ہے، نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''سکون اور وقار کی روش اختیار کرو۔''

(۶) مسجد میں بو بودار چیز لے کر یا بدبودار چیز کھا کر نہ جانا چاہیے، بلکہ مسجد میں خوش بو کا انتظام کرنا اور مسجد کو صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔ آپؐ نے فرمایا:

''مسجد میں جھاڑ پونچھ کا اہتمام کرنا، مسجد کو پاک صاف رکھنا، مسجد سے کوڑا کرکٹ باہر

پھینکنا، مسجد میں خوش بو کا انتظام کرنا خاص طور سے جمعہ کے روز مسجد کو خوش بو میں بسانا —— یہ سارے کام جنت میں لے جانے والے ہیں۔'' (ابن ماجہ، طبرانی)

(۷) مسجد کے صحن میں وضو کرنا، کلّی کرنا یا وضو کرنے کے بعد ہاتھ وغیرہ جھاڑ کر چھینٹیں پھینکنا مکروہ ہے، اور اگر پیر میں کیچڑ وغیرہ لگی ہو تو اس کو بھی اچھی طرح صاف کرنے کے بعد مسجد میں داخل ہونا چاہیے۔

(۸) مسجد میں ایسا لباس پہن کر نہ جانا چاہیے جس میں ستر کھلا ہوا ہو، مثلاً نیکر وغیرہ پہن کر یا تہمد اوپر چڑھا کر نہ جانا چاہیے، بلکہ مسجد کے ادب واحترام کا لحاظ کرتے ہوئے پورے لباس سے آراستہ ہو کر جانا چاہیے۔

(۹) مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھے اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ۔

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل وکرم کا خواست گار ہوں۔''

البتہ یہ خیال رہے کہ مسجد سے نکلنے کے بعد جوتا پہنے تو پہلے داہنے پیر میں ہی پہنے۔

اذان واقامت

نماز باجماعت کے لیے لوگوں کو جمع کرنے کی غرض سے عربی زبان کے کچھ مخصوص الفاظ کے ذریعے پکارنے کو اذان کہتے ہیں[1]، ۱ھ میں نبی ﷺ نے اذان کا طریقہ امت کو تعلیم فرمایا۔

نمازِ باجماعت شروع ہوتے وقت اذان والے الفاظ دُہرانے کو اقامت یا تکبیر کہتے ہیں، یہ دراصل اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ جماعت کھڑی ہوگئی۔ اسی لیے اقامت میں ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ'' کے بعد دوبار ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' بھی کہتے ہیں۔

نبی ﷺ نے اذان کی عظمت وفضیلت کے بارے میں بہت کچھ فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

- ''انبیاء اور شہداء کے بعد اذان دینے والے جنت میں داخل ہوں گے۔'' (علم الفقہ)
- ''قیامت کے روز اذان دینے والوں کی گردنیں بلند ہوں گی۔'' (بخاری)

یعنی ان کو ایک امتیازی شان سے نوازا جائے گا۔

- ''جس مقام پر اذان دی جاتی ہے وہاں پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور وہ مقام عذاب اور آفات سے محفوظ رہتا ہے۔'' (طبرانی)

اذان کا مسنون طریقہ

اذان دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مؤذن کسی اونچی جگہ پر قبلے کی طرف رُخ

---

(۱) اذان کے الفاظ آگے بیان کیے جائیں گے۔

کر کے کھڑا ہو جائے، یہ جگہ اگر مسجد سے علیحدہ ہو تو زیادہ اچھا ہے، پھر شہادت کی انگلیاں کانوں میں دے کر بلند آواز سے یہ کلمات کہے:

اَللّٰهُ اَکْبَرُ	چار مرتبہ
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ	دو مرتبہ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ	دو مرتبہ
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ	دو مرتبہ (داہنی طرف رُخ پھیرتے ہوئے)
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ	دو مرتبہ (بائیں طرف رُخ پھیرتے ہوئے)
اَللّٰهُ اَکْبَرُ	دو مرتبہ
لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ	ایک مرتبہ

فجر کی اذان میں "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے بعد "اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" دو مرتبہ اور اقامت میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ دو مرتبہ۔

ہدایت: مؤذن دو مرتبہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہنے کے بعد اتنی دیر توقف کرے کہ سُننے والے بھی دو مرتبہ یہ کلمہ دُہرا سکیں۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کے سوا دوسرے کلمات میں ہر کلمہ کے بعد توقف کرے۔

اقامت میں کانوں کے اندر انگلیاں نہ دے اور ذرا پست آواز سے پڑھے اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةُ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ میں دائیں بائیں رُخ بھی نہ پھیرے۔

اذان کا جواب اور دعا

اذان سُننے والے پر واجب ہے کہ وہ اذان کا جواب دے یعنی وہی الفاظ دُہرائے جو مؤذن کہہ رہا ہو، البتہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوة اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں کہے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ سننے کے بعد ایک بار صلی اللہ علیہ وسلم کہنا بھی مستحب ہے۔ اور فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ سننے کے بعد کہے صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ "تم نے سچ کہا اور بھلی بات کہی۔" اور پوری اذان سُننے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدًا اِلْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اِلَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ۔

(بخاری)

''اے اللہ! اس دعوتِ تامہ (توحید کی پکار) اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمدؐ کو وسیلہ عطا فرما۔ فضیلت عطا فرما، اور اُن کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔''

''وسیلہ'' جنت میں قربِ الٰہی کا وہ مخصوص مقام جو صرف نبی ﷺ کو حاصل ہوگا اور فضیلۃ بھی یہی مقامِ رفیع ہے۔

مقامِ محمود: مقبولیت کا وہ بلند مقام جس پر فائز ہونے والا دنیا اور آخرت میں محمودِ خلائق ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے قرآن میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آپؐ کو مقامِ محمود پر فائز فرمایا جائے گا۔ ''عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔'' قیامت کے روز نبی ﷺ کا مقامِ شفاعت پر کھڑا ہونا بھی اسی میں شامل ہے۔

اذان واقامت کے متفرق مسائل

(۱) اذان کا جواب دینا واجب ہے اور اقامت کا جواب دینا مستحب اور خطبے کی اذان کا جواب دینا واجب نہیں۔

(۲) کئی اذانوں کی آواز ساتھ ساتھ کان میں آئے تو ہر ایک کا جواب الگ الگ دینا ضروری نہیں، ایک ہی جواب سب کے لیے کافی ہے۔

(۳) فرضِ عین نمازوں کے لیے اذان کہنا سنتِ مؤکدہ ہے، چاہے ادا نماز ہو یا قضا۔

(۴) اذان وقت ہونے پر دینا چاہیے، وقت سے پہلے اذان صحیح نہیں۔ اگر کبھی وقت سے پہلے ہو جائے تو وقت ہو جانے کے بعد دوبارہ اذان دینا چاہیے۔

(۵) اذان عربی الفاظ میں اور صرف انہی الفاظ میں دینا ضروری ہے جو نبی ﷺ نے تعلیم فرمائے ہیں۔

(٦) فرضِ عین نمازوں کے علاوہ دوسری نمازوں مثلاً جنازہ، عیدین وغیرہ کے لیے اذان مشروع نہیں ہے۔

(٧) جو شخص اذان دے اقامت بھی اسی کا حق ہے، ہاں اگر وہ اذان دینے کے بعد کہیں ضرورت سے چلا جائے یا خود ہی چاہے کہ دوسرا شخص اقامت کہے تو دوسرے شخص کا اقامت کہنا درست ہے۔

(٨) مؤذن جس مسجد میں اذان کہے وہیں فرض نماز پڑھے۔ ایک مؤذن اگر ایک فرض نماز کے لیے دو مسجدوں میں اذان دے تو یہ مکروہ ہے۔

جماعت کے احکام

نمازِ باجماعت کی تاکید

قرآن وسنت میں نمازِ باجماعت کی غیر معمولی تاکید آئی ہے اور خود نبی ﷺ کا نمازِ باجماعت سے شغف واہتمام دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فرض نماز تو گویا جماعت ہی سے پڑھنے کے لیے ہے۔ کسی عذر کے بغیر جماعت ترک کرنا سخت گناہ ہے، قرآن میں ہدایت ہے:

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ○ (البقرہ:۴۳)

''اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

عام طور پر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ نمازِ باجماعت کا حکم ہے، پھر قرآن سے اس حد تک جماعت کی تاکید ثابت ہے کہ میدانِ جنگ میں بھی نماز جماعت سے ادا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، جب کہ خون کا پیاسا دشمن سامنے ہو، اور ہر وقت خوں ریز تصادم کا خطرہ سر پر ہو۔

نبی ﷺ نے بھی نمازِ باجماعت کے اجر وثواب اور ترکِ جماعت کے خسران اور گناہ پر بہت کچھ فرمایا ہے، آپؐ کا ارشاد ہے:

''اگر لوگوں کو نمازِ باجماعت کا اجر وثواب معلوم ہو جائے تو وہ خواہ کسی حال میں ہوں، جماعت کے لیے دوڑے دوڑے آئیں، جماعت کی پہلی صف گویا پاک فرشتوں کی صف ہے۔ تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں دو افراد کی جماعت بہتر ہے، پھر جتنے افراد زیادہ ہوں، خدا کی نظر میں وہ جماعت اتنی ہی زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔''

(جامع ترمذی)

نیز فرمایا:

”جماعت سے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں ستائیس درجے زیادہ افضل ہے۔“ (بخاری، مسلم)

ترکِ جماعت پر غضب ناک لہجے میں فرمایا:

”میرا جی چاہتا ہے کہ کسی مؤذن کو حکم دوں کہ وہ میری جگہ امامت کرے اور میں خود آگ کے شعلے لے کر ان لوگوں کے مکانوں میں آگ لگا کر اُن کو جلا ڈالوں جو اذان سُننے کے بعد بھی جماعت کے لیے گھروں سے نہیں نکلتے۔“ (بخاری، مسلم)

نیز فرمایا:

”جو شخص اذان سُن لینے کے بعد جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے نہ آئے جب کہ اس کو کوئی عذر بھی نہ ہو تو اس کی وہ نماز قبول نہیں ہے جو اُس نے تنہا پڑھی ہے، صحابہؓ نے دریافت کیا عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا، خوف ہو یا کوئی مرض ہو۔“ (ابوداؤد)

خود نبی ﷺ نے زندگی بھر جماعت سے نماز ادا کی اور اس کی پابندی کا اس درجہ شغف اور اہتمام تھا کہ مرض الموت میں جب آپؐ مرض کی شدّت سے بالکل ہی نڈھال تھے، دو آدمیوں کے سہارے جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے چل کھڑے ہوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس منظر کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ”میری نگاہوں میں وہ پورا نقشہ اب تک موجود ہے، آپؐ کے قدم مبارک گھسٹتے ہوئے جا رہے تھے، پیروں میں اتنی سکت نہیں تھی کہ پیر اُٹھا اور جما سکیں۔“ اللہ اکبر، کتنی اہمیت اور فضیلت ہے نمازِ با جماعت کی۔

جماعت کا حکم

(۱) پانچوں وقت کی نماز جماعت سے پڑھنا واجب ہے۔

(۲) جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے، یعنی جماعت کے بغیر نہ جمعہ ہو سکتا ہے اور نہ عیدین کی نمازیں۔

(۳) رمضان المبارک میں تراویح کی نماز جماعت سے پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے اور وتر کی جماعت مستحب ہے۔

(۴) کسوف کی نماز میں جماعت سنتِ مؤکدہ ہے اور خسوف کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۵) نفل نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ کسی وقت اذان و اقامت کا اہتمام کیے بغیر کچھ افراد جمع ہو کر اگر نوافل جماعت سے پڑھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

صف بندی کا اہتمام

(۱) امام کے پیچھے پہلے مردوں کی صف بنائی جائے، پھر بچوں کی اور سب سے پیچھے خواتین کی صف بنائی جائے۔

(۲) اگر مقتدی ایک ہو تو اس کو امام کے داہنی جانب ذرا پیچھے ہو کر کھڑا ہونا چاہیے۔

(۳) صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنے کا پورا پورا اہتمام ہونا چاہیے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''اللہ کے بندو! صفوں کو سیدھا اور برابر کرلیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی پاداش میں خدا تمہارے رُخ ایک دوسرے کے خلاف کردے۔'' (مسلم)

نیز فرمایا:

> ''نماز میں اپنی صفوں کو سیدھا اور برابر رکھا کرو اس لیے کہ صفوں کو درست رکھنا اقامتِ صلوٰۃ کا جز ہے۔'' (بخاری، مسلم)

(۴) پہلے اگلی صفوں کو اچھی طرح مکمل کرلینا چاہیے، یہ مناسب نہیں کہ اگلی صفوں میں تو جگہ باقی ہو اور لوگ پچھلی صفوں میں کھڑے ہونے لگیں۔ اگلی صفوں میں گنجائش ہوتے ہوئے پچھلی صفوں میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

(۵) اگر مقتدی دو ہوں تو ان کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے۔ اگر ایک دائیں اور دوسرا بائیں کھڑا ہوجائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں اور وہ دائیں بائیں کھڑے ہوں تو یہ مکروہ تحریمی ہے، اس لیے کہ دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو ان کا امام کے پیچھے کھڑا ہونا واجب ہے۔

سترہ

نمازی کے آگے سے گزرنا گناہ ہے، اس لیے اگر کوئی شخص ایسی جگہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو رہا ہو جہاں سے لوگ گزرتے ہوں تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے سامنے کوئی اوٹ کھڑی کرلے، یہ اوٹ ایک گز کے لگ بھگ اونچی ہو اور کم از کم ایک انگلی کے برابر موٹی ہو۔ سُترہ کھڑا کر لینے کے بعد سترے کے باہر باہر نمازی کے آگے سے گزرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر عام گزر کی جگہ جماعت سے نماز پڑھی جارہی ہو تو صرف امام کے سامنے سترہ کھڑا کرلینا کافی ہے، امام کا سترہ سارے مقتدیوں کا سترہ قرار پائے گا۔

نمازِ باجماعت کے مسائل

(۱) فرض نماز ہمیشہ مسجد میں جاکر جماعت سے ادا کرے۔ اگر کبھی کسی وجہ سے مسجد میں جانے میں تاخیر ہو جائے اور پوری جماعت ملنے کی امید نہ ہو تو بھی مسجد جاکر جماعت میں شرکت کرے، اور جتنی رکعتیں بھی ملیں، جماعت کے ساتھ ادا کرکے اپنی باقی نماز مسبوق کی حیثیت سے پوری کرے، توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری جماعت کا اجر و ثواب عنایت فرمائے گا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

> ”جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر وہ (جماعت کی نیت سے) مسجد پہنچا تو دیکھا کہ جماعت ہو چکی ہے، اس شخص کو بھی اللہ ان لوگوں کی طرح اجر و ثواب سے نوازے گا جو جماعت میں شریک ہوئے اور جماعت سے نماز ادا کی۔ اور اس سے ان لوگوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔“ (ابوداؤد)

(۲) جماعت صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ امام اور مقتدی دونوں کا مقام ایک ہو، خواہ حقیقتاً ایک ہو یا حکماً ایک ہو، امام مسجد میں ہو اور مقتدی سڑک پر یا کسی دوسرے گھر میں یا کسی گھر یا دُکان وغیرہ کی چھت پر ہو لیکن درمیان میں صفیں مسلسل ہوں اور اگر کہیں درمیان میں خالی جگہ ہو بھی تو وہ اتنی نہ ہو کہ جس میں دو صفیں کھڑی ہو سکیں تو اس صورت میں امام اور مقتدی کا مقام حکماً ایک ہوگا اور مقتدی کی نماز صحیح ہوگی۔

(۳) جب امام فرض نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو جائے تو پھر سنتیں نہ پڑھی جائیں، ہاں اگر یقین ہو کہ سنتیں ادا کرنے کے باوجود جماعت سے پوری نماز مل جائے گی تو پھر پڑھ سکتے ہیں، ہاں فجر کی سنتیں چوں کہ بہت زیادہ مؤکد ہیں اس لیے ان کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک رکعت ملنے کی بھی توقع ہو تو پھر سنتیں پڑھ لی جائیں۔ البتہ یہ خیال رہے کہ مسجد سے علیٰحدہ جگہ میں سنتیں ادا کریں اور یہ ممکن نہ ہو تو پھر جماعت کی صف سے علیٰحدہ مسجد کے کسی گوشے میں پڑھی جائیں اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر سنتیں پڑھے بغیر جماعت میں شریک ہو جانا چاہیے۔ اس لیے کہ جس جگہ فرض کی جماعت ہو رہی ہو وہاں کوئی دوسری نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۴) کوئی شخص فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو اور پھر دیکھے کہ وہی فرض جماعت سے ہو رہے ہیں تو اس کو جماعت میں شریک ہو جانا چاہیے۔ البتہ فجر، عصر اور مغرب کی جماعت میں شریک نہ ہو، اس لیے کہ فجر اور عصر کے بعد نماز مکروہ ہے، اور مغرب میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی یہ دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل نماز میں تین رکعتیں مشروع نہیں ہیں۔

(۵) جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا، یہ سمجھا جائے گا کہ اس کو وہ رکعت امام کے ساتھ مل گئی۔[1] البتہ رکوع حاصل کرنے کے لیے مسجد میں دوڑنا ممنوع ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"جب تم نماز کے لیے آؤ تو سکون اور وقار کے ساتھ آؤ، جتنی رکعتیں مل جائیں وہ پڑھ لو اور جو رہ جائیں وہ بعد میں پوری کر لو۔" (بخاری، مسلم)

(۶) پانچ وقت کی نمازوں میں امام کے سوا ایک آدمی بھی ہو تو جماعت صحیح ہو جاتی ہے، البتہ جمعہ کی جماعت کے لیے ضروری ہے کہ امام کے سوا کم سے کم دو آدمی ہوں۔

(۷) کسی مسجد میں معمول کے مطابق نمازِ باجماعت ہو چکی ہو اور پھر کچھ لوگ جمع ہو گئے تو وہاں دوسری جماعت کی جا سکتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ جماعت کی ہیئت بدل دی جائے، ہیئت بدلنے سے مراد یہ ہے کہ پہلی جماعت میں امام جہاں کھڑا ہوا تھا، دوسری جماعت میں اس سے ہٹ کر کھڑا ہو۔

---

(۱) اہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ رکوع میں شریک ہونے والے کو بھی رکعت نہیں ملی اس لیے کہ قیام اور قرأت دو رکن رہ گئے اور سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔

امامت کے احکام ومسائل

(۱) امامت کے لیے ایسے شخص کو منتخب کرنا چاہیے جو بہ حیثیت مجموعی تمام نمازیوں سے افضل اور اشرف ہو، اور علم وتقویٰ، ایثار وقربانی، اور دین کی بصیرت وحکمت میں سب سے برتر ہو۔ امامت عظیم ترین دینی منصب اور گراں ترین ذمہ داری ہے۔ اس لیے امام کا انتخاب بڑی احتیاط اور ذمہ داری سے کرنا چاہیے۔ چناں چہ مرض الموت میں جب نبی ﷺ مسجد جانے سے معذور تھے تو آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس منصب کے لیے منتخب فرمایا جو بہ حیثیت مجموعی پوری امت میں افضل واشرف تھے۔ نماز تمام عبادات میں افضل عبادت ہے۔ نماز میں خدا کے حضور مسلمانوں کی نمائندگی کا مستحق وہی شخص ہوسکتا ہے جو مجموعی لحاظ سے سب میں بہتر ہو۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''اپنے میں سے بہترین افراد کو امام بناؤ۔ اس لیے کہ وہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے مابین تمہارے وکیل اور نمائندے ہیں۔'' (دار قطنی)

نیز فرمایا:

> ''اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو اپنے میں سے بہتر کو امام بناؤ۔''
>
> (طبرانی)

انتخابِ امام میں ذیل کی صفات کا لحاظ ذیل کی ترتیب کے مطابق ہونا چاہیے:

(۱) قرآن پاک کے علم میں افضل ہو، یعنی حافظ قاری ہو، قرآن کے ساتھ زیادہ شغف رکھتا ہو، اور قرآن کی دعوت وحکمت کو اُس نے اچھی طرح جذب کیا ہو۔

(۲) جو سنت و شریعت کے علم میں افضل ہو۔ یعنی اوپر کی صفت میں اگر سارے نمازی برابر ہوں تو پھر اس شخص کو امام بنایا جائے جو دین کے احکام و مسائل سے نسبتاً زیادہ واقف ہو۔

(۳) دین کے لیے ایثار و قربانی اور خدمتِ دین میں افضل ہو، یعنی اوپر کی دونوں صفتوں میں سب برابر ہوں تو پھر ایسے شخص کو منتخب کیا جائے جو دین کے لیے ایثار و قربانی اور دین کی خدمت میں افضل ہو، حدیث میں تیسرے نمبر پر ہجرت کا ذکر کیا گیا ہے اور ہجرت سے یہی مراد ہے۔

(۴) معمرّ ہو، اوپر کی خوبیوں میں سب برابر ہوں تو پھر اُس شخص کو منتخب کیا جائے جو عمر میں زیادہ ہو۔ اور اس خوبی کا خیال رکھنا بھی بہتر ہے کہ امامت کے لیے اس شخص کو ترجیح دی جائے جو معاوضہ لینے کے بہ جائے محض اجرِ آخرت کے لیے اس فریضے کو انجام دے۔

(۵) بدعتی، فاسق و فاجر اور بدکار آدمی کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر کسی وقت سب لوگ اتفاق سے ایسے ہی جمع ہوں تو پھر مجبوری ہے اور ایسی صورت میں امامت مکروہ نہ ہوگی۔

(۶) ہر فقہی مسلک والے کو امام بنانا جائز ہے، اور امام کی نماز اگر اپنے مسلک کے لحاظ سے صحیح ہو تو سارے مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگی چاہے مقتدیوں کا مسلک کچھ بھی ہو۔

(۷) ایسے شخص کو بھی امام بنانا مکروہ ہے جس کو کوئی ایسی گھناؤنی بیماری ہو جس سے لوگ عام طور پر نفرت کرتے ہیں۔ مثلاً جذام اور برص وغیرہ۔

(۸) جس شخص کی امامت سے عام مقتدی مطمئن نہ ہوں اس کو بھی امام بنانا درست نہیں، قوم کی رضامندی کے خلاف امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۹) امام کے لیے ضروری ہے کہ نماز پڑھانے میں مقتدیوں کی معذوری اور ضرورت کا لحاظ رکھے، اور اوسط درجے کی نماز پڑھائے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھانے کھڑا ہو تو اس کو چاہیے کہ ہلکی پھلکی نماز پڑھائے اس لیے کہ مقتدیوں میں مریض بھی ہوتے ہیں، کم زور بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی، البتہ جب کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو جتنی طویل چاہے پڑھے۔''
>
> (بخاری، مسلم)

(۱۰) مرد صرف خواتین کی امامت بھی کرسکتا ہے مگر ایسی صورت میں جب خواتین میں اس کی کوئی محرم خاتون بھی ہو یا پھر خواتین کے علاوہ کوئی ایک مرد بھی جماعت میں شریک ہو۔

(۱۱) ٹیپ ریکارڈ میں کسی امام کی پڑھائی ہوئی جماعت کی پوری آواز محفوظ کر کے یا گراموفون کے ذریعے نمازِ باجماعت کا ریکارڈ بنا کر اس کی اقتدا میں نماز باجماعت پڑھنا جائز نہیں۔

(۱۲) ریڈیو پر کوئی شخص دُور دراز مقام سے امامت کر رہا ہو تو اس کی اقتدا میں نمازِ باجماعت پڑھنا بھی جائز نہیں۔

قرأت کے مسائل

(۱) قرآن مجید کو ترتیل و تجوید کے ساتھ صحیح پڑھنا واجب ہے۔ ترتیل و تجوید کے ساتھ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ حروف ٹھیک ٹھیک ادا ہوں اور ہمزہ، عین، ض، ظ، ش، ق وغیرہ کا فرق واضح ہو اور اوقاف وغیرہ بھی صحیح ہوں۔

(۲) مغرب، عشاء، فجر، جمعہ اور عیدین کی نمازیں جہری ہیں یعنی مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی سب نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے، اور رمضان کے مہینے میں تراویح اور وِتر با جماعت میں بھی جہری قرأت واجب ہے۔

(۳) ظہر اور عصر کی نمازیں سری ہیں یعنی ان میں آہستہ قرأت کرنا واجب ہے۔

(۴) سری نمازوں میں بھی زبان سے قرأت کرنا ضروری ہے، محض خیال کر کے دل میں پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔

(۵) قرأت پوری کرنے سے پہلے جھک جانا اور رکوع میں قرأت پوری کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(٦) مسنون قرأت کا اہتمام کرنا سنت ہے، سفر کی حالت میں تو سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورت چاہے پڑھ لے لیکن قیام کے دوران امام اور منفرد دونوں کو مسنون قرأت کا اہتمام کرنا بہتر ہے۔

(۱) فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل پڑھنا مسنون ہے، طوالِ مفصل سے مراد سورۂ ''الحجرات'' سے سورۂ ''البروج'' تک کی سورتیں ہیں۔

(۲) عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصّل پڑھنا مسنون ہے۔ اوساطِ مفصل سے مراد سورۂ ''الطارق'' سے سورۂ ''البینۃ'' تک کی سورتیں ہیں۔

(۳) مغرب میں قصارِ مفصّل پڑھنا مسنون ہے، قصارِ مفصل سے مراد سورۂ ''الزلزال'' سے سورۂ ''الناس'' تک کی سورتیں ہیں۔

(۷) جن نمازوں میں امام جہری قرأت کر رہا ہو ان میں امام کے پیچھے مقتدیوں کو سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے[1]، لیکن جب امام آہستہ آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہو تو معتدل مسلک یہ ہے کہ مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے[2]۔

---

(۱) اہلِ حدیث کے نزدیک سورۂ فاتحہ نماز کا رکن ہے اور سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی اس لیے مقتدی کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے۔

(۲) علم الفقہ۔ جلد ۲، صفحہ ۵۹ و ۱۱۰۔

اقتدا کے احکام

اقتداء کے معنی ہیں پیروی اور اتباع کرنا۔ اقتدا کرنے والے کو مقتدی کہتے ہیں اور جس کی اقتدا اور پیروی میں نماز پڑھی جائے اس کو مقتدیٰ یا امام کہتے ہیں۔

امام کی اقتدا کرنے اور جماعت پانے کے لحاظ سے مقتدی کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں، انہی تین صورتوں کی بنا پر مقتدی کی تین قسمیں ہیں اور تینوں کے کچھ الگ الگ احکام ہیں۔

(۱) مدرک

جو شخص شروع سے امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہو اور آخر تک برابر شریک رہا ہو، اُس کو اصطلاح میں مدرک یعنی پوری جماعت پانے والا کہتے ہیں، مدرک کو مقتدی بھی کہتے ہیں۔

(۲) مسبوق

جو شخص ایک یا ایک سے زائد رکعتیں ہو جانے کے بعد آکر جماعت میں شامل ہوا ہو اس کو اصطلاح میں مسبوق کہتے ہیں۔

(۳) لاحق

جو شخص شروع سے جماعت میں شریک تو ہوا، لیکن شریک ہونے کے بعد اس کا وضو جاتا رہا یا وہ سو گیا، یا اور کوئی بات ہوگئی اور وہ جماعت میں شریک نہ رہ سکا، اور ایک یا ایک سے زائد رکعتیں ہو جانے کے بعد وہ پھر تیار ہو کر یعنی وضو وغیرہ کر کے جماعت میں شریک ہوگیا، گویا

شروع میں شریک رہا اور پھر آخر میں بھی شریک رہا لیکن درمیان میں ایک رکعت یا ایک سے زائد رکعتیں رہ گئیں تو ایسے شخص کو اصطلاح میں لاحق کہتے ہیں۔

مدرک یا مقتدی اور مسبوق، اور لاحق کے کچھ الگ الگ مسائل ہیں، نمازِ با جماعت کی صحت کے لیے ان مسائل کا جاننا لازمی ہے۔

مدرک یا مقتدی کے مسائل

(۱) مقتدی کے لیے لازم ہے کہ وہ امام کی اقتدا کی بھی نیت کرے، مقتدی کی صحتِ نماز کے لیے نیتِ اقتدا شرط ہے اور نیت کے معنی یہ ہیں کہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں، زبان سے اظہار ضروری نہیں ہے۔

(۲) مقتدی پر واجب ہے کہ وہ نماز کے سارے فرائض اور واجبات میں امام کی اتباع کرے۔ البتہ نماز کی سنتوں میں امام کی اتباع لازم نہیں، امام اگر شافعی مذہب کا پیرو ہو اور رکوع میں جاتے اور اُٹھتے رفع یدین کرتا ہو تو حنفی مسلک کے پیرو مقتدی کے لیے اس سنت میں امام کی اتباع واجب نہیں، اسی طرح فجر کی نماز میں اگر شافعی مسلک امام دعائے قنوت پڑھے تو حنفی مسلک کے پیرو مقتدی کے لیے دعائے قنوت پڑھنا ضروری نہیں۔ البتہ نمازِ وتر میں شافعی مسلک امام اگر رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھے تو حنفی مسلک مقتدی کے لیے بھی دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے، اس لیے کہ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے۔

(۳) مقتدی کے لیے واجب ہے کہ وہ قرأت کے علاوہ سارے ارکان میں امام کے ساتھ شریک رہے، اگر کسی رکن میں شریک نہ ہوسکا تو نماز درست نہ ہوگی۔ مثلاً امام رکوع میں گیا اور رکوع کر کے کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے رکوع نہیں کیا، یا امام کے بعد کیا تو اس مقتدی کی نماز نہ ہوگی۔

(۴) جماعت میں ایک ہی مقتدی ہو تو اس کو امام کے داہنی جانب برابر یا ذرا سا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے۔ بائیں جانب یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے، ہاں اگر مقتدی کوئی خاتون ہو تو بہ ہر حال پیچھے کھڑی ہو، چاہے ایک ہی خاتون ہو۔

(۵) مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مقتدی امام سے پیچھے کھڑا ہو، اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو گیا تو نماز صحیح نہ ہوگی اور آگے کھڑا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے نکل جائے۔

مسبوق کے مسائل

(۱) مسبوق جماعت میں شریک ہو کر پہلے امام کے ساتھ وہ باقی نماز ادا کرے جو جماعت میں شامل ہونے کے بعد اُس کو امام کے ساتھ ملے، پھر جب امام نماز پوری کر کے سلام پھیرے تو مسبوق سلام نہ پھیرے، بلکہ اپنی چھوٹی ہوئی رکعت یا رکعتیں ادا کرنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہو۔

(۲) جو شخص پہلی رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے وہ مسبوق نہیں ہے[1]، پھر اگر وہ آخر تک شریکِ جماعت رہے تو مدرک ہے، اور اگر درمیان میں کچھ رکعتیں رہ جائیں تو لاحق ہے۔

(۳) مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی نماز امام کے سلام پھیر لینے کے بعد منفرد کی طرح ادا کرے، یعنی قرأت بھی کرے اور اگر اس سے کوئی سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو بھی کرے۔

(۴) مسبوق بقیہ نماز ادا کرنے میں اس ترتیب کا لحاظ رکھے کہ پہلے قرأت والی رکعتیں پڑھے اور پھر بغیر قرأت والی، اور جو رکعتیں اس نے امام کے ساتھ پائی ہیں ان کے حساب سے قعدہ کرے، مثلاً نمازِ ظہر میں ایک شخص تین رکعتیں ہو جانے کے بعد اگر شریکِ جماعت ہوا، تو وہ امام کے ساتھ اپنی ایک رکعت پڑھنے کے بعد اُٹھ کھڑا ہو، اور چھوٹی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملا کر پڑھے اور قعدۂ اولیٰ کرے، اس لیے کہ یہ مسبوق کی نماز کے حساب سے دوسری رکعت ہے، پھر دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت ملا کر پڑھے، اور قعدہ نہ کرے، اس لیے کہ یہ ملی ہوئی نماز کے حساب سے تیسری رکعت ہے، پھر تیسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے اور قعدۂ اخیرہ کر کے سلام پھیر دے۔

---

(۱) اہلِ حدیث کے نزدیک وہ مسبوق سمجھا جائے گا، اس لیے کہ ان کے نزدیک سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور یہ شخص سورۂ فاتحہ نہیں پڑھ سکا۔

لاحق کے مسائل

(۱) لاحق پہلے اپنی وہ رکعتیں ادا کرے جو امام کے ساتھ ادا کرنے سے رہ گئی ہیں، لاحق اپنی یہ رکعتیں ٹھیک اسی طرح ادا کرے گا جس طرح مقتدی ادا کرتا ہے، قرأت بھی نہیں کرے گا اور اگر کوئی ایسا سہو ہو جائے جس پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہو تو سجدۂ سہو بھی نہیں کرے گا۔ چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے بعد باقی نماز امام کے ساتھ ادا کرے گا۔

(۲) چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے دوران اگر امام نماز پڑھا کر فارغ ہو جائے تو لاحق اپنی باقی نماز بھی تنہا پوری کرلے۔ مثلاً ایک شخص امام کے ساتھ شروع سے شریکِ جماعت ہوا، پھر ایک رکعت ادا کرنے کے بعد اس کا وضو جاتا رہا، اور وہ وضو کرنے کے لیے گیا، اتنے عرصے میں امام نے ایک رکعت اور بھی پڑھا دی اب لاحق پہلے یہ چھوٹی ہوئی ایک رکعت علیٰحدہ کھڑے ہو کر اس طرح ادا کرے جس طرح مقتدی ادا کرتا ہے، اب اگر امام اتنے وقت میں پوری نماز پڑھا کر فارغ ہو جاتا ہے، تو لاحق اپنی بقیہ نماز تنہا ادا کرلے۔

نمازِ وتر

نمازِ عشاء کے بعد جو نماز پڑھی جاتی ہے، اس کو وتر کہتے ہیں، اس نماز کو وتر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی رکعتیں طاق ہوتی ہیں۔

نمازِ وتر کا حکم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ وتر کی بڑی تاکید فرمائی ہے، آپؐ کا ارشاد ہے:

''جو شخص وتر نہ پڑھے اس کا ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔'' (ابوداؤد)

اسی تاکید کے پیشِ نظر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس نماز کو واجب کہتے ہیں[۱]۔

نمازِ وتر کی رکعتیں

نمازِ مغرب کی طرح نمازِ وتر کی بھی تین رکعتیں ہیں، اکثر فقہا تین ہی رکعت کے قائل ہیں[۲]۔

نمازِ وتر کا طریقہ

پہلے دو رکعت فرض نماز کی طرح پڑھے، پھر تیسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے، اور پھر تکبیر کے لیے دونوں ہاتھ اٹھا کر باندھ لے[۳]، اور دعائے قنوت پڑھے۔

---

(۱) اہلِ حدیث اور امام شافعیؒ کے نزدیک نمازِ وتر سنت ہے۔

(۲) امام شافعیؒ ایک رکعت کے قائل ہیں اور اہلِ حدیث کے نزدیک ایک رکعت بھی جائز ہے اور ایک سے زیادہ طاق رکعتیں ۹ تک جائز ہیں۔ (نمازِ محمدی از مولانا جوناگڑھی)

(۳) اہلِ حدیث ہاتھ باندھنے کے بجائے دونوں ہاتھ اس طرح اُٹھا لیتے ہیں جیسے دعا کے لیے اُٹھائے جاتے ہیں۔

دعائے قنوت

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نُؤْمِنُ بِکَ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَ نُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَ نَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَ نَسْجُدُ وَ اِلَیْکَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَ نَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ ط

''اے اللہ! ہم تجھی سے مدد کے طالب اور تجھی سے مغفرت کے خواہاں ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں، اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری اچھی تعریف کرتے ہیں، اور تیرا شکرادا کرتے ہیں، تیری ناشکری نہیں کرتے، اور اس سے قطع تعلق کر لیتے ہیں جو تیرا نافرمان ہے، اور اس سے ذرا لگاؤ نہیں رکھتے۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، تیری ہی نماز پڑھتے ہیں اور تجھی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لپکتے ہیں اور تیرا حکم بجالانے کے لیے مستعد رہتے ہیں، تیری رحمت کے امیدوار ہیں، تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بلاشبہ تیرا عذاب کافروں کو مل کر رہے گا۔

اس دعا کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھ لینا بہتر ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَ عَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَ تَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یُعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔(۱)

''اے اللہ! تو مجھے ہدایت سے نواز کر ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل فرما، اور مجھے عافیت بخش کر عافیت پانے والوں میں شامل فرما۔ اور میری سرپرستی فرما کر اُن لوگوں میں شامل فرما، جن کی تو نے سرپرستی فرمائی، اور مجھے ان چیزوں میں برکت عطا فرما جو تو نے مجھے عنایت فرمائی ہیں اور مجھے اُس شر سے بچا جس کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے کیوں

---

(۱) اہلِ حدیث وتر میں یہی دعا پڑھتے ہیں۔ (نمازِ محمدی)

> کہ تو ہی فیصلہ فرمانے والا ہے اور تجھ پر کسی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا، وہ ہرگز ذلیل نہیں ہو سکتا جس کی تو سرپرستی فرمائے اور وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا جس کو تو اپنا دشمن قرار دے لے، تو بڑی ہی برکت والا ہے اے ہمارے رب! اور بہت ہی بلند و برتر، اور درود و سلام ہو پیارے نبی پر اور ان کی آل اولاد پر۔''

نمازِ وتر کی تینوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ قرآن پاک کا کوئی بھی حصہ پڑھ سکتے ہیں، البتہ مستحب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی دوسری میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ'' پڑھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ وتر میں یہ تین سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، نسائی)

نمازِ قصر کے احکام

(۱) شریعت نے مسافر کو یہ سہولت دی ہے کہ وہ سفر میں نماز قصر کرے یعنی مختصر نماز پڑھے، جن اوقات میں چار رکعت فرض ہیں ان میں صرف دو رکعت پڑھے، البتہ مغرب اور فجر میں کوئی کمی نہ کرے۔

(۲) اپنی آبادی سے نکلنے کے بعد مسافر کے لیے نمازِ قصر پڑھنا واجب ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"یہ ایک صدقہ ہے جو خدا نے تم پر کیا ہے لہٰذا تمہیں چاہیے کہ اس کا صدقہ قبول کرو۔"

(بخاری، مسلم، ترمذی)

(۳) سفر کے دوران نمازِ فجر کی سنتیں ترک نہ کرے، اور مغرب کی سُنتیں پڑھ لینا بھی بہتر ہے۔ دوسرے اوقات کی سنتوں میں اختیار ہے، البتہ وتر کی نماز بہ ہر حال پڑھے اس لیے کہ وتر کی نماز واجب ہے۔

(۴) شریعت کی اصطلاح میں مسافر سے مراد وہ شخص ہے جو کسی ایسے مقام تک سفر کے ارادے سے نکلے جو اس کی بستی سے کم از کم تین دن کی مسافت پر ہو۔ روزانہ صبح سے زوال تک اگر کوئی شخص درمیانی چال سے چلے تو وہ اندازاً چھتیس میل چل سکے گا، لہٰذا چھتیس میل[۱] کے سفر پر جو شخص روانہ ہو وہ مسافر ہے، چاہے وہ کسی تیز رفتار سواری سے سفر کر کے چند گھنٹوں ہی میں وہاں پہنچ جائے۔

---

(۱) علم الفقہ، بعض علماء نے ۴۸ میل کا اندازہ کیا ہے۔

(۵) مسافر جب سفر کے ارادے سے اپنی بستی سے باہر نکل جائے تو قصر شروع کردے، اسٹیشن اگر بستی سے باہر ہو تو وہاں بھی قصر کرے۔

(۶) وطن اصلی سے نکلنے کے بعد جب تک مسافر سفر میں ہو برابر قصر کرتا رہے، ہاں اگر کسی مقام پر پندرہ یوم قیام کرنے کا ارادہ کرلے تو وہ اس کا وطن اقامت قرار پائے گا لہٰذا وہاں قصر نہ کرے، لیکن ارادہ نہ ہونے کی صورت میں قیام چاہے کتنا ہی طویل ہو جائے، قصر ہی کرتا رہے۔

(۷) مقیم لوگ مسافر کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں اور مسافر لوگ مقیم کے پیچھے، البتہ مسافر جب نماز پڑھائے تو دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر اعلان کردے کہ مقیم لوگ اپنی نمازیں پوری کرلیں، اور مسافر جب مقیم کی اقتداء کرے تو پوری نماز پڑھے قصر نہ کرے۔

(۸) سفر کے دوران اگر کسی وجہ سے نماز قضا ہو جائے تو اپنے مقام پر پہنچنے کے بعد اس کی قضاء دو ہی دو رکعت پڑھے، یعنی قصر کی قضا کرے تو قصر ہی پڑھے، اور حالتِ اقامت کی قضا نماز اگر سفر میں پڑھے تو پوری پڑھے، قصر نہ کرے۔

(۹) سفر کے دوران دو نمازیں ایک ہی وقت میں ملا کر پڑھنے کو ''جمع بین الصلاتین'' کہتے ہیں۔ جیسے ظہر کے وقت ہی میں ظہر کے ساتھ عصر کی نماز ملا کر پڑھ لی جائے یا مغرب کی نماز مؤخر کر کے عشاء کی نماز کے وقت میں عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھ لی جائے۔ ایسا کرنا صرف سفر حج میں جائز ہے[1]۔ البتہ جمع صوری جائز ہے جمع صوری کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت کی نماز بالکل آخر میں پڑھی جائے اور دوسرے وقت کی نماز بالکل ہی شروع وقت میں، اس طرح بہ ظاہر تو معلوم ہوگا کہ دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھی ہیں، لیکن درحقیقت دونوں نمازیں اپنے اپنے اوقات میں پڑھی گئی ہیں۔

---

(۱) اہل حدیث کے نزدیک ہر سفر میں ''جمع بین الصلاتین'' جائز ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ وقت ہونے سے پہلے ہی کوئی نماز پہلی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھ لی جائے اس کو جمع تقدیم کہتے ہیں، اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی نماز کو مؤخر کر کے دوسرے وقت کی نماز کے ساتھ پڑھ لیا جائے، اس کو جمع تاخیر کہتے ہیں۔

نفل نمازوں کا بیان

پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ کچھ اور مسنون نمازیں بھی ہیں، جن کی بڑی تاکید اور فضیلت آئی ہے، یہ نمازیں اگرچہ فرض و واجب نہیں صرف نفل[1] ہیں لیکن ان کے اہتمام کا بڑا اجر وثواب ہے۔

تہجد کی نماز

تہجد کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک خصوصی انعام ہے۔ آپؐ اس نماز کا نہایت اہتمام فرماتے تھے، اور صحابۂ کرامؓ کو بھی ترغیب دیتے تھے۔ تہجد کی نماز سنت ہے، اور خدا نے اُن لوگوں کو محسن اور متقی قرار دیا ہے جو تہجد کا اہتمام کرتے ہیں۔ تہجد کی نماز میں بڑی خیر و برکت ہے — تہجد کا التزام کرنے والے دنیا کی زندگی میں بھی خیر و برکت سے نوازے جاتے ہیں اور آخرت کی سعادتوں سے بھی مالا مال ہوتے ہیں، تزکیۂ نفس و اخلاق، حیاتِ طیبہ، راہِ حق میں صبر و استقامت، اللہ سے قرب و تعلق، قول میں صحت و اثر، خدا کی نصرت و حمایت، رحمتِ الٰہی کا فیضان، گناہوں کی مغفرت، اوقات میں خیر و برکت، جسمانی بیماریوں سے حفاظت، اور آخرت کی ابدی سُرخروئی، — یہ نمازِ تہجد کے التزام کی معروف اور محسوس برکتیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تہجد کا انتہائی اہتمام فرماتے اور صحابۂ کرام بھی ذوق وشوق سے اس کا التزام کرتے، اور ان کے بعد بھی داعیانِ حق نے ہر دَور میں اس کا اہتمام کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

(۱) فرض نماز کے مقابلہ میں جب نفل بولا جاتا ہے تو اس سے ہر وہ نماز مراد ہوتی ہے جو فرض و واجب کے علاوہ ہو، چاہے وہ سنت مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ یا مستحب ہو۔

’’فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز شب میں پڑھی جانے والی تہجد کی نماز ہے۔‘‘ (مسلم)

نمازِ تہجد کا وقت

تہجد کے معنی ہیں نیند توڑ کر اُٹھنا، شب میں کچھ دیر سونے کے بعد اُٹھ کر صبح صادق سے پہلے پہلے کا وقت نمازِ تہجد پڑھنے کا مسنون وقت ہے۔

نمازِ تہجد کی رکعتیں

تہجد کی کم سے کم رکعتیں دو ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ آپؐ اکثر دو دو رکعتیں کر کے آٹھ رکعات ادا فرماتے۔

نمازِ تراویح

نمازِ تراویح رمضان المبارک میں نمازِ عشاء کے بعد اور وتروں سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس کا وقت فجر سے پہلے تک ہے اور یہ مرد اور خواتین کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے، البتہ مردوں کے لیے مسنون یہ ہے کہ وہ جماعت سے تراویح پڑھیں، حدیث میں نمازِ تراویح کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''جس نے ایمانی کیفیت اور محض اجرِ آخرت کے لیے رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھیں خدا اس کے وہ سارے گناہ بخش دے گا جو اس سے پہلے ہو چکے ہیں۔''
>
> (بخاری)

تراویح کی رکعتیں

تراویح بیس رکعات پڑھنا مسنون ہے، حضرت عمر خلیفہ راشدؓ نے بیس رکعات تراویح جماعت سے پڑھنے کا نظم قائم فرمایا تھا، اور صحابہؓ نے اس سے اتفاق کیا تھا، اور پھر بعد کے دَور میں بھی خلفاء راشدین نے اسی پر عمل فرمایا تھا، اور بیس رکعتیں جماعت سے پڑھی جاتی رہیں۔[1]

نمازِ تراویح پڑھنے کا طریقہ

نمازِ تراویح پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو دو رکعت سنت تراویح کی نیت باندھی جائے، اور ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر بیٹھا جائے، بہتر یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر میں چار

---

(۱) اہل حدیث کے نزدیک آٹھ رکعتیں پڑھنا سنت ہے، ان کے نزدیک نمازِ تراویح دراصل تہجد ہی کی نماز ہے جو رمضان میں نبی ﷺ نے اول وقت میں پڑھی ہے اور صحابۂ کرام نے بھی، تا کہ رمضان کے مبارک مہینے میں زیادہ سے زیادہ لوگ اس نماز میں شریک ہو سکیں اور نمازِ تہجد کے بارے میں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے آٹھ رکعت سے زیادہ کبھی نہیں پڑھی ہیں۔

رکعتیں پڑھی جائیں۔ بیٹھنے کے دوران خاموش بھی بیٹھ سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ کچھ ذکر و تسبیح کرتے رہیں۔

نوافلِ سفر

سفر پر روانہ ہوتے وقت مستحب یہ ہے کہ آدمی اپنی قیام گاہ سے دو رکعت نفل پڑھ کر نکلے اور واپسی پر بھی دو رکعت پڑھنا مستحب ہے۔ دورانِ سفر بھی اگر آدمی کسی مقام پر کچھ وقت کے لیے قیام کا ارادہ کرے، تو مستحب یہ ہے کہ وہاں دو رکعت نفل ادا کرلے۔

صلوٰۃ الاوّابین

صلوٰۃ الاوّابین سے مُراد وہ چھ رکعت نفل نماز ہے جو مغرب کی نماز کے بعد دو دو رکعت کرکے پڑھی جاتی ہے، یہ نماز پڑھنا مستحب ہے۔ حدیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے اور ترغیب دی گئی ہے۔

صلوٰۃ کسوف اور خسوف

کسوف یعنی سورج گرہن اور خسوف یعنی چاند گرہن کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے، خسوف میں جماعت کے بغیر تنہا نماز پڑھنا مسنون ہے اور کسوف میں جماعت سے نماز پڑھنا مسنون ہے، نیز بلند آواز سے قرأت کرنا مسنون ہے۔

سجدۂ سہو کے احکام

نماز میں کچھ کمی یا زیادتی ہو جانے سے یا کسی اور وجہ سے جو خرابی آجاتی ہے، اس کی تلافی کے لیے نماز کے آخری قعدے میں دو سجدے کیے جاتے ہیں، ان سجدوں کو سجدۂ سہو کہتے ہیں۔

سجدۂ سہو واجب ہونے کی صورتیں

(۱) نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض مکرّر ہو جائے، یا فرض ادا کرنے میں تاخیر[۱] ہو جائے، یا کوئی فرض مقدم ہو جائے، مثلاً کوئی ایک رکعت میں دو رکوع کرلے یا قرأت کرنے

---

(۱) تاخیر سے مراد اتنی دیر کا وقفہ ہے جس میں آدمی ایک سجدہ یا ایک رکوع ادا کر سکے۔

کے بعد رُکا رہے اور تاخیر سے رکوع کرے یا رکوع کرنے سے پہلے سجدے میں چلا جائے۔

(۲) بھولے سے کوئی واجب چھوٹ جائے، مثلاً سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانا بھول جائے یا واجب ادا کرنے میں کچھ تاخیر ہو جائے، چاہے بھولنے کی وجہ سے ہو یا کچھ سوچنے کی وجہ سے۔ مثلاً کوئی شخص سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر تک کھڑا رہے اور پھر کوئی سورت پڑھے۔

(۳) کسی واجب کی کیفیت میں تبدیلی ہو جائے، مثلاً جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرأت واجب ہے، کوئی آہستہ قرأت کرلے یا سری نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کرلے۔ ان تمام صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

سجدۂ سہو کا طریقہ

آخری قعدے میں ''تشہد'' پڑھنے کے بعد داہنی جانب سلام پھیرے اور پھر اطمینان سے دو سجدے کر کے قعدے میں بیٹھے اور تشہد، درود اور دعا پڑھ کر حسبِ قاعدہ دونوں طرف سلام پھیر لے۔

سجدۂ سہو کے چند مسائل

(۱) نماز میں ایک واجب رہ جائے یا ایک سے زائد بہرحال ایک ہی بار سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا۔

(۲) امام سے کوئی واجب وغیرہ چھوٹ جائے تو امام بھی سجدۂ سہو کرے اور مقتدی پر بھی واجب ہے، اور اگر مقتدی سے کوئی واجب وغیرہ رہ جائے تو نہ مقتدی پر سجدۂ سہو واجب ہے اور نہ امام پر۔

(۳) نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض قصداً چھوڑ دے یا سہواً رہ جائے، ہر حال میں نماز دوبارہ پڑھنا ہوگی۔ سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح نہ ہوگی اور اگر نماز کی سنتیں یا مستحبات رہ جائیں تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔

(۴) کوئی شخص قعدۂ اولیٰ کرنا بھول گیا اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا، اگر پوری طرح کھڑا

ہو گیا ہے تو پھر نہ بیٹھے بلکہ نماز پوری کر کے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کر لے، اور اگر پوری طرح کھڑا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو نہ کرے۔

(۵) کوئی شخص قعدۂ اولیٰ میں "تشہد" پڑھنے کے بعد کھڑا ہونے کے بہ جائے درود شریف پڑھنے لگے اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے بہ قدر پڑھ لے یا اتنی دیر تک یونہی خاموش بیٹھا رہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

(۶) کسی مسبوق سے اپنی چھوٹی ہوئی نماز پوری کرنے میں سہو ہو جائے تو اس پر بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

(۷) ظہر یا عصر کی نماز میں چار کے بہ جائے دو رکعتیں پڑھے، اور یہ سمجھ کر کہ چاروں پڑھ چکا ہے، سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں تو بقیہ دو رکعتیں پوری کرے اور سجدۂ سہو کرے، اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

قضا نماز کے احکام و مسائل

جو نماز وقت پر پڑھی جائے وہ ادا ہے اور جو مقررہ وقت گزر جانے کے بعد پڑھی جائے وہ قضا ہے۔

(۱) کسی واقعی معذوری اور مجبوری کے بغیر نماز قضا کرنا سخت گناہ ہے، اور کبھی قضا ہو جائے تو قضا پڑھنے میں ٹال مٹول نہ کی جائے بلکہ جتنی جلد ممکن ہو قضا پڑھ لی جائے، بلا وجہ تاخیر کرنا گناہ ہے۔

(۲) قضا نماز خاموشی سے پڑھ لینا چاہیے۔ اس کا خواہ مخواہ اظہار کرنا مکروہ اور معیوب ہے۔

(۳) قضا نماز کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جب بھی یاد آئے اور موقع ہو فوراً قضا پڑھ لی جائے، اگر کئی وقت کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں تو ان کے اوقات کا انتظار نہ کرے بلکہ جس وقت بھی پڑھ سکے پڑھ لے تاخیر نہ کرے، ممکن ہو تو ایک ہی وقت میں ساری نمازوں کی قضا پڑھ لے۔

(۴) سفر کے دوران جو نمازیں قضا ہو جائیں، ان کی قضا حالتِ قیام میں پڑھی جائے تب بھی قصر کرنا چاہیے۔ اور حالتِ قیام کی قضا نمازیں اگر سفر میں پڑھی جائیں تو پوری پڑھی جائیں۔

(۵) فرض نمازوں کی قضا فرض ہے اور واجب کی قضا واجب ہے، نذر اور منت کی نمازیں بھی واجب ہیں لہٰذا ان کی قضا بھی واجب ہے۔

(۶) سنتِ مؤکدہ اور نوافل کی قضا نہیں ہے، البتہ فجر کی سنتیں چوں کہ انتہائی مؤکد ہیں، اس لیے ان کا حکم یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ لی جائیں۔ زوال کے بعد نہ پڑھی جائیں، ہاں کوئی نفل نماز شروع کر دینے کے بعد فاسد ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہے، اس لیے کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے۔

(۷) ظہر کی جو سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھی جاتی ہیں، کسی وجہ سے رہ جائیں تو فرضوں کے بعد پڑھی جا سکتی ہیں، فرض کے بعد کی دو سنتوں سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں اور بعد میں بھی، البتہ ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد ان کی قضا نہیں ہے۔

(۸) نمازِ جمعہ کی قضا نہیں ہے، لہٰذا جس شخص کا جمعہ قضا ہو جائے وہ اس کے بہ جائے چار رکعت فرض نماز ظہر کی قضا پڑھے۔

(۹) کوئی شخص عید کی نماز میں شریک ہوا لیکن کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی تو اب اس کی قضا نہیں ہے۔[1]

صاحبِ ترتیب کی قضا کا حکم

بالغ ہونے کے بعد جس شخص کی کوئی نماز قضا ہی نہ ہوئی ہو یا کبھی قضا ہوئی ہو تو پڑھ لی ہو اور اس کے ذمّے زیادہ سے زیادہ پانچ نمازوں کی قضا واجب ہو چاہے وہ مسلسل قضا ہوئی ہوں یا مختلف اوقات میں، ایسے شخص کو شریعت کی اصطلاح میں صاحبِ ترتیب کہتے ہیں، صاحبِ ترتیب کے لیے قضا نماز پڑھنے میں دو باتوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

(۱) ایک یہ کہ جب تک وہ قضا نمازیں نہ پڑھ لے اگلے وقت کی ادا نہیں پڑھ سکتا۔ اور اگر کسی وقت قضا پڑھنے سے پہلے اگلے وقت کی ادا پڑھ لے گا تو قضا پڑھنے کے بعد پھر اس کے لیے ادا کردہ نماز کا دُہرانا ضروری ہوگا۔

(۲) دوسری بات یہ کہ قضا شدہ نمازیں بھی ترتیب کے مطابق پڑھنا ضروری ہیں اور کسی وقت ترتیب کے خلاف قضا پڑھ لی تو پڑھی ہوئی نماز کو پھر دہرانا ہوگا۔

---

(۱) اہلِ حدیث کا مسلک یہ ہے کہ تنہا بھی عید کی نماز پڑھی جا سکتی ہے چاہے عید گاہ میں جماعت مل سکے، یا کوئی معذور اور مریض ہونے کی وجہ سے عید گاہ نہ جا سکے۔

نمازِ جمعہ کا بیان

یومِ جمعہ کی فضیلت وآداب

خدا کے نزدیک ہفتے کے سات دنوں میں سب سے افضل اور ممتاز جمعہ کا دن ہے، اس دن میں خدا نے فضیلت کی پانچ ایسی باتیں جمع فرمادی ہیں جو اور کسی دن میں نہیں ہیں، اسی لیے اس کو جمعہ کہتے ہیں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''جمعہ کا دن سارے دنوں میں افضل اور ممتاز ہے، خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ سارے دنوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ اس کا مرتبہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر سے بھی زیادہ ہے، اس دن میں پانچ (ایسی) خصوصیات ہیں (جو اور دنوں میں نہیں ہیں): (۱) اسی دن خدا نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، (۲) اسی دن خدا نے آدم علیہ السلام کو زمین پر (خلیفہ بنا کر) اُتارا، (۳) اسی دن ان کی وفات ہوئی، (۴) اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ بندہ اس ساعت میں اپنے خدا سے جو حلال اور طیب چیز چاہتا ہے وہ ضرور اس کو عطا کردی جاتی ہے، (۵) اور اسی دن قیامت آئے گی۔ خدا کے مقرب فرشتے، آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ، دریا، کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو یومِ جمعہ سے لرزتے اور ڈرتے نہ ہوں۔'' (ابن ماجہ)

جمعہ دراصل ایک اسلامی اصطلاح ہے، یہود کے یہاں ہفتہ کا دن عبادت کے لیے مخصوص تھا، کیوں کہ اسی دن خدا نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات بخشی تھی، عیسائیوں نے اپنے لیے بہ طورِ خود اتوار کا دن مقرر کرلیا تاکہ وہ یہودیوں سے ممتاز رہیں۔ اگر چہ اس کا حکم نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیا تھا نہ انجیل ہی میں اس کا کہیں ذکر ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ یہ

ہے کہ صلیب پر جان دینے کے بعد اسی روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر سے نکل کر آسمان کی طرف تشریف لے گئے۔ پھر ۳۲۱ء میں رومی سلطنت نے باقاعدہ ایک سرکاری اعلان کے ذریعے اس کو عام تعطیل کا دن مقرر کر دیا۔ اسلام نے اپنی ملّت کو ان دونوں سے ممتاز کرنے کے لیے ہفتہ اور اتوار کا دن چھوڑ کر جمعہ کے دن کو اجتماعی عبادت کے لیے مقرر فرما دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے آداب بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

(۱) ''مسلمانو! یہ وہ دن ہے جس کو خدا نے تمہارے لیے عید کا دن قرار دیا ہے، لہٰذا تم اس دن غسل کیا کرو۔ اور جس کو خوش بو میسر ہو تو اس کو استعمال کرنے میں کیا مضائقہ ہے، اور دیکھو مسواک ضرور کیا کرو۔'' (موطا)

(۲) ''جو شخص جمعہ کے روز نہائے، اچھے کپڑے پہنے اور میسر ہو تو خوش بو لگائے، اور نمازِ جمعہ کے لیے آئے، اور لوگوں کی گردنوں پر سے نہ پھاندے، پھر کچھ نماز پڑھے جو خدا نے اس کے لیے مقرر کر دی ہے، پھر وہ امام کی آمد سے ختم نماز تک خاموش رہے تو اُس کے اِس حسنِ عمل سے اُن سارے گناہوں کی تلافی ہو جائے گی جو پچھلے جمعے سے اس جمعے تک اُس سے سرزد ہوئے تھے۔'' (ابن ماجہ)

(۳) ''پانچ نیکیاں ایسی ہیں جو شخص ان کو ایک دن میں کرے گا، خدا اس کو اہلِ جنت میں لکھ دے گا (۱) بیمار کی عیادت کرنا (۲) نمازِ جنازہ میں شریک ہونا (۳) روزہ رکھنا (۴) نمازِ جمعہ پڑھنا (۵) غلام کو آزاد کرنا۔''

(۴) ''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا، اس کے لیے دوسرے جمعے تک ایک نور روشن رہے گا۔'' (نسائی)

(۵) ''جو شخص جمعہ کے روز نہایت اہتمام کے ساتھ غسل کرے، پھر اوّل وقت میں مسجد جا پہنچے، تو گویا اس نے خدا کی راہ میں اونٹ قربان کیا، اور جو اس کے بعد دوسری ساعت میں پہنچے، تو اس نے گویا گائے یا بھینس قربان کی، اور جو اس کے بعد تیسری ساعت میں پہنچے تو اس نے گویا سینگ والا مینڈھا قربان کیا، اور جو اس کے بعد چوتھی ساعت میں پہنچے، تو اس نے گویا خدا کی راہ میں انڈا قربان کیا، پھر جب خطیب خطبہ دینے کے لیے اُٹھ کھڑا ہو، تو فرشتے مسجد کا دروازہ چھوڑ کر خطبہ سُننے اور نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آبیٹھتے ہیں۔'' (جامع ترمذی)

(۶) ''تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم کی تخلیق ہوئی، اور اسی دن ان کی وفات ہوئی، اور اسی دن قیامت آئے گی۔ لہٰذا اس دن تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ اس لیے کہ تمہارا درود وسلام میرے حضور پیش ہوتا ہے۔''

(ابوداؤد)

نمازِ جمعہ کا حکم اور اہمیت

نمازِ جمعہ فرض عین ہے، قرآن وسنت سے اس کی فرضیت قطعی طور پر ثابت ہے، اس کی فرضیت کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے، اور جو شخص کسی عذر کے بغیر محض سُستی اور لاپروائی سے اس کو چھوڑے وہ فاسق ہے، قرآن میں صاف ہدایت ہے:

''ایمان والو! جمعہ کے دن جب نمازِ جمعہ کے لیے اذان دی جائے تو ذکر اللہ کے لیے دوڑ جایا کرو، اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ سے کام لو۔'' (سورۂ الجمعہ)

ذکر اللہ سے مراد نماز اور خطبہ ہے اور ذکر اللہ کے لیے دَوڑنے سے مراد کوشش اور اہتمام کرنا ہے۔ اس غیر معمولی تاکید کی حکمت یہ ہے کہ اتنی بڑی جماعت سے محرومی، زبردست محرومی ہے اور نمازِ جمعہ جماعت کے بغیر صحیح نہیں، نہ نمازِ جمعہ کی قضا ہے۔ اس لیے مومن کو چاہیے کہ وہ اذان سُنتے ہی نمازِ جمعہ کے لیے دوڑ پڑے۔

نمازِ جمعہ کی اہمیت بتاتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی معذوری اور حاجت کے بغیر نمازِ جمعہ چھوڑ دے اس کا نام منافق کی حیثیت سے اس کتاب میں لکھ دیا جاتا ہے، جس کا لکھا نہ مٹایا جا سکتا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے۔'' (ابوداؤد)

نیز فرمایا:

''میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی جگہ کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر جاؤں اور خود جا کر ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگادوں جو جمعہ کی نماز میں آنے کے بجائے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔'' (صحیح مسلم)

اور ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے جمعہ کی اذان سُنی اور پھر نماز کے لیے نہیں آیا، پھر دوسرے جمعہ کو اذان سُنی اور نہیں آیا، اسی طرح مسلسل تین جمعوں تک کرتا رہا، تو اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے اور اس کا دل منافق کا دل بنا دیا جاتا ہے۔'' (ابوداؤد، ترمذی)

نمازِ جمعہ کی شرطیں

نمازِ جمعہ کی شرطیں دو قسم کی ہیں، ایک وہ جو شرائطِ وجوب کہلاتی ہے اور ایک وہ جو شرائطِ صحت کہلاتی ہے۔ جن شرطوں کا نمازی کی ذات میں پایا جانا ضروری ہے ان کو شرائطِ وجوب کہتے ہیں، اور جن شرطوں کا وجود خارج میں پایا جانا ضروری ہے ان کو شرائطِ صحت کہتے ہیں۔

شرائطِ وجوب

نمازِ جمعہ واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:

(۱) مرد ہونا۔ عورتوں پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

(۲) آزاد ہونا۔ غلاموں پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

(۳) عاقل و بالغ ہونا۔ مجنون اور بچے پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

(۴) مقیم ہونا۔ مسافر پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

(۵) صحیح اور تندرست ہونا۔ اپاہج، نابینا، مریض اور اسی طرح کے معذوروں پر نمازِ جمعہ واجب نہیں، اور اسی طرح اس شخص پر بھی نمازِ جمعہ واجب نہیں جس کو خارج سے کوئی عذر لاحق ہو جائے۔ مثلاً سخت طوفانی بارش ہو یا راہ میں کسی دشمن یا موذی جانور کا خوف ہو۔

شرائطِ صحت

نمازِ جمعہ صحیح ہونے کے لیے پانچ شرطیں ہیں، ان شرائط کے بغیر اگر نمازِ جمعہ پڑھ لی جائے تو صحیح نہ ہوگی اور ایسے لوگوں کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ نمازِ ظہر ادا کریں، شرائط کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ''مصرِ جامع''۔ مصر جامع سے ہر وہ شہر یا بڑی بستی مراد ہے جہاں ایسے مسلمان جن پر نمازِ جمعہ واجب ہے اتنی تعداد میں رہتے ہوں کہ اگر وہ سب اس بستی کی کسی بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو اس میں سب کے لیے گنجائش نہ ہو[1]

(۲) ''وقتِ ظہر''۔ نہ ظہر کے وقت سے پہلے نمازِ جمعہ پڑھی جاسکتی ہے اور نہ وقت نکل جانے کے بعد۔

(۳) ''خطبہ'' نمازِ جمعہ سے پہلے وقت کے اندر خطبہ پڑھنا بھی جمعہ صحیح ہونے کی شرط ہے۔

(۴) ''جماعت''۔ خطبہ شروع ہونے کے وقت سے اختتامِ نماز تک کم از کم تین آدمی امام کے علاوہ موجود ہوں۔

(۵) ''اذنِ عام'' یعنی ایسے مقام پر علی الاعلان نماز پڑھی جائے، جہاں ہر شخص کو شریک ہونے کی عام اجازت ہو اور کسی کی آمد پر کوئی روک ٹوک نہ ہو۔

اور اگر اسلامی نظام قائم ہو تو یہ شرط بھی ہے کہ خلیفۂ وقت خود یا اس کے مقرر کیے ہوئے نائب قیامِ جمعہ کا نظم کریں۔

جمعہ کی سنتیں

چار رکعتیں سنتِ مؤکدہ فرضوں سے پہلے (ایک سلام سے) اور چار رکعت سنتِ مؤکدہ فرضوں کے بعد (ایک سلام سے) یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے اور صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ جمعے کے بعد چھ سنتِ مؤکدہ ہیں، پہلے چار رکعت اور پھر دو رکعت۔

---

(۱) اہلِ حدیث کے نزدیک ہر چھوٹی بڑی بستی میں نمازِ جمعہ پڑھنا درست ہے۔

نمازِ جمعہ کے متفرق مسائل

(۱) بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ دے وہی جمعے کی نماز بھی پڑھائے لیکن کسی وجہ سے نماز دوسرا شخص پڑھادے بشرطے کہ اس نے خطبہ سُنا ہو تو یہ بھی درست ہے، اگر ایسے شخص نے نمازِ جمعہ پڑھادی جس نے خطبہ نہیں سنا تھا تو نماز نہ ہوگی۔

(۲) بیمار اور معذور لوگ جن پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے وہ اس دن ظہر کی نماز الگ الگ پڑھیں، جمعے کے دن ایسے لوگوں کو نمازِ ظہر جماعت سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار)

(۳) شہر اور بڑے قصبے میں کئی کئی مقامات پر نمازِ جمعہ پڑھنا درست ہے۔

(۴) نمازِ جمعہ خطبے کے مقابلے میں طویل ہونا چاہیے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''نمازِ جمعہ طویل پڑھنا اور خطبہ مختصر پڑھنا خطیب کی سوجھ بوجھ اور دینی بصیرت کی علامت ہے، لہٰذا تم نماز طویل پڑھو اور خطبہ مختصر دو۔'' (مسلم)

(۵) کوئی شخص نمازِ جمعہ میں تاخیر سے پہنچے اور قعدۂ اخیرہ میں امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہو یا سجدۂ سہو کے بعد تشہد میں آکر شریک ہو تب بھی اس کی نمازِ جمعہ درست ہے۔

(۶) نمازِ جمعہ میں سورۂ ''الجمعہ'' اور سورۂ ''اَلْمُنَافِقُوْن'' یا سورۂ ''اَلْاَعْلٰی'' اور سورۂ ''اَلْغَاشِیَہ'' پڑھنا سنت ہے۔

(۷) مسجد میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہیے۔ لوگوں کو پھاند پھاند کر اگلی صفوں میں پہنچنا مکروہ ہے اس سے نمازیوں کو جسمانی تکلیف بھی ہوتی ہے اور قلبی اذیت بھی اور یکسوئی

میں خلل بھی واقع ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص پہلی صف کو چھوڑ کر دوسری صف میں اس لیے کھڑا ہوا کہ اس کے بھائی کو تکلیف نہ ہو تو خدا تعالیٰ اس کو پہلی صف والوں سے دوگنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔''
(طبرانی)

خطبے کے آداب و احکام

(۱) خطیب ہر جمعہ کے لیے مناسبِ حال، مؤثر اور جامع خطبہ تیار کرے، اور ملک و ملت کے حالات اور مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں ہدایات دے، مسلمانوں کو دین اپنانے اور دینی احکام کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالنے کی ترغیب دے، اور ان کی ذمے داریاں یاد دلا کر ان کو عمل پر اُبھارے۔

(۲) خطیب پہلے خطبے میں سامعین کو ہدایت دے اور دوسرے خطبے میں قرآن کی کچھ آیات تلاوت کر کے رسولِ اکرم ﷺ پر درود بھیجے۔ آلِ رسولؐ اور اصحابِ رسولؓ اور عام مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔

(۳) خطبہ انتہائی وقار، جوش اور جذبے کے ساتھ دینا چاہیے۔ خطبے میں پُر جوش انداز اختیار کرنا مستحب ہے۔

(۴) خطبہ نماز کے مقابلے میں مختصر دے، نماز کے مقابلے میں خطبہ طویل دینا مکروہ ہے۔

(۵) خطبے کے وقت خطیب کے قریب بیٹھنا اور خطیب کی طرف رُخ کرنا مستحب ہے، نبی ﷺ کی ہدایت ہے:

''خطبہ میں حاضر رہا کرو اور خطیب سے قریب رہو۔'' (مشکوٰۃ)

(۶) خطیب جب خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہو جائے، تو پھر نہ نماز پڑھی جائے نہ بات چیت کی جائے، دورانِ خطبہ نماز پڑھنا، گفتگو کرنا، ذکر و تسبیح میں مشغول ہونا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا یا کوئی بھی ایسا کام کرنا جس سے خطبے کی سماعت میں فرق پڑتا ہو مکروہ تحریمی ہے۔

(۷) دورانِ خطبہ نبی ﷺ کا اسمِ گرامی آئے تو دل میں درود شریف پڑھنا جائز ہے۔

(۸) پہلا خطبہ دینے کے بعد خطیب منبر پر اتنی دیر بیٹھ جائے، جتنی دیر میں تین چھوٹی آیتیں پڑھی جاسکیں یا تین بار ''سُبْحَانَ اللّٰہ'' کہا جاسکے، پھر کھڑے ہوکر خطبۂ ثانیہ دے۔

(۹) خطبہ انتہائی یکسوئی کے ساتھ خاموش بیٹھ کر سننا چاہیے، خطبہ سننا واجب ہے۔

(۱۰) خطبے میں ضرورت کے وقت لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا جائز ہے، بلکہ مقتدیوں تک خطبے کی ہدایات پہنچانے کے لیے مستحسن ہے، اور اگر ضرورت پڑے تو لاؤڈ اسپیکر پر نماز ادا کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۱۱) نبی ﷺ نے مختلف مواقع پر جو خطبے دیئے ہیں وہ انتہائی مؤثر، بلیغ اور جامع ہیں، بہ طورِ تبرک کبھی کبھی نبی ﷺ کے خطبے بھی پڑھے جائیں تو بہتر ہے۔ بہ طور نمونہ ایک خطبہ نقل کیا جاتا ہے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ! اِنَّ لَکُمْ مَعَالِمَ فَانْتَھُوْا اِلٰی مَعَالِمِکُمْ وَ اِنَّ لَکُمْ نِھَایَۃً فَانْتَھُوْا اِلٰی نِھَایَتِکُمْ اِنَّ الْمُؤْمِنَ بَیْنَ مَخَافَتَیْنِ بَیْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰی لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ صَانِعٌ بِہٖ وَ بَیْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِیَ لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ قَاضٍ بِہٖ فَلْیَاخُذِ الْعَبْدُ مِنْ نَّفْسِہٖ لِنَفْسِہٖ وَ مِنْ دُنْیَاہُ لِاٰخِرَتِہٖ وَ مِنَ الشَّیْبَۃِ قَبْلَ الْکِبَرِ وَ مِنَ الْحَیٰوۃِ قَبْلَ الْمَوْتِ، فَوَ الَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُّسْتَعْتَبٍ وَلَا بَعْدَ الدُّنْیَا دَارٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ اَوِ النَّارُ۔

''لوگو! تمہارے لیے شرعی حدود کی نشان دہی کر دی گئی ہے، پس ان حدود تک پہنچ کر رُک جاؤ اور ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور تمہاری منتہائے منزل متعین ہے، پس تم اس منزل تک (تیار ہوکر) پہنچو۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان دو اندیشوں کے درمیان زندگی گزار رہا ہے، ایک وہ مدتِ عمر جو بیت چکی ہے اور جس کے بارے میں کچھ پتہ

نہیں کہ خدا اس کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا۔ اور ایک وہ مدتِ عمر جو ابھی باقی ہے، اور کچھ نہیں معلوم کہ اس کے بارے میں خدا کا فیصلہ کیا ہے (کچھ کرنے کی توفیق ہوتی ہے یا نہیں؟) پس بندے کو چاہیے کہ اپنی زندگی سے اپنے لیے توشہ فراہم کرے، اور اپنی دنیا سے اپنی عاقبت بنائے۔ اور اپنی جوانی سے فائدہ اٹھائے اس سے پہلے کہ بڑھاپا آئے۔ اور اپنی زندگی کو کامیاب بنائے اس سے پہلے کہ موت آ دبوچے۔
پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ مرنے کے بعد توبہ کرنے اور خدا کی رضا حاصل کرنے کا موقع نہیں اور دنیا کے بعد دو ٹھکانوں کے سوا کوئی تیسرا ٹھکانہ نہیں یا (ہمیشہ کی) جنت ہے، یا آتشِ جہنم۔''

نمازِ عید کے احکام

اسلام نے مسلمانوں کی اجتماعی اور دینی خوشی منانے کے لیے دو دن مقرر کیے ہیں اور دراصل مسلمانوں کے یہی دو اسلامی تہوار ہیں۔ پہلی شوال کو عید الفطر کا تہوار اور دسویں ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ کا تہوار۔ عید الفطر مسلمان اس لیے مناتے ہیں کہ خدا نے اپنے بندوں کے لیے رمضان میں جو عبادتیں مقرر کی تھیں بندے خدا کی توفیق سے ان کو ادا کرنے میں کام یاب ہوئے، اور عید الفطر منانے کا حق انھیں کو ہے جو اسی لیے خوشی منائیں، نہ کہ محض ایک قومی تہوار سمجھ کر۔

عید الاضحیٰ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کی عظیم ترین قربانی کی یادگار ہے، جس کو مسلمان محض اس لیے مناتے ہیں کہ وہ جانوروں کا خون بہا کر خدا سے یہ عہد کریں کہ وہ اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں یہاں تک کہ اپنا خون بھی خدا کی راہ میں بہانے سے دریغ نہ کریں گے۔ دراصل عید الاضحیٰ کی خوشی منانے کے وہی لوگ حق دار ہیں جو ان جذبات کے ساتھ قربانی کریں۔ اسلامی تہوار محض اجتماعی خوشی منانے کے دن ہی نہیں ہیں بلکہ وہ عبادت کے دن ہیں، یہی وجہ ہے کہ دونوں تہواروں کے لیے شریعت نے کچھ مخصوص عبادتیں مقرر فرمائی ہیں۔

یومِ عید الفطر کے مسنون کام

عید الفطر کے دن نو کام مسنون ہیں:

(۱) صفائی ستھرائی اور آرائش وزیبائش کا پورا پورا اہتمام کرنا، غسل کرنا، مسواک کرنا اور خوش بو وغیرہ کا استعمال کرنا۔

(۲) عمدہ سے عمدہ لباس جو میسر ہو زیب تن کرنا، چاہے نیا ہو یا دُھلا ہوا ہو۔

(۳) صبح کو بہت جلد اُٹھنا۔

(۴) عیدگاہ میں اوّل وقت پہنچنا۔

(۵) عیدگاہ روانہ ہونے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دینا۔

(۶) عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا۔

(۷) عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔ نمازِ عید، عیدگاہ میں پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

(۸) ایک راستے سے پیدل جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا۔ (واپسی میں سواری سے آنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں)۔

(۹) راستے میں آہستہ آہستہ یہ تکبیر پڑھنا:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

عید الاضحیٰ کے دن بھی یہی سارے کام مسنون ہیں البتہ دو باتوں میں فرق ہے، ایک یہ کہ عید الاضحیٰ میں عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ نہ کھانا مسنون ہے اور دوسرے یہ کہ جاتے وقت بلند آواز سے تکبیر پڑھنا مسنون ہے۔

نمازِ عید کا حکم

عید کی دو رکعت نماز واجب ہے اور نمازِ عید کی صحت اور وجوب کے لیے وہی ساری شرطیں ہیں جو نمازِ جمعہ کے لیے ہیں۔ البتہ نمازِ عید کے لیے خطبہ شرط نہیں ہے نیز جمعہ کا خطبہ فرض ہے اور عیدین کا خطبہ سنت ہے۔

نمازِ عید کی نیت اور ترکیب

نیت کرتا ہوں دو رکعات نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی، چھ زائد واجب تکبیروں کے ساتھ۔ پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ثنا پڑھے، پھر تین زائد تکبیریں کہے ہر بار ہاتھ

اُٹھائے اور باندھنے کے بہ جائے چھوڑ دے البتہ تیسری تکبیر کے بعد باندھ لے۔ ہر تکبیر کے بعد تین بار سبحان اللہ کہنے کے بہ قدر وقفہ کرے۔ تیسری تکبیر کے بعد تعوّذ اور تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے، کوئی سورت ملائے اور پھر حسبِ معمول رکوع سجود وغیرہ کر کے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے۔ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قرأت پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے کے بہ جائے تین زائد تکبیریں کہے، ہاتھ اُٹھائے اور لٹکائے، چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور نماز پوری کرے۔

نمازِ عید کا وقت

سورج کی روشنی اچھی طرح پھیلنے اور تیز ہونے کے بعد سے شروع ہو کر زوال تک رہتا ہے۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ نمازِ عیدین میں جلدی کی جائے، نیز مسنون یہ ہے کہ نماز عید الاضحیٰ نمازِ عید الفطر کے مقابلے میں نسبتاً پہلے پڑھی جائے۔

نمازِ عید کے متفرق مسائل

(۱) نمازِ عید کے لیے اذان اور اقامت مشروع نہیں ہے۔

(۲) عید گاہ میں یا جس مقام پر عید کی نماز پڑھی جا رہی ہو وہاں کوئی اور نماز پڑھنا مکروہ ہے، عید کی نماز سے پہلے بھی اور عید کی نماز کے بعد بھی۔

(۳) عید کی نماز میں قرأت جہر سے کرنا واجب ہے اور ان سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے جو نبی ﷺ پڑھا کرتے تھے، آپؐ کبھی سورۂ ''الاعلیٰ'' اور سورۂ ''الغاشیہ'' پڑھتے اور کبھی سورۂ ''قٓ'' اور سورۂ ''القمر'' پڑھا کرتے۔

(۴) عید کا خطبہ نمازِ عید کے بعد پڑھنا سنت ہے۔ اور خطبۂ عید کا سننا واجب ہے۔

تکبیرِ تشریق

ذوالحجہ کی نو تاریخ نمازِ فجر کے بعد سے ذوالحجہ کی تیرہ تاریخ نمازِ عصر تک ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے البتہ خواتین کو آہستہ آواز سے پڑھنا

واجب ہے۔ تکبیر تشریق یہ ہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

"اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور شکر و حمد اسی کے لیے ہے۔"

خواتین اور مسافر پر تکبیر تشریق واجب نہیں لیکن یہ اگر کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھیں جس پر تکبیر واجب ہے، تو ان پر بھی واجب ہو جائے گی۔

آدابِ تلاوت

اللہ کی کتاب سے استفادہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اہتمام کے ساتھ اس کی تلاوت کا التزام کیا جائے، اور تلاوت کے وقت اُن امور کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے جن کو آدابِ تلاوت کہا جاتا ہے۔

(۱) طہارت ـــــ قرآن اللہ کا مقدس ہدایت نامہ ہے اس کی تلاوت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ طہارت اور پاکی کا پورا پورا اہتمام کیا جائے۔ قرآن میں ہے:

لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ ۝ (الواقعہ:۷۹)

''اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو نہایت پاک ہیں۔''

اس آیت سے علماء نے یہی سمجھا ہے کہ پاک صاف ہو کر ہی قرآن کو ہاتھ لگانا چاہیے۔ وضو نہ ہو تو وضو کر لیا جائے اور غسل کی حاجت ہو تو غسل کر لیا جائے۔ وضو نہ ہو تو قرآن پڑھنا جائز ہے لیکن غسل کی حاجت ہو تو پڑھنا بھی ممنوع ہے۔

(۲) اخلاصِ نیت ـــــ تلاوت کا مقصود محض رضاءِ الٰہی اور طلبِ ہدایت ہو، اس کے سوا دوسرے تمام جذبات سے دل پاک ہو، اور تلاوت کرنے والا قرآن کی ہدایت کے مطابق اپنی عملی زندگی کو ڈھالنے میں پیہم سرگرم ہو۔

(۳) تعوّذ و تسمیہ ـــــ تلاوت شروع کرتے وقت پہلے تعوذ پڑھی جائے، قرآن کی ہدایت ہے:

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○
(النحل:۹۸)

اور جب تم قرآن پڑھوتو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے (اَعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھو)۔

اور پھر بسم اللہ پڑھ کر قرآن کی تلاوت شروع کی جائے، اگر پڑھتے پڑھتے کسی سے گفتگو وغیرہ کرلی تو پھر تعوذ دُہرالینا چاہیے۔ ہرنئی سورت شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے، البتہ سورۂ ''براء ۃ'' کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔

(۴) قرآن میں دیکھ کر تلاوت کا اہتمام ـــــ قرآن پاک میں دیکھ کر تلاوت کرنے کا بڑا اجر وثواب ہے۔ ایک تو تلاوت کا اجر دوسرے کلام اللہ کو ہاتھ میں لینے اور اس کی زیارت کرنے کا اجر۔

(۵) تجوید وخوش الحانی ـــــ قرآن کو ذوق وشوق اور جوش وجذبے کے ساتھ نہایت خوش الحانی کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر اس طرح پڑھنا کہ حروف بھی ٹھیک ٹھیک ادا ہوں اور رموز اوقاف کا بھی لحاظ رہے۔ قرآن کو بے دلی کے ساتھ رواں دواں پڑھنا اور صحت کا لحاظ نہ رکھنا مکروہ ہے۔ قرآن کو صحیح صحیح پڑھنا واجب ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''حسنِ ادا اور حسنِ آواز سے قرآن کو آراستہ کرو۔'' (ابوداؤد)

(۶) پابندی اور التزام ـــــ روزانہ بلا ناغہ قرآن کا کچھ حصہ تلاوت کرنا مستحب ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس شخص نے قرآن پڑھا اور روزانہ پابندی کے ساتھ اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے مشک سے بھری ہوئی زنبیل کہ اس کی خوش بو چار سو مہک رہی ہے، اور جس شخص نے قرآن پڑھا لیکن وہ اس کی تلاوت نہیں کرتا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے مشک سے بھری ہوئی بوتل کہ اس کو ڈاٹ لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔''

(۷) تہجد میں تلاوت کا اہتمام ـــــ نمازِ تہجد میں تلاوتِ قرآن کا اہتمام فضیلتِ تلاوت کا سب سے اونچا مرتبہ ہے۔ تہجد کا وقت، ریا کاری اور نمود ونمائش سے حفاظت اور خلوص وللّٰہیت نیز توجہ الی اللہ اور دل بستگی کا خاص وقت ہے۔ نبی ﷺ بھی تہجد میں طویل تلاوت کا اہتمام فرماتے تھے۔

(۸) غور و تدبّر ــــ قرآن اسی لیے نازل ہوا ہے کہ اس پر غور و فکر کیا جائے اس کے اوامر کو بجالایا جائے، اور اس کی نواہی سے بچا جائے اور اس کے احکام کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالا جائے۔ قرآن کا تھوڑا سا حصہ پڑھ کر اس پر غور و تدبر کرنا، اور اس کی دعوت و پیغام کو سمجھنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی فرفر بہت سا حصہ پڑھ جائے، البتہ حافظ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ حصہ روزانہ تلاوت کریں تاکہ بھول نہ جائیں۔

(۹) اثر پذیری ــــ قرآن پاک کی تلاوت کرتے وقت جس قسم کے مضامین آئیں ان کے مطابق اُن سے اثر لینا اور اس اثر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ جب خدا کے بے پایاں انعام و اکرام، رحمت و مغفرت اور جنت کی بے مثال نعمتوں کا ذکر ہو تو مسرت اور خوشی کا اظہار کیا جائے اور خدا سے رحمت کی دعا کی جائے۔ اور جب خدا کے غیظ و غضب اور جہنم کی ہول ناکیوں کا تذکرہ ہو، تو اس پر غم زدہ ہو کر رنج و اندوہ کا اظہار کیا جائے، اور خدا کے دامن میں اس سے پناہ مانگی جائے۔

سجدۂ تلاوت

قرآن مجید میں چودہ[1] مقامات ایسے ہیں جن کو پڑھنے یا سُننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔[2] اس کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔ سجدۂ تلاوت واجب ہے، سجدے کے چودہ مقامات یہ ہیں:

(۱) سورۂ الاعراف	آیت ۲۰۶	وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ۝
(۲) سورۂ الرعد	آیت ۱۵	بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۝
(۳) سورۂ النحل	آیت ۵۰	وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۝
(۴) سورۂ بنی اسرائیل	آیت ۱۰۹	وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا۝
(۵) سورۂ مریم	آیت ۵۸	خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا۝
(۶) سورۂ الحج	آیت ۱۸	يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ۝
(۷) سورۂ الفرقان	آیت ۶۰	وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا۝
(۸) سورۂ النمل	آیت ۲۶	رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۝
(۹) سورۂ السجدہ	آیت ۱۵	وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۝
(۱۰) سورۂ صٓ	آیت ۲۴	وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ۝

---

(۱) اہل حدیث کے نزدیک پندرہ مقامات ہیں، وہ سورۂ الحج آیت ۷۷ پر بھی سجدہ کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے ائمہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنت ہے، واجب نہیں۔

(۱۱) سورۂ حٰمٓ السجدہ	آیت ۳۸	وَ ھُمْ لاَ یَسْئَمُوْنَo
(۱۲) سورۂ النجم	آیت ۶۲	فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْاo
(۱۳) سورۂ انشقاق	آیت ۲۱	لاَ یَسْجُدُوْنَo
(۱۴) سورۂ العلق	آیت ۱۹	وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْo

سجدۂ تلاوت کا طریقہ

با وضو کھڑے ہوکر قبلے کی طرف رُخ کرے، اور سجدۂ تلاوت کی نیت کر کے ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہتا ہوا سجدے میں جائے اور سجدے کی تسبیح پڑھے اور اللہ اکبر کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہو، نہ تشہد میں بیٹھنے کی ضرورت ہے، اور نہ سلام پھیرنے کی۔ کھڑے ہوکر سجدۂ تلاوت میں جانا مستحب ہے۔

سجدۂ تلاوت کے مسائل

(۱) آیتِ سجدہ نماز کے اندر پڑھنے کی صورت میں فوراً سجدہ کرنا واجب ہے، تاخیر کرنا جائز نہیں، اور نماز کے باہر پڑھنے کی صورت میں بہتر یہ ہے کہ فوراً سجدہ کرلیا جائے لیکن تاخیر میں بھی کوئی مضائقہ نہیں البتہ بلاوجہ ٹالنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۲) نماز میں آیتِ سجدہ پڑھنے کی صورت میں سجدۂ تلاوت اسی نماز میں ادا کرنا واجب ہے، نہ تو یہ سجدۂ تلاوت نماز کے باہر ادا کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی دوسری نماز میں، — اور اگر نمازی سجدۂ تلاوت اس نماز میں ادا کرنا بھول جائے تو پھر توبہ استغفار کے سوا اس کی تلافی کے لیے کوئی اور صورت نہیں ہے۔

(۳) نماز میں امام آیتِ سجدہ پڑھے تو سارے مقتدیوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہے اور اگر مقتدی آیتِ سجدہ پڑھ لے تو نہ اس مقتدی پر سجدۂ تلاوت واجب ہے اور نہ امام پر۔

(۴) دل میں آیتِ سجدہ پڑھنے یا لکھنے کی صورت میں سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا۔ لیکن سجدے سے بچنے کے لیے یہ صورت اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۵) ایک ہی مجلس میں ایک آیت کئی بار پڑھی تو ایک سجدہ واجب ہوگا اور اگر کئی آیتیں پڑھیں تو جتنی آیتیں پڑھی ہیں اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے اور اگر ایک ہی آیت کئی مجلسوں میں پڑھی تو جتنی مجلسوں میں پڑھی اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔

(٦) سجدۂ تلاوت صحیح ہونے کی شرطیں وہی ہیں جو نماز کی شرطیں ہیں، یعنی باوضو ہونا، قبلے کی طرف رُخ کرنا، اور سجدے میں زمین پر سر رکھنا[1]

---

(۱) بعض ائمہ کا خیال یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت کے لیے نہ وضو شرط ہے، نہ قبلہ رُخ ہونا اور نہ یہ ضروری ہے کہ سجدہ میں زمین پر سر رکھا جائے، بلکہ آیتِ سجدہ سن کر جو شخص جہاں جس حال میں ہو جھک جائے خواہ وضو ہو یا نہ ہو، استقبالِ قبلہ ممکن ہو یا نہ ہو، زمین پر سر رکھنے کا موقع ہو یا نہ ہو، ہر حال میں سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تفہیم القرآن جلد دوم، حاشیہ ۱۵۷۔

قریب المرگ کے احکام

جب محسوس ہونے لگے کہ مریض کا دمِ واپسیں ہے تو اس کو داہنی کروٹ اس طرح لِٹا دیا جائے کہ اس کا منہ قبلے کی طرف رہے اور اگر اس طرح لِٹانے میں کوئی زحمت ہو تو چت لٹا کر پاؤں قبلے کی طرف کر کے سر اونچا کر دینا چاہیے۔ ایسا کرنا مسنون ہے۔

مریض کے پاس بیٹھنے والے کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ذرا اونچی آواز سے پڑھتے رہیں، مریض سے پڑھنے کے لیے نہ کہیں۔ مریض کو کلمۂ طیبہ تلقین کرنا مستحب ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

"مرنے والے کو کلمۂ لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔" (مسلم)

نیز فرمایا:

"جس شخص کا آخری کلمہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔" (ابوداؤد)

نیز مریض کے پاس سورۂ یٰسٓ کی تلاوت مستحب ہے، اور خوش بو وغیرہ سُلگانا بھی مستحب ہے۔ حدیث میں ہے "مرنے والے کے پاس سورۂ یٰسٓ پڑھا کرو۔" (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۳) جان نکلنے کے بعد مُردے کی آنکھیں نرمی سے بند کر کے اس کے منہ پر ایک پٹّی باندھ دیں، پٹّی ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر سر کے اوپر باندھ دی جائے اور مردے کے ہاتھ پیر سیدھے کر دیئے جائیں۔

(۴) میت کے پاس بین کر کے رونا، دہاڑیں مارنا، منہ پیٹنا، گریبان پھاڑنا وغیرہ سب منع ہے۔

(۵) مرنے کے بعد مرنے والے کو اچھے ناموں سے یاد کرنا چاہیے۔ اگر کچھ کوتاہیاں ہوئی ہوں تو بھی ان کا ذکر نہ کیا جائے بلکہ اچھائیوں اور خوبیوں کا ذکر کیا جائے۔ آپ کا ارشاد ہے:

"اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کیا کرو اور ان کی بُرائیوں سے زبان بند رکھا کرو۔"

(ابوداؤد)

غسل اور کفن کے احکام

(۱) مرنے کے بعد غسل اور تجہیز و تکفین میں تاخیر نہ کرنا چاہیے۔ میت کو غسل اور کفن دینا فرض کفایہ ہے۔

(۲) میت کو ایک بار غسل دینا فرض ہے اور تین بار اس پر پانی بہانا مسنون ہے۔

(۳) بہتر یہ ہے کہ میت کو اس کا کوئی عزیز اور رشتہ دار غسل دے لیکن کوئی رشتہ دار نہ ہو یا رشتہ دار کسی وجہ سے غسل نہ دے سکتا ہو یا غسل کا طریقہ نہ جانتا ہو، تو کوئی بھی نیک اور صالح آدمی غسل دے سکتا ہے۔

(۴) میت کو وہ شخص غسل دے جس کے لیے میت کو دیکھنا جائز ہو۔ لہٰذا مرد عورت کو اور عورت مرد کو غسل نہیں دے سکتے۔

(۵) کوئی بچہ پیدا ہوتے ہی مر جائے تو اس کی میت کو غسل دینا بھی فرض ہے اور مرا ہوا پیدا ہو تو اس کو غسل دینا فرض نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ غسل دیا جائے۔

(۶) کفن کے مصارف کی ذمہ داری اصلاً اُس شخص پر ہے جو زندگی میں میت کا کفیل رہا ہو۔ البتہ جس میت کا کوئی کفیل نہ ہو اور خود میت نے بھی کچھ مال نہ چھوڑا ہو، اُس کے کفن کے مصارف مسلمانوں پر اجتماعی حیثیت سے فرض ہیں، چاہے کوئی ایک شخص یہ مصارف برداشت کر لے یا چند افراد چندہ کر کے کفن وغیرہ مہیا کریں۔

(۷) کفن کے لیے وہی کپڑے استعمال کیے جائیں جن کا پہننا میت کے لیے زندگی میں جائز تھا، خواتین کو ریشمی یا رنگین کپڑے کا کفن دینا جائز ہے۔

(۸) کفن کے لیے اوسط درجے کا کپڑا استعمال کرنا چاہیے۔ نہ تو بہت معمولی استعمال کیا جائے اور نہ بہت ہی زیادہ قیمتی استعمال کیا جائے۔ بیش قیمت کپڑے کا کفن دینا مکروہ ہے۔

(۹) مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں (۱) کفنی، (۲) اِزار، (۳) چادر۔ کفنی گلے سے پاؤں تک ہونا چاہیے لیکن اس میں نہ آستین ہو اور نہ کلی وغیرہ۔ اِزار، سر سے لے کر پاؤں تک ہو اور چادر اس سے ایک ہاتھ لمبی تاکہ سر اور پاؤں دونوں جانب باندھی جا سکے۔

(۱۰) عورت کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں۔

(۱) کفنی۔ گلے سے پاؤں تک اس میں کلی اور آستین وغیرہ کچھ نہ ہو۔

(۲) اِزار۔ سر سے پاؤں تک ہونا چاہیے۔

(۳) سر بند۔ تین ہاتھ لمبا ہو، جو سر سے اُڑھا کر چہرے پر ڈال دیا جائے، لپیٹا نہ جائے۔

(۴) سینہ بند۔ سینے سے لے کر رانوں تک لمبا ہو، اور اتنا چوڑا کہ باندھا جا سکے۔

(۵) چادر۔ اِزار سے ایک ہاتھ اور لمبی ہو تاکہ دونوں طرف باندھی جا سکے۔ کسی وقت یہ مسنون کفن میسر نہ ہو تو پھر جس قدر کپڑا میسر ہو اسی میں کفنا دینا چاہیے۔

(۱۱) سفید رنگ کا کفن دینا مستحسن ہے، چاہے کپڑا نیا ہو یا پُرانا، مگر صاف اور پاک ہو۔

نمازِ جنازہ کے احکام

نمازِ جنازہ دراصل خدا سے میت کے لیے دعائے مغفرت ہے، اس لیے اس میں جتنے زیادہ لوگ شریک ہوسکیں اچھا ہے، مگر محض اس غرض سے نمازِ جنازہ میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے اور اس کی فرضیت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

نمازِ جنازہ کے فرائض

نمازِ جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں:

(۱) چار مرتبہ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہنا۔

(۲) قیام کرنا —— کسی عذر کے بغیر بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

نمازِ جنازہ کی سنتیں

نمازِ جنازہ میں تین چیزیں سنت ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا۔

(۲) نبی ﷺ پر درود بھیجنا۔

(۳) میت کے لیے دعا کرنا۔

بالغ میت کی دعا

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ

كَبِيرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ۔

’’اے اللہ! ہمارے زندوں، ہمارے مُردوں، ہمارے اُن لوگوں کو جو حاضر ہیں اور اُن کو جو غائب ہیں، ہمارے چھوٹوں کو، ہمارے بڑوں کو، ہمارے مَردوں کو، ہماری عورتوں کو تو بخش دے، اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے تو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو موت دے تو اُس کو ایمان کی حالت میں موت دے۔‘‘

نابالغ میت کی دعا

اگر لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا۔

اگر لڑکی ہو تو یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً۔

’’اے اللہ! اس بچے یا بچی کو ہماری نجات اور آسائش کے لیے آگے جانے والا بنا اور اس کی جُدائی کے صدمے کو ہمارے لیے باعثِ اجر اور ذخیرہ بنا اور اس کو ہمارے حق میں ایسی شفاعت کرنے والا یا کرنے والی بنا جو مقبول ہو۔‘‘

نمازِ جنازہ کا طریقہ

نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مقتدیوں کی تین صفیں بنائی جائیں، افراد زیادہ ہوں تو زیادہ بنالی جائیں لیکن صفوں کی تعداد طاق رہے۔ اگر امام کے علاوہ صرف چھ آدمی ہوں تب بھی تین صفیں بنائی جائیں۔(۱) پہلی صف میں تین افراد رہیں، دوسری میں دو اور تیسری میں صرف ایک۔ امام میت کے سینے کے بالمقابل کھڑا ہو اور سب لوگ نمازِ جنازہ کی نیت کریں، پھر

(۱) نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ’’جس میت پر تین صفیں نمازِ جنازہ پڑھ لیں اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔‘‘

تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائیں اور پھر دوسری نمازوں کی طرح باندھ لیں، اور ثنا پڑھیں۔ ثنا پڑھنے کے بعد پھر تکبیر کہیں لیکن ہاتھ نہ اُٹھائیں، پھر درود شریف پڑھیں، پھر تکبیر کہیں اور ہاتھ نہ اُٹھائیں بدستور باندھے رہیں۔ اس بار میت کے لیے مسنون دعا پڑھیں۔ پھر چوتھی تکبیر کہیں اس بار بھی ہاتھ باندھے رہیں، اور تکبیر کہہ کر دونوں طرف سلام پھیر دیں —— (امام بلند آواز سے تکبیریں کہے اور مقتدی آہستہ آواز سے)۔

جنازے کے چند مسائل

جنازے کی نماز پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق اسلامی حکومت کا سربراہ یا اس کا کوئی صاحبِ منصب نمائندہ ہے، یہ نہ ہوں تو میت کا ولی نمازِ جنازہ پڑھائے اور اُسے نماز پڑھانے کے لائق ہونا ہی چاہیے۔ ہاں اگر وہ اس سعادت سے محروم ہو تو پھر محلّہ کا امام پڑھائے اور وہ بھی نہ ہو تو پھر کوئی بھی صالح آدمی جس سے میت کے ولی درخواست کریں نمازِ جنازہ پڑھا دے۔

(۲) نمازِ جنازہ اُن تمام چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے دوسری نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں البتہ جنازے کی نماز قہقہہ مار کر ہنسنے سے فاسد نہ ہوگی۔

(۳) اگر یہ اندیشہ ہو کہ وضو یا غسل کرتے کرتے جنازے کی نماز ہو چکے گی تو تیمّم کر کے جنازے کی نماز میں شریک ہونا جائز ہے اس لیے کہ نمازِ جنازہ کی قضا نہیں ہے۔

(۴) نماز جنازہ پڑھنے کے بعد جنازہ فوراً قبرستان لے جانا چاہیے، بلا وجہ تاخیر کرنا صحیح نہیں۔

(۵) جنازے کو ذرا تیز قدموں سے لے چلنا مسنون ہے لیکن اس قدر تیز بھی نہیں کہ میت ہلنے لگے۔

(۶) جنازے کے ساتھ جانے والے جنازہ اُتارنے سے پہلے نہ بیٹھیں، کسی عذر کے بغیر جنازہ اُتارنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے۔

(۷) جنازے کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے، اور سواری ہو تو جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیے۔

(۸) جنازے کے ساتھ چلنے والے بلند آواز سے ذکر و تسبیح نہ کریں، بلند آواز سے ذکر و تسبیح مکروہ ہے۔

(۹) جنازے کے ساتھ خواتین کا جانا مکروہ تحریمی ہے۔

جنازے کو کندھا دینے کا طریقہ

جنازے کو کندھا دینے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازے کا اگلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم ،زکم دس قدم لے چلے۔ پھر پچھلا پایا اپنے داہنے کندھے پر اُٹھا کر اسی طرح کم ازکم دس قدم لے چلے، پھر اگلا پایا اپنے بائیں کندھے پر اٹھا کر دس قدم لے چلے، پھر پچھلا پایا اسی طرح اپنے بائیں کندھے پر اُٹھا کر کم ازکم دس قدم لے چلے، تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر لے چلنے میں کم ازکم چالیس قدم جنازے کے ساتھ جانے کا موقع مل جائے۔

تعزیت

میت کے گھر والوں سے اظہارِ ہمدردی، صبر و شکر کی تلقین اور میت کے لیے دعائے مغفرت کرنے کو تعزیت کہتے ہیں۔ تعزیت کرنا مسنون ہے۔ نبی ﷺ خود بھی تعزیت کا اہتمام فرماتے اور صحابۂ کرامؓ کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

> ''جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اس کے لیے ویسا ہی اجر ہے جیسا کہ اس مصیبت زدہ شخص کے لیے ہے۔'' (جامع ترمذی)

حضرت معاذ بن جبلؓ کے فرزند کا انتقال ہوا تو نبی ﷺ نے اُن کو بڑا ہی مؤثر تعزیت نامہ ارسال فرمایا۔ یہ تعزیت نامہ حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

> محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے معاذ بن جبل کے نام میں سب سے پہلے تمہارے سامنے خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر دست بہ دعا ہوں کہ خدا تم کو اس صدمے (کی برداشت) پر عظیم اجر اور صلے سے نوازے اور تمہیں صبر و تحمل کی قوت عطا فرمائے اور ہمیں اور تمہیں شکر کی توفیق بخشے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں، ہمارے اموال اور ہمارے اہل و عیال اللہ کے مبارک عطیے ہیں اور

ہمارے پاس اس کی سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں، اللہ نے جب تک چاہا تمہیں ان نعمتوں سے مستفیض ہونے اور خوشی حاصل کرنے کا موقع بخشا اور جب اس نے چاہا اپنی ان امانتوں کو تم سے واپس لے لیا اور وہ تمہیں اس کے صلے میں عظیم اجر بخشے گا۔ یعنی اپنی خصوصی عنایت، رحمت اور ہدایت سے تم کو نوازے گا۔ اگر تم نے رضائے الٰہی اور اجر آخرت کے لیے صبر کیا، پس صبر کی روش اختیار کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا جزع وفزع تمہارے اجر اور صلے کو غارت کر دے، اور پھر تمہیں پچھتانا پڑے۔ اور اچھی طرح سمجھ لو کہ آہ وزاری اور واویلا کرنے سے کوئی فوت شدہ انسان واپس نہیں آسکتا۔ اور نہ اس سے رنج وغم دُور ہوسکتا ہے اور جو حکم نازل ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے بلکہ ہو چکا ہے۔

(معجم کبیر)

زکوٰۃ کا بیان

ایمان کی شہادت اور نماز کے بعد اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے۔ نبی ﷺ جب حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف رخصت فرما رہے تھے تو آپؐ نے ان کو وصیت فرمائی تھی: ''یمن پہنچنے کے بعد اُن لوگوں کو پہلے شہادتِ ایمان کی دعوت دینا۔ جب وہ توحید و رسالت کا اقرار کرلیں تو ان کو بتانا کہ خدا نے ان پر شب و روز میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ اس کو بھی مان لیں تو پھر ان کو بتانا کہ خدا نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے وصول کر کے انھی کے ناداروں اور فقیروں میں تقسیم کردی جائے گی۔'' (بخاری، مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں شہادتِ ایمان اور نماز کے بعد زکوٰۃ ہی کا مرتبہ ہے، اور اسلام، ایمان اور نماز کے بعد زکوٰۃ ہی کی دعوت دیتا ہے۔

زکوٰۃ کی اہمیت اور تاکید

قرآن پاک میں کم از کم بتیس مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کی ساتھ ساتھ ہدایت کی گئی ہے جس سے زکوٰۃ کی غیر معمولی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے اور یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ عملی حیثیت سے یہ دونوں عبادتیں دراصل پورے دین کی ترجمانی کرتی ہیں۔ دین بندوں پر دو ہی قسم کے حقوق عائد کرتا ہے، ایک خدا کے حقوق اور ایک بندوں کے حقوق۔ نماز بندے کو خدا کے حقوق ادا کرنے کے لیے تیار کرتی ہے اور زکوٰۃ بندوں کے حقوق کا گہرا احساس پیدا کرتی ہے۔ اور ان دونوں حقوق کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے ہی کا نام اسلام ہے، چناں چہ قرآن نے جگہ جگہ ایمان کے بعد ان دو اعمال کا ذکر کر کے پورا دین مراد لیا ہے۔ چناں چہ مشرکوں کے بارے میں

مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ اگر وہ توبہ کر کے نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور وہ تمہارے دینی بھائی ہو گئے۔

''پس اگر یہ توبہ کر کے نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔''

(التوبہ:۱۱)

اور قرآن کی شہادت ہے کہ وہ لوگ نہ ہدایت پا سکتے ہیں اور نہ ہدایت پر قائم رہ سکتے ہیں جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، بلکہ قرآن نے تو زکوٰۃ نہ دینا مشرکوں اور کافروں کی پہچان قرار دی ہے:

وَ وَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۝ (حٰمٓ السجدہ:۶،۷)

''اور تباہی ہے ان مشرکوں کی جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور یہی لوگ ہیں جو آخرت کے منکر ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے دَور میں جب ایک گروہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، تو آپؓ نے اس انکار کو اسلام سے خروج کے ہم معنیٰ سمجھا، اور اس عزم کا اظہار فرمایا کہ اگر یہ لوگ زکوٰۃ کے مال سے بکری کا ایک بچہ بھی روکیں گے تو میں اُن کے خلاف جہاد کروں گا۔

دراصل ایمان کے بعد نماز اور زکوٰۃ دین کے دو بنیادی ارکان ہیں، ان میں تفریق کا مطلب خدا کے دین سے انحراف ہے، چناں چہ خلیفۂ راشد نے فرمایا:

''خدا کی قسم نماز اور زکوٰۃ کے درمیان جو لوگ تفریق کریں گے، میں ان کے خلاف یقیناً جہاد کروں گا۔'' (بخاری، مسلم)

قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ سارے انبیاء کی امتوں پر اسی طرح فرض رہی ہے جس طرح نماز فرض رہی ہے۔ سورۂ انبیاء میں حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد کہا گیا ہے:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ۝

(الانبیاء:۷۳)

''اور ہم نے ان سب کو پیشوا بنایا جو ہماری ہدایت سے رہ نمائی کرتے تھے، اور ہم نے انھیں وحی کے ذریعے نیک کام کرنے، نماز کا اہتمام کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی، اور یہ سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔''

یہی صراحت حضرت اسمٰعیل اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے بارے میں بھی ہے، بنی اسرائیل سے جو میثاق لیا گیا تھا، قرآن میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے اور قرآن کا بیان ہے کہ اس کی ایک اہم دفعہ یہ بھی تھی کہ ''زکوٰۃ ادا کرتے رہنا۔''

زکوٰۃ نہ دینے کا دردناک انجام

زکوٰۃ کی اہمیت پر قرآن نے اس رُخ سے بھی روشنی ڈالی ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ نہ دیں گے ان کا انجام انتہائی ہول ناک ہوگا، اور وہ دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (التوبہ: ۳۴، ۳۵)

''اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کر کے رکھتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنادو، ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اُسی سے اُن لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا۔ لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔''

اور نبی ﷺ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لرزہ خیز انجام اور عبرت ناک عذاب کی تصویر اس طرح کھینچی ہے:

''جس شخص کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا، پھر اُس شخص نے اُس مال کی زکوٰۃ نہیں دی تو یہ مال و دولت قیامت کے دن ایک انتہائی زہریلے ناگ کی شکل اختیار کر لے گا۔ زہریلے پن کی وجہ سے اس کا سر گنجا ہوگا اور اس پر دو سیاہ نقطے ہوں گے، قیامت کے روز وہ زہریلا ناگ اُس (کنجوس دولت پرست) کے گلے میں لپٹ جائے گا اور

اس کے دونوں جبڑوں میں دانت گاڑ کر کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیری دولت ہوں۔" پھر آپؐ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰـهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَخَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آل عمران:۱۸۰) "جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال و دولت عطا کیا ہے اور وہ بُخل سے کام لیتے ہیں، اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بُخل اور زر پرستی ان کے حق میں بہتر ہے۔ یہ روش ان کے لیے نہایت ہی بُری ہے۔ وہ ایسی کنجوسی سے جو کچھ جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے روز اُن کے گلے کا طوق بن جائے گا۔"

زکوٰۃ کے معنی

لغت میں زکوٰۃ کے معنی ہیں پاک ہونا، نشو و نما پانا اور بڑھنا، اور اصطلاحِ فقہ میں زکوٰۃ سے مراد ہے سال گزرنے پر اپنے مال و متاع میں سے مقررہ مقدار کے مطابق مقرّرہ مدّات میں دینا۔ بلاشبہ زکوٰۃ سے ناداروں کی کفالت، فقیروں کی مدد اور خدا کے دین کی نصرت ہوتی ہے لیکن زکوٰۃ کی تمام تر حیثیت یہی نہیں ہے بلکہ وہ ایک اہم عبادت اور دینی فریضہ ہے، جو خدا کی محبت کا ثبوت بھی ہے اور اس کے بڑھانے کا ذریعہ بھی، قلب و روح کو بُخل اور شُحِّ نفس کے رکیک جذبات سے پاک کر کے قربِ الٰہی کے اعلیٰ مدارج پر سرفراز کرنا، مغفرت کا مستحق بنانا اور حکمت سے نوازنا زکوٰۃ کے اہم مقاصد ہیں۔

زکوٰۃ کا حکم

زکوٰۃ ہر مال دار مسلمان پر سال میں ایک بار قطعی فرض ہے۔ زکوٰۃ کا منکر کافر ہے، اور جو زکوٰۃ نہ ادا کرے وہ فاسق اور سخت گنہگار ہے۔

فقہی اصطلاحات (۳)

(۱) ایامِ بیض

ہر مہینے کی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخیں چاندنی کی خاص تاریخیں ہیں، ان تین ایام کو ایامِ بیض یعنی روشن ایام کہتے ہیں، ایامِ بیض کے تین روزے مسنون ہیں۔

(۲) اعتکاف

اعتکاف کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کچھ وقت کے لیے دنیوی مصروفیات اور تعلقات سے الگ ہوکر یکسوئی کے ساتھ مسجد میں جا بیٹھے اور وہاں ذکر و فکر اور یادِ الٰہی میں مشغول رہے۔ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنتِ کفایہ ہے۔

(۳) زکوٰۃ

زکوٰۃ کے معنی ہیں سال گزرنے کے بعد اپنے مال و متاع میں سے شریعت کا مقرر کیا ہوا حصہ شریعت کی مقرر کی ہوئی مدوں میں دینا۔ زکوٰۃ اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے۔

(۴) درہم

درہم کا وزن دو ماشے اور ڈیڑھ رتی کے برابر ہوتا ہے۔[۱]

(۱) البتہ طہارت اور نجاست کے باب میں درہم کا وزن تین ماشے اور ایک رتی معتبر ہے اور پیمائش میں روپے کے بہ قدر سمجھنا چاہیے۔

(۵) سائمہ

سائمہ سے مراد وہ چرنے والے جانور ہیں، جن کا گزارہ جنگل اور میدانوں کی گھاس پر ہو، ان کے لیے گھر میں گھاس چارہ مہیا نہ کیا جاتا ہو، اور وہ دودھ اور افزائشِ نسل کے لیے پالے گئے ہوں۔

(۶) صاع

ایک پیمانہ ہے جو اسی روپے والے سیر کے حساب سے دو سیر اور تقریباً چھ چھٹانک ہوتا ہے۔[۱] (علم الفقہ)

(۷) صدقۂ فطر

فطر کے معنی ہیں روزہ کھولنا، رمضان کے روزے پورے ہونے پر روزہ کھولنے کی خوشی اور روزوں کے دوران ہونے والی کوتاہیوں کا کفّارہ ادا کرنے کے لیے جو صدقہ دیا جاتا ہے اس کو صدقۂ فطر کہتے ہیں، صدقۂ فطر ہر خوش حال مسلمان پر واجب ہے۔

(۸) صوم

صوم کے معنی ہیں صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانے، پینے اور جنسی ضرورت پوری کرنے سے باز رہنا۔

(۹) ضرورتِ اصلیہ

ضرورتِ اصلیہ سے مراد وہ ضرورتیں ہیں جن پر انسان کی زندگی اور عزت و آبرو کا دارومدار ہے۔ مثلاً کھانے پینے کا سامان، پہننے اوڑھنے کے کپڑے، گھر داری کے برتن اور سامان، سواری کے لیے گھوڑا، سائیکل، موٹر وغیرہ، کتب خانہ اگر کتابیں تجارت کے لیے نہ ہوں، پیشے کے اوزار وغیرہ یہ سب چیزیں ضرورتِ اصلیہ میں داخل ہیں۔ زکوٰۃ کسی شخص پر اُسی وقت واجب

---

(۱) بہشتی زیور میں ایک شخص کا صدقۂ فطر ایک سیر ۱۲½ چھٹانک لکھا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے نزدیک صاع کا وزن تین سیر اور ۹ چھٹانک ہے۔

ہوتی ہے جب اس کے پاس مال ضرورتِ اصلیہ سے زائد بہ قدر نصاب ہو، اور وہ مال بھی ایسا ہو جس پر شریعت نے زکوٰۃ مقرر کی ہو۔

(۱۰) عشر

عشر کے لغوی معنی ہیں دسواں حصہ، اور اصطلاح میں عشر سے مراد پیداوار کی زکوٰۃ ہے، جو بعض زمینوں میں دسواں حصہ دینا ہوتی ہے، بعض میں بیسواں حصہ اور معدن اور خزانہ ہاتھ آئے تو پانچواں حصہ دینا ہوتا ہے اس کو خمس کہتے ہیں۔

(۱۱) مثقال

مثقال کا وزن تین ماشے اور ایک رتّی ہوتا ہے، یہی وزن دینار کا بھی ہوتا ہے اور طہارت کے باب میں درہم سے وہی درہم مراد ہے جس کا وزن ایک مثقال کے برابر ہو۔ البتہ زکوٰۃ کے باب میں درہم سے وہ درہم مراد ہے جس کا وزن دو ماشے اور ڈیڑھ رتّی ہوتا ہے۔

(۱۲) نصاب

مال ومتاع کی وہ مقررہ مقدار، جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی ہے، مثلاً سونے کا نصاب[1] پانچ تولے اور ڈھائی ماشے ہے، چاندی کا نصاب چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے ہے، بکری کا نصاب چالیس بکریاں ہیں، گائے یا بھینس کا نصاب تیس گائیں یا بھینسیں ہیں۔ اونٹ کا نصاب پانچ اونٹ ہیں، اس سے کم مال اگر کسی کے پاس ہوگا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

---

(۱) مشہور قول یہ ہے کہ سونے کا نصاب ۷ ½ تولے ہے اور چاندی کا نصاب ۵۲ ½ تولے، بہشتی زیور میں بھی یہی منقول ہے، البتہ مولانا عبد الشکور صاحبؒ لکھنوی نے حساب لگا کر جو کچھ لکھا ہے وہی حساب کی رو سے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور متن میں اسی کے مطابق سونے چاندی کا نصاب لکھا گیا ہے۔

زکوٰۃ کی شرائطِ وجوب

زکوٰۃ واجب ہونے کی سات شرطیں ہیں۔ یہ سات شرطیں پائی جائیں تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

(۱) **اسلام** —— زکوٰۃ صرف اسی شخص پر واجب ہوگی جو اسلام کو اپنا دین مانے اور مسلمان ہونے کا اقرار کرے، غیر مسلم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اسلام لانے سے پہلے پیشگی زکوٰۃ ادا کر دے تو اسلام لانے کے بعد دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی، اس لیے کہ جس وقت اس نے ادا کی تھی اُس وقت اُس پر واجب ہی نہ تھی۔

(۲) **عقل** —— جو شخص عقل و خرد سے محروم، دیوانہ اور مجنون ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

(۳) **بلوغ** —— نابالغ بچے پر زکوٰۃ واجب نہیں[۱]

(۴) **مالکِ نصاب ہونا** —— یعنی اتنے مال و متاع کا مالک ہونا جس پر شریعت نے زکوٰۃ واجب قرار دی ہے۔

(۵) **پورا سال گزرنا** —— نصاب کے بہ قدر مال و متاع مہیا ہوتے ہی زکوٰۃ واجب نہیں ہو جاتی بلکہ جب اس مال پر پورا سال گزر جاتا ہے تب واجب ہوتی ہے، اس کو حولانِ حول کہتے ہیں۔

(۶) **مقروض نہ ہونا** —— کسی کے پاس مال و متاع نصاب کے بہ قدر موجود تو ہے، لیکن اس پر قرض اس سے زیادہ ہے یا اتنا ہے کہ قرض ادا کرنے کے بعد مال بہ قدر نصاب نہیں بچتا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

---

(۱) بعض علماء اس شرط کے قائل نہیں ہیں، تفصیل کے لیے آسان فقہ دوم دیکھیے۔

(۷) ضرورتِ اصلیہ سے زائد ہونا ـــــ ضرورتِ اصلیہ سے مراد وہ ضرورتیں ہیں جن پر انسان کی عزت وآبرو اور زندگی کا دارومدار ہے، مثلاً کھانا پینا، لباس، رہنے کا مکان، پیشہ ور کے اوزار، سواری کا گھوڑا، ٹانگہ، موٹر، اسکوٹر وغیرہ، گھرداری کا سامان، ذاتی کتب خانہ جو تجارت کے لیے نہ ہو، یہ ساری چیزیں ضرورتِ اصلیہ میں داخل ہیں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ان ضرورتوں سے زائد مال بہ قدر نصاب ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی اگر مال ودولت وہ ہو جس پر شریعت نے زکوٰۃ واجب کی ہے۔

ادائے زکوٰۃ کی شرائطِ صحت

ادائے زکوٰۃ کی شرائطِ صحت چھ ہیں۔ یہ چھ شرطیں پائی جائیں تو زکوٰۃ کا ادا کرنا صحیح مانا جائے گا ورنہ نہیں۔

(۱) اسلام ـــــ چوں کہ غیر مسلم پر زکوٰۃ واجب ہی نہیں ہے اس لیے اگر کوئی غیر مسلم زکوٰۃ دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ زکوٰۃ کی ادائی صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ادا کرنے والا مسلمان ہو لہٰذا اسلام لانے سے پہلے اگر کوئی غیر مسلم آئندہ کی زکوٰۃ ادا کرے اور پھر اسلام سے مشرف ہو تو یہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اسلام لانے کے بعد پھر زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

(۲) عقل ـــــ دیوانہ اور ناقص العقل زکوٰۃ دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

(۳) بلوغ ـــــ نابالغ بچہ زکوٰۃ ادا کرے تو یہ زکوٰۃ صحیح نہ ہوگی۔ لہٰذا بلوغ سے پہلے اگر کوئی بچہ آئندہ کے لیے پیشگی زکوٰۃ ادا کرے تو یہ زکوٰۃ صحیح نہ ہوگی۔ بالغ ہونے کے بعد پھر ادا کرنا ہوگی۔

(۴) زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کرنا ـــــ یعنی زکوٰۃ کا مال مستحق کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا، یا زکوٰۃ کا مال الگ نکالتے وقت زکوٰۃ کی نیت کر لینا۔

(۵) جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو مالک بنانا، اس کو تملیک کہتے ہیں۔

(۶) قرآنِ پاک میں مستحقینِ زکوٰۃ کی جو مدیں بیان کی گئی ہیں انھیں مدوں میں صرف کرنا، ان مدوں کے علاوہ کسی دوسری مد میں زکوٰۃ صرف کی جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

نصابِ زکوٰۃ

سونا، چاندی، تجارتی اموال اور جانوروں وغیرہ کی وہ متعینہ مقدار جس پر سال بھر گزرنے سے زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے، اس کو اصطلاح میں نصاب کہتے ہیں۔

سونے اور چاندی کا نصاب

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جس کا وزن پانچ تولے اور ڈھائی ماشہ سونا بنتا ہے، یعنی کسی کے پاس اتنے وزن کا سونا ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اس سے کم وزن پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے، جس کا وزن چھتیس (۳۶) تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی بنتا ہے، جس شخص کے پاس اتنے وزن کی چاندی ہو اور اس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ اس سے کم وزن کی چاندی ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ چاہے یہ چاندی سونا سکوں کی شکل میں ہو یا زیور ہو یا لچکا اور گوٹہ وغیرہ ہو یا کچھ اور۔(۱)

مالِ تجارت اور نوٹ وغیرہ کا نصاب

مالِ تجارت یا نوٹ وغیرہ میں سونے، چاندی کی قیمت کا اعتبار کیا جائے۔ جس شخص

---

(۱) علم الفقہ۔ جلد ۴، صفحہ ۲۶، ۲۷۔ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے نزدیک بھی چاندی کا یہی نصاب ہے۔ بعض علماء کے نزدیک چاندی کا نصاب ۵۲ ½ (ساڑھے باون) تولے ہے اور سونے کا نصاب ۷ ½ تولے ہے بہشتی زیور میں بھی یہی نصاب بیان کیا گیا ہے حصہ سوم صفحہ ۲۱

کے پاس سونے یا چاندی کے نصاب کی قیمت کے بہ قدر[۱] نوٹ وغیرہ ہوں یا تجارتی مال ہو، تو سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

چاندی، سونا، مالِ تجارت اور نوٹوں وغیرہ میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔

سائمہ جانوروں کا نصاب

صرف پالتو جانوروں کی زکوٰۃ فرض ہے جنگلی جانوروں مثلاً ہرن، پاڑہ، نیل گائے وغیرہ کی زکوٰۃ فرض نہیں، ہاں اگر یہ جنگلی جانور تجارت کی غرض کے لیے ہوں تو پھر ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ اور جو جانور پالتو اور جنگلی جانور کے اختلاط سے پیدا ہوں تو ان پر زکوٰۃ فرض ہونے کی شرط یہ ہے کہ اختلاط کرنے والوں میں مادہ جانور پالتو ہو، مثلاً جو جانور بکری اور نر ہرن کے اختلاط سے پیدا ہوں گے ان کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔

بھیڑ بکری کا نصاب

جس کسی کے پاس چالیس (۴۰) بکریاں ہو جائیں، اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ تفصیل اس طرح ہے:

چالیس بکریوں یا بھیڑوں میں ایک بکری یا بھیڑ۔

اکتالیس (۴۱) سے ایک سو بیس (۱۲۰) تک کچھ واجب نہیں اور جب ایک سو اکیس (۱۲۱) بکریاں بھیڑیں ہو جائیں تو دو بکریاں یا بھیڑیں واجب ہوں گی، پھر ایک سو بائیس (۱۲۲) سے دو سو (۲۰۰) تک کچھ واجب نہیں، اور جب دو سو (۲۰۰) سے ایک زائد ہو جائے تو تین (۳) بکریاں یا بھیڑیں واجب ہوں گی۔ پھر دو سو دو (۲۰۲) بکریوں سے تین سو ننانوے (۳۹۹) تک کچھ واجب نہیں، چار سو (۴۰۰) پوری ہو جائیں تو چار (۴) بکریاں یا بھیڑیں واجب ہوں گی۔

---

(۱) البتہ یہ لحاظ رہے کہ سونے یا چاندی میں سے جس کے حساب سے نصاب پورا ہو جاتا ہے، اسی کا اعتبار کیا جائے، مثلاً آج کے دَور میں اگر کسی کے پاس چار سو (۴۰۰) روپے نقد ہوں یا اتنے کا تجارتی سامان ہو تو اس قیمت میں سونے کا نصاب تو نہیں ہوتا لیکن چاندی کا نصاب بن جاتا ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ ادا کرنا چاہیے۔

چار سو (۴۰۰) کے بعد ہر سو (۱۰۰) پر ایک بکری یا بھیڑ کے حساب سے زکوٰۃ فرض ہوگی۔ سو (۱۰۰) سے کم پر بھی کچھ نہیں اور سو (۱۰۰) سے زائد پر بھی کچھ نہیں۔

بکری اور بھیڑ کی زکوٰۃ میں ایک سال یا اس سے زائد کا بچہ دینا چاہیے۔

گائے بھینس کا نصاب

جس کے پاس تیس (۳۰) گائے بھینسیں ہو جائیں اس پر زکوٰۃ فرض ہے، اس سے کم پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ تفصیل اس طرح ہے:

تیس (۳۰) گائے بھینسوں میں گائے یا بھینس کا ایک بچہ جو پورے ایک سال کا ہو۔

اکتیس (۳۱) سے انتالیس (۳۹) تک کچھ واجب نہیں۔

چالیس (۴۰) گائے بھینسوں میں ایک بچہ جو پورے دو سال کا ہو۔

اکتالیس (۴۱) سے انسٹھ (۵۹) تک کچھ واجب نہیں۔

ساٹھ (۶۰) گائے بھینسوں میں ایک ایک سال کے دو بچے۔

ساٹھ (۶۰) سے زائد میں ہر تیس میں ایک سال کا بچہ اور ہر چالیس میں دو ۲ سال کا بچہ، مثلاً (۷۰) گائے اور بھینسوں میں ایک نصاب تیس کا ہے، اور ایک نصاب چالیس کا ہے، اور اسی گائے بھینسوں میں چالیس، چالیس کے دو نصاب ہیں لہٰذا دو دو سال کے دو بچے واجب ہوں گے۔

اونٹ کا نصاب

جس کے پانچ اونٹ ہو جائیں اس پر زکوٰۃ فرض ہے، اس سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے، نصاب کی تفصیل اس طرح ہے:

پانچ اونٹوں پر ایک بکری اور نو تک ایک ہی بکری واجب رہے گی۔

دس اونٹوں پر دو بکریاں اور چودہ تک دو ہی بکریاں واجب رہیں گی۔

پندرہ اونٹوں پر تین بکریاں اور اُنیس تک تین بکریاں ہی واجب رہیں گی۔

بیس اونٹوں پر چار بکریاں اور چوبیس اونٹوں تک چار ہی بکریاں واجب رہیں گی۔

پچیس اونٹوں پر ایک ایسی اونٹنی جس کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو۔

چھبیس (۲۶) سے پینتیس (۳۵) تک کچھ واجب نہیں

چھتیس (۳۶) اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی جس کا تیسرا سال شروع ہو چکا ہو۔

سینتیس (۳۷) سے پینتالیس (۴۵) تک کچھ واجب نہیں۔

چھیالیس (۴۶) میں ایک ایسی اونٹنی جس کا چوتھا سال شروع ہو چکا ہو۔

سینتالیس (۴۷) سے ساٹھ (۶۰) تک کچھ واجب نہیں۔

اکسٹھ (۶۱) اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی واجب ہے جس کا پانچواں سال شروع ہو چکا ہو۔

باسٹھ (۶۲) سے پچہتر (۷۵) تک کچھ واجب نہیں۔

چھہتر (۷۶) اونٹوں میں دو ایسی اونٹنیاں واجب ہیں جن کو تیسرا سال شروع ہو چکا ہو۔

ستہتر (۷۷) سے نوّے (۹۰) تک کچھ واجب نہیں۔

اکیانوے (۹۱) میں دو ایسی اونٹنیاں واجب ہیں جن کا چوتھا سال شروع ہو چکا ہو۔ اور ایک سو بیس اونٹوں تک دو ہی اونٹنیاں واجب ہوں گی۔ اس کے بعد پھر وہی حساب نئے سرے سے شروع ہو جائے گا۔ جب پانچ اونٹ ہوں تو ایک بکری واجب ہوگی، دس اونٹ ہوں گے تو دو بکریاں، کسی کے پاس اگر ایک سوتیس (۱۳۰) اونٹ ہو جائیں تو چوتھے سال والی دو اونٹنیاں واجب ہوں گی اور دو بکریاں واجب ہوں گی۔ اور جب ایک سو بیس سے پچیس زائد ہو جائیں تو پچیس پر ایک ایسی اونٹنی واجب ہوگی جس کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو اور تیس زائد ہو جائیں یعنی ایک سو پچاس اونٹ ہو جائیں تو تین ایسی اونٹنیاں واجب ہوں گی جن کا چوتھا سال شروع ہو چکا ہو۔

مصارفِ زکوٰۃ

زکوٰۃ، قرآن کی ہدایت کے مطابق آٹھ مدوں میں صرف کی جاسکتی ہے۔ یہی آٹھ مدیں مصارفِ زکوٰۃ ہیں، ان مدوں کے علاوہ کسی دوسری مد میں زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں۔ قرآن کی ہدایت کے مطابق وہ آٹھ مدیں یہ ہیں:

(۱) **فقیر** — فقیر غنی کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور اس سے ہر ایسا نادار شخص مراد ہے جس کے پاس کوئی بھی ایسا مال نہ ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، یتیم، بیوہ، اپاہج اور مریض لوگ جو اپنی روزی نہ کما سکتے ہوں اور صاحبِ نصاب نہ ہوں، یہ سب اسی مد میں شمار کیے جائیں گے۔

(۲) **مسکین** — مسکین سے مراد وہ خود دار تنگ دست لوگ ہیں جو انتہائی مفلوک الحال ہوں، جن کے پاس دوسرے وقت کا کھانا بھی نہ ہو جو بالکل ہی خالی ہاتھ ہوں، لیکن چل پھر کر سوال نہ کرتے ہوں۔ (بخاری، مسلم)

(۳) **عاملِ صدقہ** — زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے اسلامی بیت المال کی طرف سے جو شخص مقرر ہوتا ہے اس کی تنخواہ بھی زکوٰۃ کے مال میں سے دی جائے گی چاہے وہ غنی ہی ہو۔

(۴) **مؤلفہ القلوب** — یعنی وہ لوگ جن کی تالیفِ قلب اہم ترین دینی اور ملّی مصالح کے لیے مقصود ہو، حنفیہ کے نزدیک یہ مد اب ختم ہوگئی ہے، امام مالکؒ کا مسلک بھی یہی ہے، بعض دوسرے فقہاء کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم بدستور باقی ہے اور حسبِ ضرورت اب بھی تالیفِ قلب کے لیے اس مد میں زکوٰۃ صرف کی جاسکتی ہے۔[1]

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے آسان فقہ دوم۔

(۵) غلام ـــــ یعنی وہ مکاتب غلام اور باندی جس نے اپنے آقا سے اپنی رہائی کے لیے کچھ مال دینے کا معاملہ طے کرلیا ہو، اس مد میں بھی زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے۔

(۶) قرض دار ـــــ ایسے لوگ جو قرض کے بوجھ میں دبے ہوئے ہوں اور اپنی ضروریات سے بچا کر قرض ادا نہ کر پا رہے ہوں، ان کا قرض ادا کرانے کے لیے بھی زکوٰۃ کی رقم صرف کی جاسکتی ہے اور اس سے وہ لوگ بھی مراد ہیں جو کسی غیر معمولی حادثہ کا شکار ہوگئے، کوئی تاوان یا جرمانہ دینا پڑا، یا کاروبار اس حد تک فیل ہوگیا کہ کچھ نہیں بچا اور کوئی حادثہ پیش آیا اور سارا اثاثہ تباہ ہوگیا۔

(۷) فی سبیل اللہ ـــــ یعنی خدا کی راہ میں، جو مجاہدین بھی نظامِ کفر کو مٹا کر دینِ حق کو غالب اور قائم کرنے میں مصروف ہوں چاہے وہ میدانِ جنگ کے سپاہی ہوں، یا دین کی حفاظت ونصرت اور اقامتِ دین کے دوسرے شعبوں میں ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہوں یا دین کا علم حاصل کرنے والے طلبہ ہوں یا حج کو جانے والے مسافر ہوں جو کسی وجہ سے ضرورت مند ہوگئے ہوں ان سب کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔

(۸) مسافر ـــــ جو لوگ بھی سفر میں ہوں اور کسی بھی وجہ سے مدد کے محتاج ہوجائیں خواہ وہ گھر کی زندگی میں خوش حال اور صاحبِ نصاب ہوں۔

زکوٰۃ کا مال ان مدوں کے علاوہ دوسری کسی بھی مد میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص کی زکوٰۃ لازماً ان ساری مَدوں میں صرف ہو، بلکہ چند مدوں میں یا کسی ایک ہی مد میں بھی ساری زکوٰۃ صرف کی جاسکتی ہے اور یہی مصارف عُشر کے بھی ہیں، البتہ نفلی صدقات میں اختیار ہے۔

نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ مجھے بھی عنایت فرمائیے! نبی ﷺ نے ان کو جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف کو نہ تو کسی نبی کی مرضی پر چھوڑا ہے اور نہ کسی غیر نبی کی مرضی پر بلکہ خود ہی اس کا فیصلہ فرمادیا ہے، اور اس کے آٹھ حصے قرار دے دیئے ہیں، پس تم اگر ان مدوں میں سے کسی مد میں آتے ہو تو میں ضرور تمہیں زکوٰۃ میں سے دے دوں گا۔'' (ابوداؤد)

زکوٰۃ کے متفرق مسائل

(۱) کسی خدمت کے عوض میں یا کسی کام کی اُجرت میں زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہیں، البتہ جو شخص بیت المال کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو اس کی تنخواہ زکوٰۃ میں سے دی جاسکتی ہے۔

(۲) زکوٰۃ صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ مستحق کو دیتے وقت بتایا جائے، بلکہ انعام کے نام سے یا بچوں کے لیے تحفہ اور عیدی کے طور پر دے دینا بھی جائز ہے۔

(۳) زکوٰۃ قمری مہینے کے حساب سے دینا بہتر ہے لہٰذا جب قمری حساب سے سال پورا ہو جائے تو فوراً ادا کر دینا چاہیے بلاوجہ تاخیر کرنا درست نہیں، لیکن قمری حساب سے ہی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری نہیں ہے، شمسی مہینوں کے حساب سے بھی زکوٰۃ ادا کرنا صحیح ہے۔

(۴) سال پورا ہونے سے پہلے نصاب کم ہو گیا تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی، ہاں اگر سال کے شروع اور اختتام پر مال بہ قدرِ نصاب موجود رہے اور درمیان میں کچھ مدت کے لیے نصاب سے مال کم ہو جائے یا بالکل ہی نہ رہے، تب بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، وجوبِ زکوٰۃ کے لیے سال کے آغاز اور اختتام میں مال بہ قدر نصاب ہونا کافی ہے۔

(۵) زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد کسی طرح مال ضائع اور تباہ ہو جائے تو زکوٰۃ واجب نہ رہے گی۔

(۶) زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوٰۃ میں چاہے وہ چیز ادا کرے جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے یا اس کی قیمت ادا کرے، ہر حال میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یہ واضح رہے کہ قیمت

ادا کرنے کی صورت میں، اس وقت کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جس وقت زکوٰۃ ادا کی جا رہی ہے نہ کہ اُس وقت کی قیمت، جس وقت کہ زکوٰۃ واجب ہوئی ہے۔ مثلاً ایک شخص نے بکریاں پال رکھی ہیں، سال گزرنے پر زکوٰۃ میں ایک بکری واجب ہوگئی، جس کی قیمت اس وقت مبلغ پچاس روپے ہے، لیکن کسی وجہ سے وہ اُس وقت زکوٰۃ نہ نکال سکا اور ایک ماہ بعد ادا کر رہا ہے تو اِس وقت اس بکری کی جو قیمت ہوگی وہی ادا کرنا ہوگی۔ اگر قیمت کم ہوکر چالیس روپے رہ گئی ہے تو چالیس روپے ادا کرنے ہوں گے اور اگر بڑھ کر ساٹھ روپے ہوگئی ہے تو ساٹھ روپے ادا کرنا ہوں گے۔

(۷) زکوٰۃ میں متوسط درجے کا مال ادا کرنا چاہیے۔ نہ تو یہ صحیح ہے کہ زکوٰۃ دینے والا معمولی مال زکوٰۃ میں ادا کرے اور نہ یہ درست ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا اچھے سے اچھا مال وصول کرے۔

(۸) سال کے دوران مال میں جو اضافہ ہو جائے، چاہے کاروبار میں نفع کے ذریعے ہو یا چوپایوں کے بچے ہو جائیں، یا کوئی مال ہبہ کردے یا ترکے میں کچھ مل جائے، غرض جس طرح بھی مال حاصل ہو، سارے مال پر زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی، چاہے بعد میں حاصل ہونے والے مال پر ابھی پورا سال نہ گزرا ہو۔

(۹) اسلامی حکومت قائم ہو تو زکوٰۃ سرکاری بیت المال میں ہی جمع کرنا چاہیے، اور حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ زکوٰۃ وصول کرنے اور مستحقین میں تقسیم کرنے کا انتظام کرے، اور جہاں کے مسلمان اپنی شدید تر غفلت کے باعث خدا کی اس نعمت سے محروم ہوں تو اُن کا فرض ہے کہ وہ اپنے طور پر کوئی نظم قائم کریں، اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر بدرجۂ مجبوری اپنے اپنے طور پر مستحقین کو زکوٰۃ پہنچائیں اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے پیہم فکری اور عملی کوششیں کرتے رہیں۔

(۱۰) کسی کاروبار میں چند افراد شریک ہوں اور سارے شرکاء کے حصوں کا مجموعہ بہ قدرِ نصاب ہو لیکن ہر ایک کا حصہ الگ الگ نصاب سے کم ہو تو کسی شریک پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔[1]

---

(۱) امام شافعیؒ کے نزدیک اگر مجموعہ بہ قدرِ نصاب ہو تو مجموعے پر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی۔ حصہ داروں کا الگ الگ حصہ اگرچہ بہ قدرِ نصاب نہ ہو۔

(۱۱) سال گزرنے سے پہلے اگر کوئی شخص زکوٰۃ ادا کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، چاہے پوری زکوٰۃ یک مشت ادا کر دے یا قسطوں میں ادا کرے ہر حال میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی زکوٰۃ پیش گی ادا کرنے کے بارے میں نبی ﷺ سے دریافت فرمایا تو نبی ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

(۱۲) جواہرات اور تانبے پیتل کے برتن اور مکان اور دُکان وغیرہ چاہے کتنی ہی قیمت کے ہوں، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ان پر زکوٰۃ اسی صورت میں واجب ہوگی جب یہ تجارت کے لیے ہوں۔

(۱۳) کسی کے پاس کچھ سونا، اور کچھ چاندی ہے اور دونوں نصاب کی مقدار سے کم ہیں تو اس صورت میں چاندی یا سونے کی قیمت لگا کر سونے یا چاندی میں جوڑی جائے، اور سونے یا چاندی میں سے جس کا نصاب بھی پورا ہو جائے، زکوٰۃ ادا کر دی جائے، اور اگر دونوں میں سے کسی کا نصاب بھی پورا نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

(۱۴) جس شخص کے پاس نصاب سے کم صرف سونا ہے اور چاندی کی کوئی چیز بھی نہیں ہے، تو چاہے اس سونے کی قیمت چاندی کے مقدارِ نصاب سے زائد ہی کیوں نہ ہو، اُس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

(۱۵) اپنے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی اور ان کے ماں باپ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اسی طرح اپنے بیٹے، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی اور ان سب کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

(۱۶) بیوی اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

(۱۷) اوپر بیان کیے ہوئے رشتہ داروں کے علاوہ تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، بلکہ اپنے رشتہ داروں کو دینے کی زیادہ فضیلت ہے، زکوٰۃ دینے کا اجر بھی ہے اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا اجر بھی۔

(۱۸) اگر یہ اندیشہ ہو کہ رشتہ دار زکوٰۃ کا مال لینے میں جھجک محسوس کریں گے یا نہیں

لیں گے تو ان کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے، اس لیے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کی صحت کے لیے زکوٰۃ لینے والے کو یہ بتانا شرط نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے، کسی بھی عمدہ طریقے سے اس کو دی جاسکتی ہے۔

(۱۹) بنی ہاشم کے تین خاندانوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

(۱) حضرت عباسؓ کی اولاد کو

(۲) حارث کی اولاد کو

(۳) ابوطالب کی اولاد کو

سادات بنی فاطمہ اور سادات علوی اسی تیسرے خاندان میں داخل ہیں، مگر چوں کہ ہمارے ملک میں اب یہ تحقیق بہت دشوار ہے کہ فی الواقع کون سیّد ہے اور ان تین خاندانوں میں سے کسی خاندان سے اس کا تعلق ہے یا نہیں، اس لیے اب یہ ذمہ داری زکوٰۃ لینے والے کی ہے کہ اگر اُس کو یقین ہو کہ وہ ان تین خاندانوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ زکوٰۃ نہ لے۔

(۲۰) زکوٰۃ کا مال جہاں تک ہو اپنی ہی بستی کے ناداروں اور حاجت مندوں میں تقسیم کرنا چاہیے البتہ دوسرے مقامات پر اگر کوئی ناگہانی حادثہ پیش آجائے یا کوئی دینی مدرسہ ہو، یا قریبی رشتہ دار رہتے ہوں اور وہ ضرورت مند ہوں تو ان صورتوں میں دوسرے مقامات پر زکوٰۃ بھیجنا درست ہے۔

(۲۱) بیت المال سے یتیم خانوں، دینی تعلیم کے اداروں، اور غرباء کے شفاخانوں کی امداد کرنا بھی صحیح ہے اور خود اپنے انتظام سے بھی اس طرح کے ادارے زکوٰۃ کی مدد سے قائم کیے جاسکتے ہیں۔

(۲۲) اپاہج، مریض، بیوہ اور یتیموں کے لیے وقتی اعانت بھی زکوٰۃ کی مد سے جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ حسب ضرورت ان کے مستقل وظائف مقرر کیے جائیں۔

عشر کا بیان

عشر کے لغوی معنی ہیں دسواں حصہ، لیکن اصطلاحِ شرع میں عشر سے مراد پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو بعض زمینوں میں دسواں حصہ ہوتی ہے اور بعض میں بیسواں حصہ۔

جس کھیت یا باغ کی پیداوار، بارش، چشمے، دریا، ندی اور قدرتی نالوں سے حاصل ہوتی ہے یا دریا اور ندی کے کنارے زمین کی قدرتی تری سے حاصل ہوتی ہے، ان میں پیداوار کا دسواں حصہ نکالنا فرض ہے، اور جس کھیت یا باغ کی پیداوار ٹیوب ویل، کنواں یا اور کسی طرح محنت یا خرید کے پانی سے ہو اس میں پیداوار کا بیسواں حصہ نکالنا فرض ہے۔

عشر کا حکم

زمین کی ہر پیداوار، غلّہ، پھل، سبزی، ترکاری، گنّا، مونگ پھلی، سرسوں، السی، مونگ، مٹر، شہد وغیرہ میں عشر نکالنا فرض ہے، قرآن پاک میں صاف صاف حکم ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ص (البقرہ:۲۶۷)

''ایمان والو! راہِ خدا میں بہتر حصہ خرچ کرو اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے۔''

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ز صلے (الانعام:۱۴۱)

''اور اللہ کا حق ادا کرو جب تم (ان باغوں اور کھیتوں کی) فصل کاٹو۔''

احادیث سے بھی عشر کی فرضیت ثابت ہے، آپؐ کا ارشاد ہے:

''جو زمین، بارش یا چشمے کے پانی (قدرتی ذرائع سے سیراب ہو یا قدرتی طور پر خود سیراب ہو) تو اس میں دسواں حصہ واجب ہے اور جو زمین خود پانی کھینچ کر سیراب کی جائے (مصنوعی ذرائع آب پاشی سے سیراب کی جائے) تو اس میں نصف عشر واجب ہے۔'' (بخاری، بیہقی)

اور ارشاد فرمایا:

''شہد میں عشر ادا کیا کرو۔'' (ترمذی)

نیز فرمایا:

''دس مشک شہد میں ایک مشک شہد دینا واجب ہے۔'' (ترمذی)

عشر کے مسائل

(۱) عشر فرض ہونے کے لیے کسی نصاب کی کوئی شرط نہیں[۱]، تھوڑی پیداوار ہو یا زیادہ بہ ہر حال عشر واجب ہے، البتہ ایک صاع یعنی دو ڈھائی کلوگرام سے کم نہ ہو۔

(۲) عشر میں ایک سال گزرنے کی قید نہیں ہے، بلکہ جن زمینوں سے سال میں دو فصلیں حاصل ہوتی ہیں، ہر مرتبہ عشر فرض ہوگا، اور ہر طرح کے پھلوں اور ترکاریوں میں عشر فرض ہے، چاہے وہ چند دن روکی جاسکیں یا نہ روکی جاسکیں، مثلاً سبزیاں، آم، امرود وغیرہ۔

(۳) اگر پیداوار کا مالک کوئی نابالغ بچہ ہو یا کوئی کم عقل اور دیوانہ ہو تب بھی عشر نکالنا فرض ہے۔ اس میں عقل اور بلوغ کی شرط نہیں ہے۔

(۴) جو لوگ دوسرے کی زمین کرائے پر لے کر یا عاریتاً لے کر کاشت کریں تو اگرچہ وہ کھیت یا باغ کے مالک نہیں ہیں لیکن چوں کہ پیداوار کے مالک ہیں اس لیے عشر انہی پر واجب ہوگا۔

(۵) اگر کوئی زمین ایسی ہو جس کو اپنی محنت سے بھی سینچا گیا ہو، اور بارش اور دریا کے

---

(۱) یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے، صاحبین اور امام شافعیؒ اور اہلِ حدیث کے نزدیک پانچ وسق سے کم میں عشر فرض نہیں ہوتا، اور ایک وسق ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے، ایک صاع تقریباً ۲ سیر چھ چھٹانک کا ہوتا ہے۔ (علم الفقہ)

پانی سے بھی وہ سیراب ہوئی ہو، تو اس میں اکثر کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر مصنوعی ذرائع آب پاشی سے زیادہ سینچی گئی ہو تو نصف عشر واجب ہوگا اور اگر قدرتی ذرائع سے زیادہ سیراب ہوئی ہو تو عشر واجب ہوگا۔

(۶) کل پیداوار کا دسواں حصہ عشر میں دینا واجب ہے نہ یہ کہ پہلے کھیت یا باغ کے سارے مصارف ادا کردیئے جائیں اور پھر بقیہ پیداوار میں سے عشر ادا کیا جائے مثلاً سو کوئنٹل گیہوں پیدا ہوا تو اس میں سے پہلے دس کوئنٹل عشر نکال دیا جائے گا اور مصارف بعد میں ادا کیے جائیں گے۔ اگر مصارف چار کوئنٹل کے بہ قدر ہوئے ہوں تو یہ صحیح نہیں ہے کہ پہلے چار کوئنٹل مصارف نکال کر بقیہ سولہ کوئنٹل کا عشر نکالا جائے۔

(۷) عشر ادا کرنے والے کو اختیار ہے کہ چاہے عشر میں وہی پیداوار ادا کرے جس پر عشر واجب ہوا ہے یا اس کی قیمت ادا کرے۔

(۸) عشر کا مال بھی انھیں مصارف میں صرف کیا جائے گا جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں اور یہی مصارف صدقۂ فطر کے بھی ہیں۔

صدقۂ فطر کا بیان

فطر کے معنی ہیں روزہ کھولنا۔ رمضان کے روزے پورے ہونے پر روزہ کھولنے کی خوشی اور روزوں میں ہونے والی کوتاہیوں کا کفّارہ ادا کرنے کے لیے جو صدقہ ادا کیا جاتا ہے اس کو صدقۂ فطر کہتے ہیں۔ جس سال مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض ہوئے اسی سال نبی ﷺ نے مسلمانوں کو صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم بھی دیا۔

صدقۂ فطر کی ایک حکمت تو یہ ہے کہ رمضان کے روزوں میں تمام آداب و شرائط کا اہتمام کرنے کے باوجود انسان سے جو کوتاہیاں اور لغو حرکتیں سرزد ہو جاتی ہیں صدقۂ فطر سے ان کی تلافی ہو جاتی ہے اور صدقۂ فطر ادا کر کے یہ توقع ہوتی ہے کہ روزے کو خدا تعالیٰ قبول فرمائے گا۔

دوسری حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ سوسائٹی کے نادار اور غریب افراد بھی فراخی کے ساتھ اپنے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی ضرورتیں پوری کر کے عام مسلمانوں کے ساتھ عید گاہ جا سکیں تاکہ عید کا اجتماع بھی عظیم الشان ہو اور راستوں میں مسلمانوں کی کثرت سے اسلام کی شان و شوکت کا اظہار بھی ہو سکے۔ عید کا دن مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے اور اس دن اسلام کی شان و شوکت کا اظہار مسلمانوں کی کثرت اور عظیم اجتماعیت کے ذریعے کیا جاتا ہے اور صدقۂ فطر سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر کو فرض فرمایا ہے جو روزے دار کو لغو حرکتوں اور بے شرمی کی باتوں سے پاک کر دیتا ہے اور مساکین کے لیے کھانے پینے کا سامان بن جاتا ہے۔ پس جس شخص نے نمازِ عید سے پہلے صدقۂ فطر

ادا کیا تو وہ صدقہ مقبول ہے اور جس نے نمازِ عید کے بعد ادا کیا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔'' (ابن داؤد، ابن ماجہ)

صدقۂ فطر کا حکم

صدقۂ فطر ہر ایسے خوش حال مسلمان پر واجب[1] ہے جس کے پاس اس کی اصلی ضرورتوں سے زیادہ اتنی قیمت کا مال ومتاع موجود ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے چاہے اس مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو، مثلاً کسی کے پاس اپنے رہنے کے علاوہ ایک یا ایک سے زائد مکان ہیں جن کا کرایہ آتا ہے، ان مکانوں کی قیمت اگر بہ قدر نصاب ہو تو ایسے شخص پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ اگر چہ ایسے مکانوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، البتہ اس شخص کا گزارہ اگر مکانوں کے کرائے پر ہے تو پھر یہ مکان اس کی ضرورتِ اصلیہ میں شمار ہوگا اور صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر گھر میں استعمال ہونے والے ضروری سامان کے علاوہ کچھ سامان ہے، مثلاً تانبے کے برتن، پتیلے، دیگیں وغیرہ ہیں یا قیمتی فرنیچر ہے جس کی قیمت بہ قدر نصاب یا اس سے زائد ہے تو اس مال پر اگر چہ زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن صدقۂ فطر واجب ہے۔

پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ مال واسباب سال بھر تک اس شخص کے پاس رہے یعنی سال گزرنے کی شرط نہیں ہے، اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ شخص عاقل و بالغ ہو، صدقۂ فطر نابالغ بچوں پر بھی واجب ہے جو خوش حال ہوں۔

صدقۂ فطر کے وجوب ادا کا وقت

صدقۂ فطر واجب ہونے کا وقت عید الفطر کی طلوعِ فجر کی ساعت ہے، لہٰذا جو شخص اس وقت سے پہلے انتقال کر جائے یا کوئی دولت مند خدانہ خواستہ اس وقت سے پہلے دولت سے محروم ہو جائے، تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے، اور جو بچہ طلوعِ فجر سے پہلے پیدا ہو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے اور جو شخص طلوعِ فجر کے بعد دولت مند ہو جائے یا اسلام سے مشرف ہو یا طلوعِ فجر کے بعد کوئی بچہ پیدا ہو تو ان سب پر صدقۂ فطر نہیں ہے، ہاں جو شخص طلوعِ فجر سے پہلے دولت پا کر

---

(۱) اہلِ حدیث کے نزدیک صدقۂ فطر زکوٰۃ کی طرح فرض ہے۔

خوش حال ہو جائے یا کسی کو طلوعِ فجر سے پہلے خدا اسلام لانے کی سعادت سے نواز دے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

صدقۂ فطر ادا کرنے کا وقت نمازِ عید سے پہلے پہلے ہے، البتہ اوپر کی حکمت و مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ عید سے چند یوم پہلے ہی ضرورت مندوں تک پہنچا دیا جائے، تاکہ غریب اور خستہ حال لوگ اپنے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی ضرورتوں کا انتظام کر کے سب کے ساتھ عید گاہ جا کر نمازِ عید میں شریک ہو سکیں۔

عید گاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دینا مستحب ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"جو شخص نمازِ عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرے گا اس کا صدقہ، صدقۂ مقبولہ ہے اور جو شخص نماز کے بعد ادا کرے گا اس کا صدقہ عام صدقات کی طرح ایک صدقہ ہے۔"

(ابوداؤد)

صدقۂ فطر کی مقدار

ایک شخص کا صدقۂ فطر اسّی روپے والے اسٹنڈرڈ سیر کے حساب سے ایک سیر تین چھٹانک گیہوں ہے، جو ایک کلو اور ایک سو دس گرام (1-110) ہوتا ہے، اگر گیہوں کا آٹا دینا ہو تو وہ بھی اتنا ہی دیا جائے گا۔ اور اگر جو یا جو کا آٹا یا کھجوریں وغیرہ دینا ہو تو اس کا دوگنا دینا ہوگا یعنی دو کلو دو سو بیس گرام (2-220) دینا ہوگا[1]

صدقۂ فطر کے مسائل

(۱) ہر خوش حال آدمی پر واجب ہے کہ وہ اپنے علاوہ نابالغ اولاد کی طرف سے بھی صدقۂ فطر ادا کرے۔ اگر نابالغ اولاد صاحبِ مال ہو تو اس کی رقم سے ادا کرے ورنہ اپنے پاس سے ادا کرے۔ اور بالغ اولاد اگر نادار ہو تو اس کی طرف سے بھی واجب ہے اور اگر مال دار ہو تو پھر واجب نہیں ہاں بہ طور احسان ادا کرنا چاہے تو جائز ہے۔

---

(۱) بعض علماء کے نزدیک ایک شخص کا صدقۂ فطر ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک ہے۔ بہشتی زیور میں حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے بھی ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک ہی بیان کیا ہے۔ متن میں جو قول نقل کیا گیا ہے وہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کی تحقیق کے مطابق ہے۔

جو اولاد، عقل و ہوش سے محروم اور مجنون ہو اگر وہ مال دار ہوں تو ان کی طرف سے بھی صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

(۲) خوش حال مرد پر ان خدمت گار ملازموں کی طرف سے صدقۂ فطر دینا بھی واجب ہے جو اس کی سرپرستی میں ہوں اور جن کی ضروریات کا یہ کفیل اور ذمہ دار ہو۔

(۳) باپ اگر فوت ہو جائے تو دادا کے لیے بھی وہی احکام ہیں جو باپ کے لیے ہیں۔

(۴) خوش حال خاتون پر صرف اپنی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ اپنے علاوہ کسی کی طرف سے بھی واجب نہیں ہے، نہ اولاد کی طرف سے نہ ماں باپ کی طرف سے اور نہ شوہر کی طرف سے۔

(۵) جس شخص نے رمضان المبارک میں کسی وجہ سے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے، صدقۂ فطر واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص کسی وجہ سے عید کے دن صدقۂ فطر نہ دے سکا، تو وہ معاف نہیں ہوا اس کو چاہیے کہ بعد میں ادا کر دے۔

(۷) ایک شخص کا صدقۂ فطر ایک نادار کو یا چند ناداروں کو دینا بھی جائز ہے اور چند لوگوں کا صدقۂ فطر چند فقیروں یا ایک ہی فقیر کو دینا بھی جائز ہے۔

(۸) صدقۂ فطر میں گیہوں یا جو کے علاوہ کوئی دوسرا اناج مثلاً جوار، باجرہ، چنا، مٹر وغیرہ دینا چاہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ گیہوں یا جو کی قیمت کے بہ قدر دیں۔

(۹) اگر گیہوں یا جو کے بہ جائے ان کی قیمت صدقۂ فطر میں ادا کریں تو یہ بھی درست ہے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ فقراء اور مساکین کے فائدے کو پیش نظر رکھا جائے اور جس چیز میں ان کا فائدہ محسوس ہو وہی دیا جائے۔

روزے کا بیان

روزۂ رمضان اسلام کا چوتھا اہم رکن ہے۔ روزے کو عربی میں صوم یا صیام کہتے ہیں، صوم کے معنی ہیں کسی چیز سے رُکنا اور اس کو ترک کرنا۔ شریعت کی اصطلاح میں صوم یا صیام سے مراد یہ ہے کہ آدمی صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی ضرورت پوری کرنے سے باز رہے۔

روزے کا حکم

ہجرت کے اٹھارہ مہینے کے بعد مدینے میں رمضان کے روزے مسلمانوں پر فرض کیے گئے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (البقرہ: ۱۸۳)

''ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے۔''

روزہ فرض عین ہے، جو صاف صاف قرآن وحدیث سے ثابت ہے، جو شخص روزے کا انکار کرے وہ کافر ہے، اور جو شخص کسی عذر کے بغیر روزہ ترک کرے، وہ فاسق اور سخت گنہگار ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ کو ایک بار خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''لوگو! تم پر بڑا ہی باعظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے اس مہینے کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اللہ نے تم پر اس مہینے کے روزے فرض فرمائے ہیں۔'' (بیہقی)

روزے کی اہمیت وفضیلت

قرآن حکیم کی شہادت ہے کہ روزہ تمام آسمانی شریعتوں میں فرض رہا ہے اور ہر امت کے نظامِ عبادت میں یہ ایک لازمی جزو کی حیثیت سے شامل رہا ہے۔

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ (البقرہ:۱۸۳)

”جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ تمام انبیاء کی سابقہ شریعتوں میں فرض رہا ہے، اس کو نفسِ انسانی کی تربیت سے ایسا خصوصی تعلق ہے کہ اللہ نے ہر دَور میں بندوں کی تربیت کے لیے اس کو لازمی قرار دیا ہے اور کوئی بھی دوسری عبادت اس کا بدل نہیں بن سکی ہے۔

روزے کی اہمیت بتاتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

”جو شخص کسی عذر اور مرض کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی ترک کردے وہ اگر عمر بھر بھی روزے رکھے تب بھی اس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔“ (ترمذی، ابوداؤد)

روزے کی عظمت اور فضیلت بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

”آدمی کے ہر عملِ خیر کا اجر دس گنے سے سات گنے تک بڑھایا جاتا ہے مگر خدا کا ارشاد ہے روزے کا معاملہ الگ ہے وہ خالص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ بندہ میری ہی خاطر اپنی خواہشات اور کھانا پینا چھوڑتا ہے، روزے دار کے لیے دو مسرتیں ہیں، ایک افطار کے وقت، دوسرے اپنے پروردگار سے ملنے کے وقت، اور روزے دار کے منہ کی بدبو خدا کے نزدیک مشک کی خوش بو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے، اور روزہ ڈھال ہے، جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ بے حیائی کے کاموں اور شوروہنگاموں سے دُور رہے اور اگر کوئی اس سے گالی گلوج پر اُتر آئے، یا لڑنے جھگڑنے لگے تو اس کو سوچنا چاہیے کہ میں روزے سے ہوں۔“ (میں بھلا ایسی لغو حرکت کیسے کرسکتا ہوں) (بخاری، مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ”مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے جس سے خدا مجھے نفع پہنچائے۔“ آپؐ نے فرمایا: روزہ رکھا کرو اس کی مثل کوئی دوسرا عمل نہیں ہے۔“ (نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

’’روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا۔ اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور خواہشِ نفس پورا کرنے سے باز رکھا تھا۔ پروردگار! آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالے۔ قرآن کہے گا۔ پروردگار! میں نے اس کو شب میں سونے اور آرام کرنے سے روک رکھا تھا، پروردگار! آج اس کے حق میں میری سفارش کو شرفِ قبول عطا فرما! اور اللہ دونوں کی سفارش اس بندے کے حق میں قبول فرمالے گا۔‘‘ (بیہقی)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’جو شخص رمضان کا روزہ ایمانی شعور اور احتساب کے ساتھ رکھے گا اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔‘‘ (بخاری، مسلم)

احتساب کا مطلب یہ ہے کہ روزہ محض رضاءِ الٰہی اور اجرِ آخرت کے لیے رکھا جائے اور ان تمام لغو باتوں سے روزے کی حفاظت کی جائے جو روزے کے مقصد کے خلاف ہوں۔

روزے کا مقصد

روزے کا مقصد یہ ہے کہ آدمی میں خدا کا تقویٰ پیدا ہو، قرآن کا ارشاد ہے:

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ’’تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔‘‘ (البقرہ: ۱۸۳)

تقویٰ دراصل اس اخلاقی جوہر کا نام ہے جو خدا کی محبت اور خوف سے پیدا ہوتا اور پرورش پاتا ہے، خدا کی ذات پر پختہ یقین اور اس کی صفتِ رحمت و احسان کے حقیقی شعور سے آدمی میں جذبۂ محبت اُبھرتا ہے اور اس کی صفت قہر و غضب سے اس کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ اس جذبۂ محبت و خوف کی قلبی کیفیت کا نام تقویٰ ہے، تقویٰ تمام اعمالِ خیر کا سرچشمہ اور تمام اعمالِ بد سے محفوظ رہنے کا یقینی ذریعہ ہے۔ متقی انسان اندرونی جذبے کے تحت نیکی کی طرف لپکتا اور برائیوں سے بچتا ہے، وہ نیکی سے سکون پاتا ہے اور بُرائیوں سے کُڑھتا ہے، لیکن روزے سے یہ حقیقی فائدہ اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو پورے شعور کے ساتھ روزہ رکھتا ہے اور ان سارے ناپسندیدہ اشغال سے روزے کی حفاظت کرتا ہے جو روزے کو تباہ کرتے ہیں، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''جب تو روزہ رکھے تو لازم ہے کہ تو اپنے کانوں، اپنی آنکھوں، اپنی زبان، اپنے ہاتھ اور اپنے سارے اعضائے جسم کو خدا کی ناپسندیدہ باتوں سے روکے رکھے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے روزہ رکھنے کے باوجود جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے پرہیز نہیں کیا تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

(بخاری)

نیز آپ ؐ نے ارشاد فرمایا:

''کتنے ہی (بدنصیب بہ ظاہر) روزے دار ہیں جن کو اپنے روزے سے بھوک پیاس کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔ اور کتنے ہی (بدنصیب بہ ظاہر) شب کو قیام کرنے (اور تراویح پڑھنے) والے ہیں جن کو اپنے قیام لیل سے رت جگے کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔''

رویتِ ہلال کا بیان

قمری حساب کی حکمت

اسلامی عبادات کے لیے اللہ تعالیٰ نے قمری حساب کو مقرر فرمایا ہے اور قمری حساب مقرر فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ قمری حساب کو جاننا اور معلوم کرنا نہایت آسان ہے ـــــ دُور دراز دیہاتوں میں رہنے والے لوگ ہوں یا علم و سائنس سے بالکل نا آشنا لوگ، کوئی بھی ہو، قمری حساب جاننا اور معلوم کرنا ان کے لیے مشکل نہیں۔ آسمان پر نمودار ہونے والی علامت کو دیکھ کر ہر شخص بآسانی معلوم کر سکتا ہے کہ کب مہینہ شروع ہوا اور کب مہینہ ختم ہو گیا۔ اس کے برخلاف شمسی حساب میں آسمان پر کوئی ایسی علامت نمودار نہیں ہوتی جس کو دیکھ کر ہر خاص و عام مہینے کے آغاز و اختتام کو جان سکے، اور بروقت اپنی عبادت شروع کر سکے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"رمضان کا روزہ اسی وقت رکھو جب تم چاند دیکھ لو۔ اور رمضان کے روزے ختم نہ کرو جب تک کہ شوال کا چاند نہ دیکھ لو۔ اور اگر (ابر و غبار کی وجہ سے) چاند نظر نہ آئے تو اس مہینے کا حساب پورا کر لو۔" (یعنی ۳۰ روزے رکھو اور ۳۰ دن کا مہینہ سمجھو) (بخاری)

نیز ہدایت فرمائی:

صُومُوا لِرُؤْيَتِهٖ وَ اَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ۔ (بخاری، مسلم)

"چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر روزے کھولو اور اگر (ابر اور گرد و غبار کی وجہ سے) چاند نہ دکھائی دے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کرو۔"

رؤیتِ ہلال کے احکام

(۱) رمضان المبارک کا چاند دیکھنا مسلمانوں پر واجب کفایہ ہے یعنی مسلمانوں پر بہ حیثیت اجتماعی واجب ہے کہ وہ ۲۹ شعبان کو رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کا مناسب اہتمام کریں اور اس کے لیے حسبِ حالات جو انتظام ممکن ہو، کریں۔ اگر پورے معاشرے نے اس فریضے سے غفلت برتی اور اس کی اہمیت کو محسوس کرکے ممکن جدوجہد نہ کی تو سارے مسلمان گنہگار ہوں گے، اسلامی حکومت یا اسلامی ادارے چاند دیکھنے اور چاند کی اطلاع اور اعلان کرنے کے ذمے دار ہیں۔

(۲) علم ہیئت، جنتری یا نجوم وغیرہ سے چاند کا حساب لگانے پر اکتفا کرنا اور اسی بنیاد پر روزہ رکھنا یا کھولنا جائز نہیں اس لیے کہ نبی ﷺ کا حکم ہے، چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزے ختم کرو۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ محض تجربہ کو بنیاد بنا کر رویت مان لی جائے۔

(۳) ۲۹/رجب کو شعبان کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا مستحب ہے، اس لیے کہ رمضان کی صحیح تاریخ معلوم کرنے کے لیے شعبان کا چاند دیکھنا اور شعبان کی تاریخوں کا حساب رکھنا ضروری ہے۔ نبی ﷺ خود بھی اس کا اہتمام فرماتے اور امت کو بھی آپؐ نے اس کی تاکید کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''رمضان کی تاریخ معلوم کرنے کے لیے شعبان کے چاند کا حساب رکھو۔''

(جامع ترمذی، ابوداؤد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ شعبان کے ایام اور تاریخیں جتنے اہتمام اور توجہ سے یاد رکھتے تھے، اتنی توجہ سے کسی دوسرے مہینے کی تاریخیں یاد نہیں رکھتے تھے۔ پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھتے تھے اور اگر ۲۹/شعبان کو چاند نظر نہ آتا تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کرکے رمضان کے روزے شروع فرماتے تھے۔

(۴) جو شخص رمضان کا چاند دیکھ لے خواہ وہ مرد ہو یا کوئی خاتون، اس پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ رویتِ ہلال کی کمیٹی یا بستی کے دینی ذمہ داروں کو اس کی اطلاع کرے۔ اور ان اداروں اور ذمہ داروں کا یہ فرض ہے کہ وہ شہادت لے کر بروقت رویتِ ہلال کا اعلان کریں۔

(۵) مطلع صاف نہ ہوتو ہلال رمضان کے ثبوت کے لیے صرف ایک آدمی کی گواہی اورخبر کافی ہے۔خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔البتہ خبر دینے والے میں دو باتیں ضرور پائی جاتی ہوں۔

(۱) ایک یہ کہ وہ یہ خبر دے کہ اس نے خود اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ خبر دینے والا عاقل و بالغ اور دین دار مسلمان ہو۔

(۶) ہلالِ عید کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ کم از کم دو دین دار مرد گواہی دیں یا ایک دین دار مرد اور دو دین دار عورتیں گواہی دیں، اگر صرف چار عورتیں ہی گواہی دیں تو بھی ہلالِ عید کا ثبوت نہ ہوگا۔

(۷) کسی بستی میں چاند نہیں دیکھا گیا اور دوسرے مقامات سے چاند ہونے کی خبریں موصول ہوئیں، یہ خبریں اگر از روئے شریعت قابلِ قبول ہوں تو ان کے ذریعے ہلالِ رمضان کا ثبوت بھی ہوسکتا ہے اور ہلالِ عید کا بھی۔مسلمانوں کے دینی ذمہ داروں کا فرض ہے کہ وہ اس کی فکر رکھیں اور ایسی خبروں کا جائزہ لیں، اگر وہ شرعی اعتبار سے قابلِ قبول ہوں تو ان کے مطابق شہر میں اعلان کرانے کا اہتمام کریں اور جہاں جہاں ہلال کمیٹیاں قائم ہوں ان پر واجب ہے کہ وہ اس کا اہتمام کریں اور تساہل سے کام نہ لیں۔

(۸) اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر کسی شہر کے معتبر قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ نشر کیا جائے اور ٹھیک وہی الفاظ نشر کیے جائیں جن الفاظ میں ہلال کمیٹی یا قاضی نے فیصلہ دیا ہے تو اس کی بنیاد پر ہلال رمضان اور ہلال عید کا ثبوت دوسرے شہروں میں ہوسکتا ہے اگر یہ اطمینان ہو کہ اختلافِ مطالع نہ ہوگا۔[۱]

(۹) ہلالِ رمضان کے ثبوت کے لیے خط اور آلاتِ جدیدہ، ریڈیو، ٹیلیفون اور ٹیلیویژن کی خبر کافی ہوسکتی ہے بشرطے کہ خبر دینے والا یہ کہے کہ اس نے خود چاند دیکھا ہے اور جس ذمہ دار کو خبر دی جارہی ہے وہ اس کو جانتا ہو، اس کا خط اور آواز پہچانتا ہو، اور وہ اس کو قابلِ اعتماد سمجھتا ہو۔[۲]

---

(۱) رویتِ ہلال از مولانا مفتی محمد شفیع خاں صاحب

(۲) ایضاً

نیا چاند دیکھنے کی دعا

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى رَبُّنَا وَ رَبُّكَ اللّٰهُ۔

(ترمذی، دارمی)

"اللہ سب سے بڑا ہے اے اللہ! اس چاند کو ہمارے لیے امن و ایمان، سلامتی اور اسلام کا چاند بنا کر ہم پر طلوع فرما۔ اور ان کاموں کی توفیق کے ساتھ جو تجھے پسند اور محبوب ہیں۔ اے چاند! ہمارا اور تیرا پروردگار اللہ ہے۔"

روزے کے اقسام واحکام

فضیلت واہمیت اور جائز وناجائز ہونے کے اعتبار سے روزے کی چھ قسمیں ہیں، جن کے الگ الگ احکام ہیں، ذیل میں یہ قسمیں اوران کے مخصوص احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) فرض روزے

فرض روزے صرف ماہِ رمضان کے روزے ہیں، جوقرآن وحدیث سے ثابت ہیں اورامت ہمیشہ سے تواتر کے ساتھ اس پرعمل کرتی رہی ہے۔رمضان المبارک کے روزوں کے سوا کوئی روزہ فرض نہیں ہے، اور نہ کسی دوسرے روزے کا دین میں یہ درجہ اور مقام ہے، اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن روزہ ہے اور وہ صرف رمضان المبارک کا روزہ ہے، قرآن پاک اورسنت سے اس کی فرضیت ثابت ہے اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ یہ روزہ اسلام کا ایک رکن ہے۔[۱] جوشخص روزۂ رمضان کے فرض ہونے کا منکر ہے وہ اسلام سے خارج ہے اور جوکسی عذر کے بغیر ان کوچھوڑے وہ سخت گنہگار ہے۔

(۲) واجب روزے

نذر اور منت اور کفّارے کے روزے واجب ہیں، اگر متعین دن کی نذر مانی ہے تواسی دن رکھنا واجب ہے، اوردن متعین نہیں کیا ہے توپھر بلاتاخیر جب چاہیں رکھ سکتے ہیں۔

(۳) مسنون روزے

(۱) محرم کی ۹/اور ۱۰/تاریخ کے دو روزے

(۲) یومِ عرفہ یعنی ذوالحجہ کی ۹/تاریخ کا روزہ

---

(۱) حدیث میں ہے بنی الاسلام علی خمس ... و صوم رمضان۔

(۳) ایامِ بیض یعنی ہر مہینے کی ۱۳ ر ۱۴ ر ۱۵ ر تاریخ کے تین روزے۔ یہ روزے سنت ہیں لیکن غیر مؤکدہ، ان کے رکھنے کا بڑا اجر وثواب ہے لیکن نہ رکھنے کا کوئی گناہ نہیں ـــــ

(۴) نفلی روزے

فرض، واجب اور سنت روزوں کے ماسوا تمام روزے مستحب ہیں جن کے رکھنے کا اجر و ثواب ہے اور نہ رکھنے پر کوئی مواخذہ نہیں، لیکن بعض متعین نفلی روزے ایسے ہیں جن کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے اور ان کے رکھنے کا بڑا اجر وثواب بتایا گیا ہے۔

(۱) ماہِ شوال کے چھ روزے

(۲) دوشنبے اور پنج شنبے کے دن کا روزہ

(۳) ذوالحجہ کے ابتدائی عشرے کے آٹھ روزے

(۵) مکروہ روزے

(۱) صرف شنبہ اور یک شنبہ کا روزہ

(۲) صرف یومِ عاشورہ کا روزہ

(۳) صومِ وصال یعنی درمیان میں ناغہ کیے بغیر مسلسل روزے رکھنا

(۶) حرام روزے

سال میں پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنا حرام ہے

(۱) یکم شوال یعنی عیدالفطر کے دن کا روزہ

(۲) اور ماہِ ذوالحجہ کی ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۲ ر ۱۳ ر تاریخوں میں چار روزے۔ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ رکھنے سے بھی نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے، آپؐ کا ارشاد ہے:

"تم میں سے کوئی شخص رمضان کے ایک دو دن پہلے روزے نہ رکھے، ہاں اگر اتفاق سے کبھی وہ دن پڑ جائے جس میں روزہ رکھنے کا کسی کا معمول ہو تو وہ شخص اپنے معمول کے مطابق اس دن روزہ رکھ لے۔" (بخاری، مسلم)

اسی طرح آپؐ نے شک کے دن روزہ رکھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ شک کے دن سے مراد وہ دن ہے جس کے بارے میں یہ شک ہو کہ شاید یہ شعبان کا تیسواں دن نہ ہو بلکہ رمضان کا پہلا دن ہو۔ مثلاً ۲۹ رشعبان کو مطلع ابر آلود ہو، اور چاند نظر نہ آئے لیکن کوئی شخص اس شبہ میں روزہ رکھ لے کہ ممکن ہے چاند ہو گیا ہو اور آج رمضان کی پہلی تاریخ ہو، تو آپؐ نے نہایت سخت لہجے میں شک کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔

آپؐ نے تنبیہ فرمائی:

''جس آدمی نے شک کے دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔''

(ابوداؤد، جامع ترمذی وغیرہ)

روزے کی نیت کے احکام

(۱) نیت دل سے ارادہ کرنے کو کہتے ہیں، دل میں روزے کا محض ارادہ کر لینے سے روزہ درست ہو جاتا ہے، زبان سے اظہار ضروری نہیں۔

(۲) رمضان المبارک میں ہر روزے کے لیے الگ نیت کرنا ضروری ہے، مہینے بھر کے روزوں کی ایک بار نیت کر لینا کافی نہیں ہے۔

(۳) تین قسم کے روزوں میں غروبِ آفتاب سے قبل نصف النہار تک کسی وقت بھی نیت کرلے درست ہے۔

(۱) رمضان کے ادا روزوں میں

(۲) نذر کے اُن روزوں میں جن کی تاریخ یا دن متعین ہو۔

(۳) عام نفلی روزوں میں

چار قسم کے روزوں میں غروبِ آفتاب سے طلوعِ صبح صادق تک نیت کرلینا ضروری ہے:

(۱) رمضان کے قضا روزوں میں

(۲) نذر کے اُن روزوں میں جن کی تاریخ یا دن متعین نہ ہو۔

(۳) کفّارے کے روزوں میں

(۴) اُن نفلی روزوں کی قضا میں جو شروع کر دینے کے بعد کسی وجہ سے فاسد ہو گئے ہوں۔

(۴) رمضان میں صرف رمضان ہی کا روزہ فرض ہے، کوئی دوسرا روزہ رمضان میں

صحیح نہیں ہے، لہٰذا رمضان میں اگر کوئی نفلی یا واجب روزے کی نیت کر لے تب بھی وہ رمضان ہی کا روزہ قرار پائے گا۔

(۵) روزے کا وقت صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک ہے۔ لہٰذا شب میں روزے کی نیت کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نیت کرتے ہی ساری ممنوع چیزوں سے آدمی بچا رہے، نیت چاہے شب میں کسی وقت کرے ممنوعات سے بچنے کا وقت صبح صادق سے ہی شروع ہوگا۔

روزے کے فرائض

روزے میں صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک تین باتوں سے رُکا رہنا فرض ہے:

(۱) کھانے سے

(۲) پینے سے

(۳) نفسانی خواہشات سے

روزے کے سنن اور مستحبات

(۱) سحری کھانا سنت ہے، چاہے وہ چند گھونٹ پانی ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) سحری اخیر وقت میں یعنی صبح صادق سے ذرا پہلے کھانا سنت ہے۔

(۳) افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے، غروبِ آفتاب معلوم ہونے کے جو ذرائع مہیّا ہوں، ان سے جب غروب کا یقین ہو جائے تو خواہ مخواہ دیر کرنا ہرگز صحیح نہیں۔

(۴) کھجور، چھوہارہ اگر مہیا ہوں تو ان سے افطار کرنا مستحب ہے، پانی سے افطار کرنا بھی مستحب ہے۔

(۵) روزے کی نیت رات ہی سے کر لینا مستحب ہے۔

(۶) غیبت، چغلی، شور و ہنگامہ، لڑائی جھگڑا، جبر و زیادتی اور سخت کلامی اور سخت گیری، غضب و غصہ وغیرہ سے روزے میں بچنے کا اہتمام کرنا مسنون ہے، مومن کو یوں بھی ان چیزوں سے بچنا چاہیے، لیکن روزے میں اور زیادہ شعور کے ساتھ ان سے بچے رہنے کا اہتمام کرنا مسنون ہے۔

مفسداتِ صوم

جن چیزوں سے روزہ فاسد ہوتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن میں صرف قضا واجب ہے اور ایک وہ جن میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

وہ مفسدات جن میں صرف قضا واجب ہے

(۱) اس غلط فہمی میں کچھ کھا پی لیا کہ سحری کا وقت باقی ہے اور فی الواقع سحری کا وقت ختم ہو چکا تھا، یا سورج ڈوبنے سے پہلے یہ سمجھ کر کہ سورج ڈوب گیا ہے کچھ کھا پی لیا۔

(۲) بے ارادہ کوئی چیز پیٹ میں پہنچ گئی۔

(۳) دن بھر نہ کچھ کھایا نہ پیا، مگر روزے کی نیت نہیں کی یا نصف النہار کے بعد نیت کی۔

(۴) روزے میں کسی نے منھ بھر قے کی۔

(۵) کوئی ایسی چیز کھالی جو نہ دوا ہے اور نہ غذا مثلاً لوہے یا لکڑی کا ٹکڑا یا کنکری وغیرہ نگل لی۔

(۶) بھولے سے روزے میں کچھ کھا پی لیا اور پھر یہ سمجھا کہ روزہ تو ٹوٹ ہی گیا اب کھانے میں کیا حرج ہے اور خوب پیٹ بھر کر کھالیا۔

(۷) روزے میں کان کے اندر تیل ڈال لیا۔

(۸) مسواک کرنے میں مسوڑھوں سے خون نکلا اور نگل لیا، ہاں اگر خون برائے نام ہو جس کا ذائقہ بھی حلق میں محسوس نہ ہو تو قضا واجب نہیں۔

وہ مفسدات جن میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں

(۱) کھانے پینے کی کوئی چیز قصداً کھالی یا بہ طور دوا کوئی چیز کھالی۔

(۲) قصداً کوئی ایسا فعل کیا جس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، لیکن اس غلط فہمی میں روزہ توڑلیا کہ ایسا کرنے سے روزہ فاسد ہو چکا ہے، مثلاً سرمہ لگایا، سر میں تیل ڈالا اور پھر یہ سمجھ کر روزہ توڑ دیا کہ سرمہ لگانے اور سر میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۳) قصداً نفسانی خواہش پوری کرلی۔

وہ امور جن سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے

(۱) بلا وجہ منھ میں تھوک جمع کر کے نگلنا

(۲) کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے میں ضرورت سے زیادہ اہتمام کرنا۔

(۳) بے قراری، گھبراہٹ اور اضمحلال وغیرہ کا بار بار اظہار کرنا۔

(۴) منجن، ٹوتھ پیسٹ یا کوئلہ وغیرہ چبا کر اس سے دانت مانجھنا۔

(۵) غیبت، گالی گلوج، شور و ہنگامہ کرنا، کسی کو ستانا اور جبر و زیادتی کرنا وغیرہ۔

وہ امور جن سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا

(۱) روزے میں بھولے سے کچھ کھا پی لیا، خواہ پیٹ بھر کر کھایا ہو اور خوب سیر ہو کر پیا ہو۔

(۲) دن میں سوتے ہوئے غسل کی حاجت ہوگئی۔

(۳) سرمہ لگانا، سر میں تیل ڈالنا، خوش بو سونگھنا، بدن کی مالش کرنا وغیرہ۔

(۴) تھوک اور بلغم نگل لینا۔

(۵) بے اختیار مکھی نگل لی، حلق میں گرد و غبار پہنچ گیا، یا دھواں چلا گیا، خواہ وہ دھواں بیڑی سگریٹ کا ہو۔

(۶) کان میں خود بہ خود پانی چلا گیا، یا دوا چلی گئی۔

(۷) بے اختیار قے ہو گئی، چاہے منھ بھر کر ہی ہو۔

(۸) مسواک کرنا، خواہ مسواک بالکل تازہ ہی ہو اور اس کی کڑواہٹ بھی منھ میں محسوس ہو۔

(۹) گرمی کی شدت میں کلی کرنا، منھ دھونا، نہانا یا تر کپڑا سر یا بدن پر رکھنا۔

(۱۰) قصداً قے کی لیکن منھ بھر کر نہیں ہے تو ان چیزوں سے روزے میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔

سحری کی فضیلت اور تاکید

روزہ رکھنے کے ارادے سے صبح صادق سے پہلے پہلے جو کھایا پیا جاتا ہے اس کو سحری کہتے ہیں، سحری کھانا سنت ہے۔ نبی ﷺ خود بھی سحری کھانے کا اہتمام فرماتے اور صحابہؓ کو بھی تاکید کرتے تھے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

''ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزے میں یہی فرق ہے کہ ہم سحری کھاتے ہیں اور وہ سحری نہیں کھاتے۔'' (مسلم)

نیز آپؐ نے تاکید فرمائی:

تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَۃً۔ (بخاری، مسلم)

''سحری کھایا کرو اس لیے کہ سحری کھانے میں بڑی برکت ہے۔''

سحری کھانے کی حکمت واضح کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''قیامِ لیل کے لیے دوپہر کے قیلولے سے قوت حاصل کرو۔ اور دن کو روزہ رکھنے کے لیے سحری کھانے سے قوت حاصل کیا کرو۔'' (ابن ماجہ)

اگر بھوک پیاس نہ ہو تو کچھ تھوڑا سا کھا کر ایک آدھ گھونٹ پانی ہی پی لینا چاہیے۔ اس لیے کہ سحری کھانے کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

''سحری کھانا سراسر برکت ہے، پس سحری کھانا نہ چھوڑو، خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی ہو، سحری کھانے والوں پر خدا رحمت فرماتا ہے، اور فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔'' (الترغیب، مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن حارثؓ کہتے ہیں کہ ''میں ایک بار نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوا۔ آپؐ اس وقت سحری کھا رہے تھے، آپؐ نے مجھے ہدایت فرمائی کہ ''دیکھو سحری کبھی نہ چھوڑنا، خدا نے سحری کھانے میں بڑی برکت رکھی ہے۔'' (نسائی)

سحری میں تاخیر

سحری تاخیر سے کھانا سنت ہے، تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ صبح صادق میں کچھ ہی وقت باقی ہو، بعض لوگ احتیاط کے پیش نظر آدھی رات ہی سے کھا پی کر فارغ ہو جاتے ہیں، یہ بہتر نہیں ہے بلکہ تاخیر ہی سے کھانے میں زیادہ اجر و ثواب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے بیان کیا کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، اور پھر آپؐ نمازِ فجر کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے زید بن ثابتؓ سے پوچھا: سحری اور اذانِ فجر میں کتنا وقفہ رہا ہو گا؟ حضرت زید نے بتایا کہ صرف پچاس آیتوں کے بہ قدر وقفہ رہا ہو گا۔'' (بخاری، مسلم) ظاہر ہے پچاس آیتیں پڑھنے میں پانچ چھ منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوتے۔

افطار میں تعجیل

افطار میں تعجیل مستحب ہے، تعجیل کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد احتیاط کے خیال سے خواہ مخواہ تاخیر کرنا مناسب نہیں بلکہ فوراً ہی افطار کرنا مستحب ہے۔ اس طرح کی غیر ضروری احتیاط اور غیر مطلوب تقویٰ کے اظہار سے دینی مزاج بگڑ جاتا ہے، اس لیے کہ دین کھانے پینے سے رُکنے، نفس کو مشقتوں میں ڈالنے اور تکلیف اٹھانے کا نام نہیں ہے بلکہ دین خدا کی بے چون و چرا اطاعت کرنے کا نام ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے، تین باتیں پیغمبرانہ اخلاق میں سے ہیں:

(۱) سحری تاخیر سے کھانا
(۲) افطار میں تعجیل کرنا
(۳) نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا۔

نیز آپؐ کا ارشاد ہے:

''لوگ اچھی حالت میں رہیں گے جب تک کہ وہ افطار میں جلدی کریں گے۔''

(بخاری، مسلم)

افطار کس چیز سے مستحب ہے؟

کھجور اور چھوارے سے افطار مستحب ہے، اور یہ نہ ہو تو پانی سے افطار بھی مستحب ہے، لیکن اس معاملہ میں غلو کرنا، اور کسی دوسری چیز سے افطار کو غیر متقیانہ فعل سمجھنا قطعاً غلط ہے، جس سے بچنا لازم ہے۔ یہ صحیح ہے کہ نبی ﷺ نے خود بھی انہی چیزوں سے افطار کیا ہے اور صحابہؓ کو اس کی ترغیب دی ہے، لیکن اس کی مصلحت صرف یہ ہے کہ کھجور عرب میں ہر غریب و امیر کو بہ سہولت میسر آ جاتی تھی اور یہ ان کی مرغوب غذا بھی تھی۔ رہا پانی تو وہ کھانے پینے کی ساری چیزوں کے مقابلے میں آسانی اور فراوانی کے ساتھ دستیاب ہونے والی چیز ہے، بر وقت جو چیز بھی بہ سہولت مہیّا ہو جائے اس سے روزہ افطار کر سکتے ہیں، البتہ بہ سہولت کھجور اور چھوارہ مل سکے تو اس سے روزہ افطارنا مستحب ہے۔

افطار کرانے کا اجر وثواب

افطار کرانا بھی پسندیدہ عمل ہے، چاہے ایک کھجور ہی سے افطار کرا دیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

"جس شخص نے کسی روزے دار کو افطار کرایا یا کسی مجاہد کو جہاد کے لیے کچھ سامان دیا تو اس کو روزے دار اور مجاہد کی طرح اجر وثواب ملے گا۔" (بیہقی)

افطار کی دعا

افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔ (ابوداؤد)

"اے اللہ! میں نے تیری ہی رضا کے لیے روزہ رکھا اور تیری ہی دی ہوئی روزی سے افطار کیا۔"

افطار کرنے کے بعد یہ پڑھے:

ذَھَبَ الظَّمأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔

"پیاس جاتی رہی، رگیں تروتازہ ہو گئیں، اور اللہ نے چاہا تو اجر وثواب ضرور ملے گا۔"

سفر اور مرض میں روزے کے احکام

خدا نے دین کے احکام میں بندوں کی معذوری اور مشقت کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے، چناں چہ روزے میں بھی مسافر اور مریض کو یہ سہولت بخشی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور دوسرے ایّام میں اس کی قضا رکھ لیں۔ قرآن میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ:۱۸۵)

''پس تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے اس پر لازم ہے کہ وہ اس مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے ایام میں روزوں کی گنتی پوری کرلے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے سہولت چاہتا ہے اور تمہیں تنگی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔''

(۱) روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہر سفر میں ہے خواہ وہ کسی غرض کے لیے ہو اور خواہ اس میں مشقت ہو یا سہولت، البتہ جس سفر میں خاص مشقت اور تکلیف نہ ہو بلکہ آرام اور سہولت ہو تو پھر مستحب یہ ہے کہ روزہ رکھ لیا جائے تا کہ رمضان المبارک کی فضیلت اور برکت سے محرومی نہ رہے۔

(۲) کوئی شخص روزے کی نیت کرنے یا روزہ شروع کر لینے کے بعد سفر پر روانہ ہو تو اس دن کا روزہ رکھنا اس پر لازم ہے، البتہ توڑنے کی صورت میں کفّارہ واجب نہ ہوگا۔

(۳) کوئی مسافر کسی مقام پر پندرہ دن کے قیام کی نیت سے ٹھیرا تو اس کے لیے ضروری ہے کہ روزہ رکھے، روزہ نہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے اور اگر پندرہ دن سے کم کے قیام کا ارادہ کیا ہے تو پھر بہتر یہ ہے کہ روزہ رکھے، ایسی صورت میں روزہ نہ رکھنا مکروہ ہے۔

(۴) روزہ رکھنے میں یہ اندیشہ ہو کہ دوا اور غذا نہ ملنے کی صورت میں مرض بڑھ جائے گا یا کوئی مرض پیدا ہو جائے گا، یا یہ کہ مرض طول پکڑ جائے گا اور صحت دیر میں حاصل ہوگی تو ایسی صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، مطلب یہ ہے کہ مریض واقعی مریض ہو اور مرض بڑھنے یا نئے مرض پیدا ہونے کا واقعی اندیشہ ہو محض وہم وخیال نہ ہو، اسی صورت میں اس سہولت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ محض اس وہم وگمان سے کہ شاید مرض بڑھ جائے روزہ نہ رکھنا غلط ہے۔

روزہ رکھنے کے بعد توڑنے کی اجازت

روزہ رکھنے کے بعد کوئی غیر معمولی حادثہ ہو جائے، مثلاً کسی گاڑی وغیرہ سے ٹکّر ہوگئی یا سانپ نے کاٹ لیا، یا اچانک کوئی شدید مرض ہوگیا، یا شدید دَورہ پڑ گیا۔ غرض کوئی بھی ایسا شدید حادثہ پیش آجائے کہ اس میں دوا یا غذا نہ ملنے کی صورت میں جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو یا مرض میں غیر معمولی شدت پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو تو روزہ توڑنا جائز ہے۔

قضا اور کفارے کے مسائل

(۱) قضا روزے رکھنے میں نہ ترتیب ضروری ہے نہ تسلسل اور نہ یہ ضروری ہے دن اور تاریخ وغیرہ مقرر کر کے روزے رکھے جائیں بلکہ جب اور جیسے سہولت ہو رکھ لیے جائیں، البتہ بلا وجہ تاخیر کرنا درست نہیں، بہتر یہ ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو رکھ لیے جائیں۔

(۲) اگر رمضان کے دو سال کے روزے رہ گئے ہوں تو قضا رکھنے کی صورت میں یہ تعیین ضروری ہے کہ کس سال کے روزے رکھ رہا ہے، جس سال کے روزے رکھنے کا ارادہ ہو اسی سال کی نیت کر کے روزے رکھنا شروع کرے۔

(۳) قضا روزے رکھنے میں یہ ضروری ہے کہ صبح صادق سے پہلے پہلے نیت کر لی جائے اگر صبح صادق کے بعد نیت کی تو یہ قضا کا روزہ نہ ہوگا، نفلی روزہ قرار پائے گا اور قضا روزہ پھر رکھنا ہوگا۔

(۴) کفارہ صرف رمضان کا روزہ فاسد ہونے سے واجب ہوتا ہے، رمضان کے علاوہ کوئی اور روزہ فاسد ہو جائے یا قصداً فاسد کر دیا جائے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

(۵) ایک ہی رمضان کے دوران ایک سے زائد روزے فاسد ہو گئے ہوں تو سب کے لیے ایک ہی کفارہ واجب ہوگا، ہر روزے کا الگ الگ کفارہ واجب نہ ہوگا۔

(۶) روزۂ رمضان کا کفارہ یہ ہے:

جہاں غلام آزاد کرنا ممکن ہو اور استطاعت بھی ہو تو ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے، اور

یہ ممکن نہ ہو تو پھر ساٹھ روزے مسلسل رکھنا واجب ہے، روزے رکھنے کے دوران اگر ناغہ ہو جائے تو پھر نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے اور کسی وجہ سے روزے بھی نہ رکھ سکتا ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کھانا کھلانا واجب ہے۔

(۷) مساکین کو کھانا کھلانے میں عام معیار کا لحاظ رکھا جائے۔ نہ اپنے معیار سے اونچا کھلانا واجب ہے اور نہ یہ صحیح ہے کہ سوکھی روٹی دے کر اطمینان کرلیا جائے۔ کھانا کھلانے کے بہ جائے غلّہ دینا یا غلّے کی قیمت دینا بھی صحیح ہے۔ ایک دن کا غلّہ صدقۂ فطر کے بہ قدر دیا جائے۔[۱]

فدیہ

اگر کوئی شخص اتنا ضعیف ہو کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو یا اتنا بیمار ہو کہ صحت کی کوئی امید ہی نہ ہو، تو اس پر واجب ہے کہ ہر روزے کے بدلے فدیہ ادا کرے۔

ایک روزے کا فدیہ ایک شخص کے صدقۂ فطر کے مقدار غلّہ واجب ہے، چاہے غلّہ دے یا اس کی قیمت ادا کرے ہر صورت میں فدیہ صحیح ہوگا۔

---

(۱) صدقۂ فطر کی مقدار کے لیے دیکھیے ص ۱۶۷۔

نفلی روزوں کا بیان

نفس و اخلاق کا تزکیہ اور خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیے دوسری نفلی عبادتوں کی طرح نفل روزے رکھنے کی بھی نبی ﷺ نے امت کو ترغیب دی ہے اور خود آپ بھی کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ البتہ اس میں اعتدال ضروری ہے تا کہ اپنے نفس اور دوسروں کی حق تلفی بھی نہ ہو اور نوافل کا درجہ فرائض سے بڑھنے بھی نہ پائے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''ہر چیز کی کچھ زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم انسانی کی زکوٰۃ روزے ہیں۔'' (روزے رکھنے سے نفسِ انسانی کو پاکیزگی اور تزکیہ حاصل ہوتا ہے)۔ (ابن ماجہ)

ذیل میں وہ نفلی روزے بیان کیے جاتے ہیں جن کی حدیث میں خصوصی فضیلت بیان کی گئی ہے اور جن کا نبی ﷺ نے خصوصی اہتمام فرمایا ہے۔

شوال کے چھ روزے

عرفِ عام میں ان کو ''شش عید'' کے روزے کہتے ہیں، حدیث میں ان روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

''جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد اس نے شوال میں چھ روزے رکھے تو اس نے گویا ہمیشہ کے روزے رکھے[1]''

---

(۱) مسلم، ابوداؤد، ہمیشہ روزے رکھے یعنی وہ سال بھر روزے سے رہا، اس لیے کہ رمضان کے ۳۰ روزے اور شوال کے چھ روزے، سب ۳۶ روزے ہوئے اور قرآن کی صراحت ہے، ''جو شخص ایک نیکی کرے گا اس کو دس گنا اجر ملے گا۔ اس طرح ۳۶ روزوں کا دس گنا ۳۶۰ ہوا۔ اور سال میں ۳۶۰ دن ہوتے ہیں اس طرح گویا وہ پورے سال روزے سے رہا۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ روزے لگاتار رکھے جائیں، پورے مہینے میں حسبِ سہولت چھ روزے پورے کر لیے جائیں، دوسری شوال کو ان روزوں کی ابتدا کر دی جائے تو بہتر ہے لیکن ضروری نہیں۔

یومِ عاشورہ کا روزہ

یومِ عاشورہ محرم کی دس تاریخ کو کہتے ہیں، مکے کے قریش اس دن خانۂ کعبہ پر غلاف چڑھاتے اور روزہ رکھتے، نبی ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے، پھر آپؐ ہجرت فرما کر مدینے آئے تو دیکھا کہ یہود بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں، آپؐ نے وجہ پوچھی تو اہلِ کتاب نے بتایا یہی دن تھا جب خدا نے فرعون کے لشکر کو غرق کیا اور بنی اسرائیل کو ان سے نجات بخشی، موسیٰ علیہ السلام نے اس احسان کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا، لہٰذا ہم بھی ان کی پیروی میں روزہ رکھتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: موسیٰ سے ہمارا تعلق زیادہ ہے لہٰذا ہم زیادہ حق دار ہیں کہ اس دن روزہ رکھیں، چناں چہ آپؐ نے روزہ رکھا اور امت کو بھی تاکید فرمائی۔

یہود کی مشابہت سے بچنے کے لیے بہتر یہ ہے کہ دسویں محرم کے ساتھ نویں یا گیارہویں محرم کو بھی روزہ رکھا جائے، تاکہ اس دن کی فضیلت بھی حاصل رہے اور یہود کے ساتھ مشابہت بھی نہ رہے۔

یومِ عرفہ کا روزہ

ذوالحجہ کی ۹/تاریخ کو یومِ عرفہ کہتے ہیں۔ حدیث میں اس دن کے روزے کی بڑی فضیلت آئی ہے، نبی ﷺ یومِ عرفہ کے روزے کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، یومِ عرفہ کے پہلے آٹھ دنوں کے روزوں کا بھی بڑا اجر و ثواب ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

> ”دنوں میں سے کسی دن کی عبادت بھی اللہ کو اتنی پسند نہیں ہے جتنی ذوالحجہ کے ابتدائی عشرے کی، اس عشرے کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے، اور اس عشرے میں ہر رات کے نوافل کی وہی فضیلت ہے جو شب قدر کے نوافل کی فضیلت ہے۔“

ایامِ بیض کے روزے

ہر مہینے کے تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں دن کو ایامِ بیض کہتے ہیں۔ یہ چاندنی کے خاص ایام ہیں اسی لیے ان کو ایامِ بیض یعنی روشن دن کہتے ہیں۔ نبی ﷺ ان روزوں کی بڑی تاکید فرماتے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا، اے ابوذر! جب تم مہینے میں تین روزے رکھنے کا ارادہ کرو تو تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخوں کے روزے رکھا کرو۔'' (جامع ترمذی)

حضرت قتادہ بن ملحان کہتے ہیں کہ ''نبی ﷺ ہمیں حکم فرماتے تھے کہ ہم ایامِ بیض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کے روزے رکھا کریں اور فرماتے، یہ تین روزے رکھنا سال بھر روزے رکھنے کے برابر ہے۔'' (ابوداؤد، نسائی)

مہینے میں تین روزے کے حساب سے ایک سال کے ۳۶ روزے ہوے، اور قرآن پاک میں یہ صراحت ہے کہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا عطا کیا جاتا ہے۔ اس طرح ۳۶ کا دس گنا ۳۶۰ بنتا ہے اور سال کے دن ۳۶۰ ہوتے ہیں تو جس شخص نے ہر مہینے کے تین روزے رکھے وہ گویا سال بھر روزے سے رہا۔

اعتکاف کا بیان

اعتکاف کے لغوی معنی ہیں کسی جگہ ٹھیرنا اور بند ہونا اور اصطلاح میں اعتکاف سے مراد وہ خاص عبادت ہے جس میں آدمی دنیوی تعلّقات اور مصروفیات سے الگ ہوکر کچھ وقت کے لیے کسی مسجد میں یک سوئی کے ساتھ جا بیٹھتا ہے۔ وہاں ذکر و فکر، تلاوت و نماز اور یادِ الٰہی میں لگا رہتا ہے، اللہ سے لَو لگائے اس کے در پر پڑا رہتا ہے اور اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی پر روتا اور گڑ گڑاتا ہے۔ اس سے آدمی کے قلب میں جِلا پیدا ہوتی ہے، نفس کا تزکیہ ہوتا ہے، دنیا سے بے نیازی اور آخرت کی طلب پیدا ہوتی ہے اور خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اعتکافِ رمضان کی عظمت و فضیلت آپؐ نے ان الفاظ میں واضح فرمائی:

> ''جس نے رمضان میں دس روز کا اعتکاف کیا، گویا اس نے دو حج اور دو عمرے ادا کیے۔'' (بیہقی)

اعتکاف کے احکام

(۱) رمضان المبارک کے اخیر عشرے میں پورے عشرے کا اعتکاف کرنا سنتِ مؤکدہ کفایہ ہے یعنی بہ حیثیتِ مجموعی بستی کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس سنت کا اہتمام کریں بستی کے کچھ افراد بھی اس سنت کو ادا کرلیں تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور اگر سب نے ہی اس سنت سے غفلت برتی تو سارے ہی لوگ گنہگار ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی ﷺ پابندی کے ساتھ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے، اور وفات تک آپؐ کا یہ معمول رہا۔ آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج اس کا اہتمام فرماتی رہیں۔ (بخاری، مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال آپؐ اعتکاف نہ کر سکے تو دوسرے سال آپؐ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ (جامع ترمذی)

(۲) کوئی شخص اعتکاف کی نذر مان لے، کسی شرط کے ساتھ نذر ماننے یا شرط کے بغیر نذر ماننے ہر صورت میں اس پر یہ اعتکاف واجب ہو جائے گا۔ نذر کا اعتکاف واجب ہے۔

(۳) رمضان کے اخیر عشرے کے علاوہ جب بھی اعتکاف کیا جائے، وہ اعتکاف مستحب ہے۔

شرائطِ اعتکاف

(۱) مسجد میں قیام —— مردوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسجد میں اعتکاف کریں، مرد مسجد میں اعتکاف نہ کریں تو اُن کا اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔

(۲) نیت —— جس طرح دوسری عبادات کے لیے نیت شرط ہے اسی طرح اعتکاف کے لیے بھی نیت شرط ہے، نیت کے بغیر یونہی مسجد میں قیام کر لینے سے اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔

(۳) حدثِ اکبر سے پاک ہونا —— یعنی آدمی اس حالت میں نہ ہو جس میں غسل واجب ہوتا ہے، اور اعتکافِ واجب میں روزہ بھی شرط ہے۔

اعتکاف کے مسائل

(۱) اعتکافِ واجب کی مدت کم سے کم ایک پورا دن ہے، اور زیادہ کی کوئی قید نہیں، اعتکافِ واجب میں روزے سے رہنا ضروری ہے۔

(۲) اعتکافِ مستحب کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں، چند لمحے کا اعتکاف بھی صحیح ہے۔

(۳) خواتین اپنے گھر میں جہاں عام طور پر نماز پڑھتی ہیں اُسی جگہ اعتکاف کریں۔ مسجد میں اعتکاف نہ کریں۔ خواتین کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۴) اعتکافِ واجب کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہے البتہ اعتکافِ مسنون اور اعتکافِ مستحب کی قضا نہیں ہے۔

(۵) اعتکافِ مسنون کا وقت بیس رمضان کو غروبِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے[1]، اور ہلال عید نظر آتے ہی ختم ہو جاتا ہے چاہے رویتِ ہلال ۲۹؍رمضان کو ہو یا ۳۰؍رمضان کو، ہر حال میں اعتکافِ مسنون پورا ہو جائے گا۔

(۶) اعتکاف کی حالت میں ذکر وفکر، تلاوتِ قرآن، تدبّرِ قرآن، درود کا وِرد، وعظ و تبلیغ، دینی تعلیم، دینی تصنیف و تالیف وغیرہ کاموں میں مصروف رہنا مستحب ہے، بالکل خاموش بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۷) معتکف کو اپنا پورا وقت معتکف ہی میں گزارنا ضروری ہے، رفع حاجت، نمازِ جمعہ اور عیدین کے لیے اور کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانے کے لیے معتکف سے باہر جانا جائز ہے، اور اگر اعتکاف کی نیت کرتے وقت نمازِ جنازہ میں شرکت کی نیت بھی کر لی ہو تو نمازِ جنازہ میں شرکت جائز ہے۔

(۸) کسی شرعی یا طبعی ضرورت کے بغیر معتکف سے باہر نکلنے اور باہر ٹھیرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، اور حالتِ اعتکاف میں دنیوی کاموں میں مصروف ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعتکاف کرنے والے کے لیے شرعی ضابطہ یہ ہے کہ وہ نہ مریض کی عیادت کو جائے، نہ جنازے کی نماز میں شرکت کے لیے باہر نکلے، نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ خوش طبعی کی حرکتیں کرے۔ اور نہ اپنی ناگزیر ضرورتوں کے علاوہ کسی ضرورت کے لیے معتکف سے باہر نکلے، اور اعتکاف روزے کے بغیر نہیں ہو سکتا اور ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیے جہاں نمازِ باجماعت کا اہتمام ہو۔

---

(۱) اہل حدیث کے نزدیک رمضان کی بیسویں تاریخ کو نمازِ فجر کے بعد ہی مسجد میں پہنچ جانا ضروری ہے۔

لیلۃ القدر

ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں ایک شب کی قدر و عظمت اتنی زیادہ ہے کہ قرآن و حدیث نے اس کو ہزار مہینوں سے زیادہ افضل اور بہتر قرار دیا ہے، اس شب کو لیلۃ القدر کہتے ہیں۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ (القدر:۳)

''لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔''

اور حدیث میں ہے:

شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ (مشکوٰۃ)

''رمضان وہ باعظمت مہینہ ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔''

قرآن کریم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مبارک رات ماہ رمضان ہی کی ایک رات ہے، قرآن میں ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ:۱۸۵)

''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔''

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِى لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ (القدر:۱)

''بے شک ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔''

ان دونوں آیتوں کے ملانے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان ہی کی ایک مبارک رات ہے، اور اسی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو اوپر بیان کی گئی۔

پھر حدیث سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہے، آپؐ کا ارشاد ہے:

''لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں تلاش کرو۔''

(صحیح بخاری)

البتہ یہ بات صاف طور پر معلوم نہیں ہوتی کہ طاق راتوں میں سے کون سی رات ہے، اور متعین نہ کرنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہلِ اسلام اس پورے مبارک عشرے میں عبادت اور ذکر وفکر کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں، نبی ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپؐ اس عشرے میں سال کے تمام دنوں سے زیادہ عبادت و ذکرِ الٰہی کا اہتمام فرماتے تھے اور صحابۂ کرامؓ کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے، آپؐ کا ارشاد ہے:

''جب لیلۃ القدر آتی ہے تو جبریل امینؑ ملائکہ کے جھرمٹ میں زمین پر اُترتے ہیں اور ہر اُس بندے کے لیے دعائے رحمت ومغفرت کرتے ہیں جو کھڑا یا بیٹھا خدا کی یاد میں مشغول ہوتا ہے۔'' (شعب الایمان للبیہقی)

لیلۃ القدر کی مخصوص دعا

اس مبارک رات میں بندہ جو دعا چاہے مانگے، اور خوب خوب مانگے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات کی برکت سے اپنے بندے کو محروم اور مایوس نہیں کرے گا۔ البتہ حدیث میں ایک خاص دعا کا بھی ذکر ہے، جس کا اہتمام کرنا بہتر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار نبی ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر میں شبِ قدر کو پالوں تو کیا دعا کروں، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا، یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

(جامع ترمذی، ابن ماجہ)

''اے اللہ! تو بڑا ہی معاف فرمانے والا ہے اور بڑا ہی کرم کرنے والا ہے معاف کرنا تجھے پسند ہے پس تو میری خطائیں معاف فرمادے۔''

حج کا بیان

حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے پانچواں اہم رکن ہے، یہ ایک جامع عبادت ہے، جس میں تمام جانی اور مالی عبادتوں کی رُوح موجود ہے۔ حج کی تاریخ دراصل ایک بندۂ مومن کے عشق ومحبت، ایمان واخلاص، جاں نثاری اور فداکاری، ایثار اور جان و مال کی قربانی اور اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں تج دینے کی تاریخ ہے۔

حج کے معنی

لغت میں حج کے معنی ہیں زیارت کا ارادہ کرنا، اور اصطلاحِ شرع میں حج سے مراد اسلام کا وہ رکن ہے جس میں مسلمان بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے۔

حج کی اہمیت وفضیلت

حج کی عظمت واہمیت قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ٥ (آل عمران: ۹۷)

”اور لوگوں پر خدا کا یہ حق ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل سے انکار کرے اس کو جاننا چاہیے کہ اللہ سارے جہان والوں سے بے نیاز ہے۔“

یعنی ان سارے مسلمانوں پر بیت اللہ کا حج خدا کا ایک حق ہے جن کو خدا نے صحت بھی دے رکھی ہے اور دولت بھی اور جو لوگ استطاعت کے باوجود اس حکم کی تعمیل نہیں کرتے اور خدا

کے حق سے غافل ہیں ان سے خدا بے نیاز ہے، خدا کو اُن لوگوں کی کوئی پروانہیں کہ وہ کس حال میں جیتے ہیں اور کس حال میں مرتے ہیں، یہودی ہوکر مرتے ہیں یا نصرانی ہوکر۔ اس سے بڑی تباہی انسان کی اور کیا ہوگی کہ خدا اس سے بے نیازی اور بے تعلقی کا اعلان کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''جس شخص کے پاس سفرِ حج کے لیے ضروری سامان موجود ہو، اور اس کو سواری بھی میسر ہو جو اس کو بیت اللہ تک لے جاسکے اور پھر بھی وہ حج نہ کرے تو اللہ کو اس کی کوئی پروانہیں کہ وہ یہودی ہوکر مرتا ہے یا نصرانی ہوکر۔ (۱) اور یہ اس لیے کہ خدا کا ارشاد ہے:
> **وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا** لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو لوگ استطاعت رکھتے ہوں وہ اس کے گھر کا حج کریں۔''

جس سخت وعید کی طرف متوجہ کرنے کے لیے اس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ وعید آیت کے اس آخری حصے میں ہے: **وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ** ''اور جو شخص اس سے انکار کا رویّہ اختیار کرے (استطاعت کے باوجود حج نہ کرے تو خدا کو اس کی کوئی پروانہیں) اس لیے کہ اللہ سارے عالم سے بے نیاز ہے۔''

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرا ارادہ یہ ہے کہ ان شہروں میں کچھ آدمی بھیجوں، جو جائزہ لے کر دیکھیں کہ کن لوگوں نے حج کی استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہیں کیا ہے، پھر ان پر جزیہ(۲) لگادوں، یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں، یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔'' (المنتقیٰ)

''حج مبرور کا صلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔'' (مسلم، کتاب الحج)

---

(۱) حج کی استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے والوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ سے تشبیہ دی ہے اور قرآن نے تارکینِ صلوٰۃ کے عمل کو مشرکوں کا عمل بتایا ہے، اس کا راز یہ ہے کہ مشرکینِ عرب نماز کو بھول چکے تھے اور حج کیا کرتے تھے۔ چناں چہ قرآن نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی: **وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ** ''اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہوجاؤ'' اس کے برخلاف یہود ونصاریٰ حج نہ کیا کرتے تھے —— اور نماز پڑھ لیا کرتے تھے اگرچہ نماز کی شکل بھی انھوں نے بگاڑ رکھی تھی۔ (یوسف)

(۲) جان ومال کی حفاظت کا وہ ٹیکس جو غیر مسلم شہریوں سے وصول کیا جاتا ہے۔

''حج کرو، اس لیے کہ حج سارے گناہوں کو اس طرح دھو دیتا ہے جس طرح پانی میل کچیل کو صاف کر دیتا ہے۔'' (طبرانی)

نیز فرمایا:

''اللہ کے نبی داؤدؑ نے التجا کی، الٰہی! جو بندے تیرے گھر کی زیارت کرنے آئیں ان کو کیا اجر وثواب ملے گا، خدا نے جواب دیا: اے داؤد! وہ میرے مہمان ہیں، ان کا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں دنیا میں اُن کے گناہ معاف کر دوں اور آخرت کے دن جب وہ مجھ سے ملاقات کریں تو اُن کو بخش دوں۔'' (طبرانی)

اور آپؐ نے فرمایا:

''جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور اس دوران اس نے نہ تو کوئی شہوانی حرکت کی، نہ کسی معصیت کا ارتکاب کیا وہ جب حج سے واپس ہوتا ہے تو ایسا پاک صاف ہوتا ہے گویا آج ہی پیدا ہوا ہے۔'' (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے زائرینِ حرم کے حق میں دعا فرمائی: ''الٰہی حج کرنے والوں کی مغفرت فرمادے۔ اور جس کے حق میں زائرِ حرم استغفار کرے اس کی بھی مغفرت فرمادے۔'' (ابن خزیمہ)

نبی ﷺ سے پوچھا گیا، کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: ''خدا پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کے بعد حجِ مبرور کو تمام اعمال پر اتنی فضیلت حاصل ہے، جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔'' (احمد، طبرانی)

''حجِ مبرور'' سے مراد وہ حج ہے جو خالص رضاءِ الٰہی اور اجرِ آخرت کے لیے کیا گیا ہو اور جس میں ان تمام باتوں کا اہتمام کیا گیا ہو، جن کے اہتمام کی شریعت نے تاکید کی ہے۔

فقہی اصطلاحات (۴)

(۱) اِحرام ـــــ لغت میں احرام کے معنی ہیں حرام کرنا، اور اصطلاحِ فقہ میں حج یا عمرہ کرنے کی نیت سے حج کا لباس پہن کر تلبیہ پڑھنے کو اِحرام کہتے ہیں ـــــ احرام باندھنے والے کو محرم کہتے ہیں، چوں کہ احرام باندھنے کے بعد بہت سی وہ چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں جو احرام سے پہلے حلال تھیں، اس لیے اس کو احرام کہتے ہیں، جس طرح نماز میں پہلی تکبیر کہتے ہی کھانا، پینا، چلنا پھرنا، اور گفتگو وغیرہ کرنا سب حرام ہو جاتا ہے اور اس کو تکبیرِ تحریمہ کہتے ہیں۔

(۲) اِحصار ـــــ احصار کے لغوی معنی روکنے اور باز رکھنے کے ہیں اور اصطلاح میں اِحصار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص حج یا عمرے کی نیت کر لے اور پھر وہ حج یا عمرہ کرنے سے روک دیا جائے۔ ایسے شخص کو ''محصر'' کہتے ہیں۔

(۳) استلام ـــــ استلام لغت میں چھونے اور بوسہ دینے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں استلام سے مراد ہے حجرِ اسود کو بوسہ دینا، اور رکنِ یمانی کو چھونا، طواف کا ہر شوط شروع کرتے وقت اور ہر طواف کے ختم پر حجرِ اسود کا استلام کرنا سنت ہے، اور رکنِ یمانی کا استلام مستحب ہے۔

(۴) اضطباع ـــــ لغت میں اضطباع کے معنی ہیں کسی چیز کو بغل میں لینا اور بازو کھولنا اور اصطلاح میں اضطباع سے مراد ہے چادر وغیرہ کو اس طرح اوڑھنا کہ اس کا ایک کنارہ داہنے شانے پر ڈالنے کے بہ جائے داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانے پر ڈالا جائے اور داہنا شانہ کھول دیا جائے۔ یہ عمل اس مقصد سے کیا جاتا ہے تا کہ زائرِ حرم، اپنی قوت، چستی اور نشاط کا اظہار کر سکے۔

(۵) آفاقی — مکۂ معظّمہ سے کچھ فاصلے پر ہر طرف پانچ مقامات ہیں، جہاں پہنچ کر زائرِ حرم کو اِحرام باندھنا ہوتا ہے، احرام باندھے بغیر ان مقامات سے آگے بڑھنا جائز نہیں۔ ان مقامات کو میقات کہتے ہیں، میقات سے باہر علاقوں کے رہنے والے سارے لوگوں کو اصطلاح میں آفاقی کہتے ہیں، جیسے ہند، پاکستان، ترکی، ایران، عراق، شام وغیرہ کے سارے باشندے آفاقی کہلائیں گے، حج کے باب میں اس اصطلاح سے واقفیت اس لیے بہت ضروری ہے کہ حج کے باب میں آفاقی کے بہت سے مسائل و احکام ان لوگوں سے مختلف ہیں جو میقات کے اندر کے علاقوں میں رہتے ہیں۔

(۶) اِفراد — اِفراد حج کی ایک قسم ہے۔ اصطلاح میں حجِ افراد سے مراد یہ ہے کہ حج کرنے والا صرف حج کی نیت کرے، حج کے ساتھ عمرے کی نیت نہ کرے، ''حجِ اِفراد'' کرنے والے کو اصطلاح میں ''مفرد'' کہتے ہیں۔

(۷) ایامِ تشریق — ماہِ ذوالحجہ کی ۱۱/ ۱۲/ ۱۳/ تاریخ کو ایّامِ تشریق کہتے ہیں اور ذوالحجہ کی ۹/ تاریخ کو یومِ عرفہ، ۱۰/ تاریخ کو یومِ نحر اور ان پانچوں دنوں کو بھی ایامِ تشریق کہتے ہیں۔ چناں چہ ۹/ تاریخ کی فجر سے ۱۳/ تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کو تکبیرِ تشریق کہتے ہیں۔

(۸) تحلیق — اُسترے سے سر منڈانے کو تحلیق کہتے ہیں، ارکان حج سے فارغ ہونے کے بعد حاجی کے لیے سر منڈانا واجب ہے۔

(۹) تقصیر — اصطلاح میں تقصیر کے معنی ہیں بال کتروانا، ارکانِ حج سے فارغ ہونے کے بعد حاجی کے لیے واجب ہے کہ یا تو بال منڈالے یا پھر کتروالے۔

(۱۰) تلبیہ — احرام باندھتے وقت جو مخصوص صدا زائرِ حرم پکارتا ہے اور پھر دورانِ حج برابر اس کا ورد رکھتا ہے اس کو تلبیہ کہتے ہیں۔ ہر نشیب میں اُترتے ہوئے، ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے، ہر فرض نماز کے بعد، ہر نئے قافلے سے ملتے وقت اور ہر صبح شام زائرِ حرم کی زبان پر یہ دعا جاری رہتی ہے:

لَبَّیۡکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ اِنَّ الۡحَمۡدَ
وَالنِّعۡمَةَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ لَکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ۔

(۱۱) تہلیل ـــ کلمۂ طیبہ یعنی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ پڑھنے کو تہلیل کہتے ہیں۔

(۱۲) تمتع ـــ تمتع حج کی ایک قسم ہے، تمتع کے لغوی معنی ہیں کچھ وقت کے لیے فائدہ اٹھانا اور اصطلاح میں حجِ تمتع یہ ہے کہ آدمی حج اور عمرہ ساتھ ساتھ کرے لیکن اس طرح کہ دونوں کے لیے الگ الگ احرام باندھے اور عمرہ کر لینے کے بعد احرام کھول کر اُن ساری چیزوں سے فائدہ اٹھائے جو احرام کی حالت میں ممنوع ہوگئی تھیں اور پھر حج کا احرام باندھ کر حج کے ارکان ادا کرے، چوں کہ اس طرح عمرے اور حج کے درمیان کچھ وقت کے لیے اِحرام کھول کر حلال ہونے کا فائدہ اٹھانے کا موقع مل جاتا ہے اس لیے ایسے حج کو ''حجِ تمتع'' کہتے ہیں۔

(۱۳) جنایت ـــ جنایت کے لغوی معنی ہیں کوئی ممنوع اور بُرا کام کرنا لیکن حج کے سلسلے میں اس اصطلاح سے مراد کوئی ایسا ممنوع کام کرنا ہے جو حرم میں ہونے کی وجہ سے یا حالتِ احرام میں ہونے کی وجہ سے ممنوع ہو، جنایت ہو جانے کی صورت میں اس کا تاوان قربانی یا صدقے کی شکل میں دینا واجب ہوتا ہے۔

(۱۴) دم احصار ـــ عمرے یا حج کی نیت کر لینے کے بعد کوئی شخص کسی وجہ سے حج یا عمرہ ادا کرنے سے روک دیا جائے تو اس کو حسبِ مقدور قربانی دینی ہوتی ہے، اس قربانی کو دم احصار کہتے ہیں یعنی وہ خون جو احصار کی وجہ سے واجب ہوا ہے۔

(۱۵) رفث ـــ رفث سے مراد جنسی فعل یا اس سے متعلق گفتگو کرنا ہے، حج کے دوران یہ فعل اور اس طرح کی گفتگو ممنوع ہے، اشاروں میں بھی اس طرح کی کوئی بات نہ کرنا چاہیے۔

(۱۶) رمل ـــ طواف کے پہلے تین چکروں میں شانے ہلاتے ہوئے تیز تیز چلنے کو رمل کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ے ہجری میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے مکّے تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپس میں کہا: ان لوگوں کا حال کیا ہو رہا ہے! دراصل

مدینے کی آب و ہوا کی خرابی کا اثر تھا، اور سب ہی کم زور ہو گئے تھے۔ نبی ﷺ کو اس گفتگو کا پتہ چلا تو آپؐ نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں لوگ رمل کریں یعنی ڈلکی چال چلیں اور قوت و طاقت کا مظاہرہ کریں۔

(۱۷) رمی — لغت میں رمی، پھینکنے اور نشانہ لگانے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں رمی سے مراد حج کا وہ عمل ہے جس میں حاجی تین ستونوں پر کنکریاں مارتا ہے۔ منیٰ میں کچھ کچھ فاصلے سے تین ستون بنے ہوئے ہیں ان کو جمرات کہتے ہیں، ان جمرات پر کنکریاں مارنا، یعنی رمی کرنا واجب ہے۔

(۱۸) سعی — لغت میں سعی کے معنی ہیں اہتمام سے چلنا، دوڑنا اور کوشش کرنا۔ اصطلاح میں سعی سے مراد حج کا وہ عمل ہے جس میں زائرِ حرم صفا اور مروہ نامی دو پہاڑیوں کے درمیان دوڑتا ہے، آج کل ان دونوں پہاڑیوں کا معمولی سا نشان باقی ہے، صفا اور مروہ کے درمیان سعی واجب ہے۔

(۱۹) شوط — شوط کے معنی ہیں چکر لگانا اور اصطلاح میں شوط سے مراد بیت اللہ کے گرد ایک چکر لگانا ہے۔

(۲۰) طوافِ قدوم — مکے میں داخلے کے بعد سب سے پہلے جو طواف کیا جاتا ہے اس کو طوافِ قدوم کہتے ہیں، طوافِ قدوم کو طوافِ تحیہ اور طوافِ لقاء بھی کہتے ہیں، طوافِ قدوم صرف ان لوگوں پر واجب ہے جو میقات سے باہر کے باشندے ہوں جن کو اصطلاح میں آفاقی کہتے ہیں۔

(۲۱) طوافِ زیارت — طوافِ زیارت حج کا ایک رکن ہے، وقوفِ عرفات کے بعد ۱۰ ر ذوالحجہ کو جو طواف کیا جاتا ہے اس کو طوافِ زیارت یا طوافِ افاضہ کہتے ہیں۔ طوافِ زیارت فرض ہے اور اس کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے۔

(۲۲) طوافِ وداع — بیت اللہ سے رخصت ہوتے وقت جو آخری طواف کیا جاتا ہے اس کو طوافِ وداع یا طوافِ صدر کہتے ہیں۔ یہ طواف بھی آفاقی پر واجب ہے۔ اس طواف کے بعد ملتزم سے چمٹ چمٹ کر اور بیت اللہ کا پردہ پکڑ پکڑ کر انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ

دعا مانگنا چاہیے۔ یہ بیت اللہ سے رخصت کا وقت ہے معلوم نہیں پھر کب یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کی ہدایت ہے: ''کوئی شخص 'طوافِ رخصت' کیے بغیر بیت اللہ سے واپس نہ ہو مگر اس خاتون کے لیے اجازت ہے جو حالتِ حیض میں ہو۔'' (بخاری)

(۲۳) عمرہ — عمرہ کے معنی ہیں آباد مکان کا ارادہ کرنا، زیارت کرنا، اور اصطلاح میں اس سے مراد وہ چھوٹا حج ہے جو ہر وقت ہوسکتا ہے، اس کے لیے کوئی خاص مہینہ اور دن مقرر نہیں ہے، جس وقت جی چاہے احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف کریں، سعی کریں اور حلق یا تقصیر کر کے احرام کھول دیں۔ عمرہ حج کے ساتھ بھی کیا جاسکتا ہے اور حج سے علیحدہ بھی۔ عمرہ کرنے والے کو ''معتمر'' کہتے ہیں۔

(۲۴) قران — قران کے لغوی معنی ہیں دو چیزوں کو باہم ملانا اور اصطلاحِ شرع میں قران یہ ہے کہ آدمی حج اور عمرے کا اِحرام ایک ساتھ باندھ کر دونوں کے ارکان ادا کرے، حجِ قران کرنے والے کو قارن کہتے ہیں، ''حجِ قران''، ''حجِ اِفراد'' اور ''حجِ تمتع'' دونوں سے افضل ہے۔

(۲۵) محصر — حج یا عمرے کا ارادہ کر لینے کے بعد جو شخص حج یا عمرہ کرنے سے روک دیا جائے اس کو ''محصر'' کہتے ہیں۔ حج سے روکے جانے کی صورت میں محصر پر حسبِ مقدور قربانی واجب ہوتی ہے، جس کو دم احصار کہتے ہیں۔

(۲۶) میقات — مکہ معظّمہ سے کچھ کچھ فاصلے پر ہر طرف پانچ متعین اور متفق علیہ مقامات ہیں جن پر پہنچنے کے بعد زائر حرم کے لیے اِحرام باندھنا لازم ہو جاتا ہے، احرام باندھے بغیر ان مقامات سے آگے بڑھنا اور حرم کے علاقے میں داخل ہونا جائز نہیں۔

(۱) ذوالحلیفہ: یہ مدینے والوں کے لیے اور مدینے کی جانب سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔ یہ مکۂ معظّمہ سے تقریباً تین سو تیس (۳۳۰) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے —

(۲) جحفہ: یہ شام والوں کے لیے اور مغربی علاقوں سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔ یہ مکہ معظّمہ سے مغرب کی طرف تقریباً ایک سو ساٹھ (۱۶۰) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

(۳) قرن المنازل: یہ نجد سے آنے والوں کے لیے اور مشرقی علاقوں سے آنے والوں کے لیے میقات ہے، یہ مکہ معظّمہ سے مشرق کی جانب تقریباً پچاس (۵۰) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

(۴) ذاتِ عرق: یہ عراق والوں کے لیے اور اس سمت سے آنے والے سارے لوگوں کے لیے میقات ہے۔ یہ مقام مکے سے تقریباً اسّی (۸۰) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

(۵) یلملم: یہ یمن کی جانب سے آنے والے لوگوں کے لیے میقات ہے۔ یہ تہامہ کی مشہور پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی ہے۔ یہ مکہ سے جنوب مشرق میں تقریباً چونسٹھ (۶۴) کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ ہندو پاک سے جانے والے زائرینِ حرم کے لیے بھی میقات ہے۔

(۲۷) وقوف ـــ وقوف کے معنی ہیں کھڑا ہونا اور ٹھیرنا، حج کے دوران تین مقامات پر وقوف کرنا ہوتا ہے۔ عرفات میں وقوف، مزدلفے میں وقوف، اور منیٰ میں وقوف۔ وقوف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ان مقامات پر پہنچ جائے، وقوف کی نیت کرنا اور وہاں کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے۔ سب سے اہم وقوف وقوفِ عرفات ہے۔ وقوفِ عرفات کا وقت ۹/ذوالحجہ کو بعد زوالِ ظہر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد ہے۔ اس لیے اسی وقت پہنچ جانا چاہیے۔ لیکن چوں کہ یہ حج کا رُکنِ اعظم ہے اور اسی پر ادائے حج کا دارومدار ہے اس لیے اس کے وقت میں کشادگی دے کر سہولت دی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص ۹/۱۰/ذوالحجہ کی درمیانی شب میں صبح صادق سے پہلے پہلے کسی وقت بھی لمحے بھر کے لیے عرفات پہنچ جائے تو اس کا وقوف معتبر ہوگا اور اس کا حج ادا ہو جائے گا۔ مزدلفے میں وقوف واجب ہے اور منیٰ میں وقوف مسنون ہے۔

(۲۸) ہدی ـــ ہدی کے لغوی معنی ہیں تحفہ اور ہدیہ، اور شریعت میں ہدی سے مراد وہ جانور ہے جو زائرِ حرم قربانی کرنے کے لیے اپنے ہم راہ لے جاتا ہے یا کسی ذریعے سے وہاں بھیج دیتا ہے۔

حج کے مشہور مقامات

بیت اللہ اور اس کے قرب وجوار میں جن پاک مقامات پر زائرین حرم حج کے ارکان و اعمال ادا کرتے ہیں، ان کی تاریخ سے فی الجملہ واقفیت زائرین حرم کے لیے خاص طور پر ضروری ہے، اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک مقام کے ساتھ جاں نثاری، فدائیت اور جہاد وقربانی کی تاریخ وابستہ ہے اور توقع یہ ہے کہ ان لوگوں کا حج زیادہ شعوری اور زیادہ جذبات انگیز ہوگا جو ان مقامات کی تاریخ سے واقف ہوکر ان پر حاضری دیں گے اور حج کے اعمال وارکان کی حکمتوں کو سمجھتے ہوئے ان کو ادا کریں گے۔ اسی مقصد سے ان مقاماتِ حج کا مختصر تعارف دیا جارہا ہے۔

(۱) بیت اللہ ـــــ روئے زمین پر خدا کی عبادت کے لیے سب سے پہلے جو مقدس گھر تعمیر کیا گیا اسی کا نام بیت اللہ ہے، قرآن کی شہادت ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّ هُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ ۝ (آل عمران:۹۶)

"بلاشبہ عبادت کا سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے تعمیر کیا گیا وہ وہی ہے جو مکے میں ہے، سراسر خیر وبرکت اور تمام جہان والوں کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے۔"

سب سے پہلے یہ گھر خدا کے حکم سے فرشتوں نے تعمیر کیا تھا، پھر شکستہ ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی مرمت کی اور آپ کی اولاد نے اس کو آباد کیا ـــــ نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب عظیم طوفان آیا تو یہ گھر بھی غرق ہوگیا۔ اس کے بعد خدا کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے اس کے آثار اور نشانات بتا کر اس کی تعمیر پر مامور فرمایا تاکہ رہتی زندگی تک دور دراز سے لوگ اس مرکزِ توحید پر جمع ہوں، اور یہاں سے توحید کا پیغام قیامت تک سارے جہاں میں پھیلتا رہے:

"یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے ابراہیمؑ کے لیے اس گھر (بیت اللہ) کی جگہ تجویز کی تھی (اس ہدایت کے ساتھ) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام ورکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو، اور لوگوں کو

حج کے لیے اذنِ عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دُور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں تا کہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لیے رکھے گئے ہیں۔''

چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی معیت میں اپنے مبارک ہاتھوں سے اس مبارک گھر کی تعمیر فرمائی اور یہ دعا کی کہ پروردگار میری ذرّیت میں سے ایک امتِ مسلمہ کو اُٹھا، اور اس امت میں ایک رسول مبعوث فرما جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے۔ اُن کو تیرے قانون کا علم دے، ان کو حکمت سکھائے، اور ان کا تزکیہ کرے۔ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا قبول فرمائی اور ہر سال لاکھوں کی تعداد میں مسلمان اس سرچشمۂ توحید کے گرد جمع ہو کر توحید کی دعوت جذب کرتے ہیں اور خدا کی بندگی کے جذبات سے سرشار ہو کر روئے زمین کے دور دراز خطوں میں توحید کی آواز پہنچانے کے لیے پھیل جاتے ہیں۔
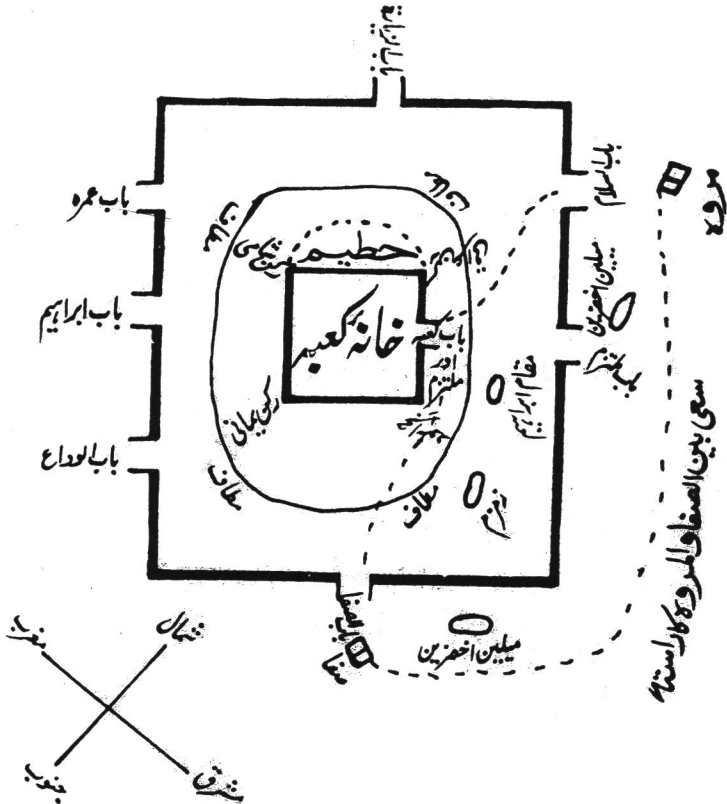
(۲) بطن عرنہ —— میدانِ عرفات میں حدودِ حرم سے متصل ایک خاص مقام کا نام ہے۔

(۳) جبلِ رحمت —— میدانِ عرفات کے درمیان ایک تاریخی پہاڑی ہے جہاں نبی ﷺ نے آخری حج کے موقع پر تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار فداکاروں کے سامنے وہ تاریخی اور انقلابی خطبہ دیا تھا، جس کو خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

وقوفِ عرفات میں یہاں اُترنا افضل ہے، لیکن ضروری نہیں، عرفات میں کسی جگہ بھی وقوف کر سکتے ہیں، اور ہر جگہ سے اس جبلِ رحمت پر نظر پڑتی رہے گی۔

(۴) جبلِ قزح —— مزدلفے میں ایک پہاڑی ہے جس کو ''جبلِ قزح'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۵) جحفہ —— مکۂ معظّمہ سے مغرب کی جانب مکّے سے تقریباً ایک سو ساٹھ (۱۶۰) کلو میٹر کے فاصلے پر ایک مقام ہے، اس نام سے اب وہاں کوئی بستی تو نہیں ہے لیکن یہ معلوم اور معروف ہے کہ رابغ کے نام سے آج کل جو بستی موجود ہے اسی کے قریب یہ جحفہ نام کا مقام تھا۔ یہ مقام میقات ہے، زائرین حرم یہاں احرام باندھ کر حرم کے علاقے میں داخل ہوتے ہیں۔ شام اور مغربی علاقوں کی طرف سے آنے والے لوگوں کو یہیں پر احرام باندھنا ہوتا ہے۔

(۶) حجرِ اسود —— حجرِ اسود یعنی سیاہ پتھر۔ یہ ایک مبارک پتھر ہے جو بیت اللہ کے شرقی گوشے میں بیت اللہ کے دروازے کے قریب دیوار میں نصب ہے۔ حدیث میں ہے کہ حجرِ اسود جنت کا ایک پتھر ہے، جو رنگ میں دودھ سے زیادہ سفید تھا، حج کرنے والوں کے استلام سے ان کے گناہوں کی سیاہی جذب کرتے کرتے سیاہ ہو گیا ہے —— قیامت کے دن یہ پتھر بھی اُٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پتھر کو زبان اور بینائی عطا فرمائے گا اور یہ اُن لوگوں کے اعمال کی گواہی دے گا جو طواف کے وقت اس کا استلام کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی)

(۷) حطیم —— بیت اللہ کا وہ حصہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کیے ہوئے کعبۂ مقدس میں شامل تھا۔ لیکن بعد کو جب آتش زدگی کے باعث کعبہ منہدم ہوا اور نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کی تو سرمائے کی کمی کی وجہ سے یہ حصہ تعمیر میں شامل نہ ہو سکا۔ اور آج تک یہ حصہ الگ ہے، چوں کہ یہ بیت اللہ کی اصل عمارت میں

شامل ہے اس لیے طواف کرنے والوں کو حکم ہے کہ وہ اس کو بھی طواف بھی شامل رکھیں اور حطیم کے باہر باہر سے طواف کریں۔

(۸) ذوالحلیفہ —— مدینۂ منورہ سے مکۂ معظّمہ آتے ہوئے راستے میں ایک مقام ہے، یہ مقام مسجد نبویؐ سے اندازاً آٹھ کلومیٹر اور مکۂ معظّمہ سے تقریباً تین سوتیس (۳۳۰) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ اہلِ مدینہ اور مدینے کی سمت سے آنے والے لوگوں کے لیے میقات ہے، اور یہ میقات مکۂ معظّمہ سے دوسرے تمام میقاتوں کے مقابلے میں زیادہ دُور پڑتا ہے۔

(۹) ذات عرق —— کوفہ سے مکۂ معظّمہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے۔ یہ مکۂ معظّمہ سے اندازاً اسّی (۸۰) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، عراق اور عراق کی جانب سے آنے والوں کے لیے یہی میقات ہے۔

(۱۰) رکنِ یمانی —— بیت اللہ کے اس گوشے کو جو یمن کی جانب ہے رُکنِ یمانی کہتے ہیں۔ یہ بڑا متبرک مقام ہے۔ طواف کرنے والا اس گوشے کا بھی استلام کرتا ہے۔ اور حدیث میں رُکنِ یمانی کو چھونے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے: ''حجرِ اسود اور رُکن یمانی کو چھونے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں'' (الترغیب) نیز آپؐ کا ارشاد ہے: رکنِ یمانی پر ستّر فرشتے مقرر ہیں جو دعا مانگنے والے کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔''

(۱۱) زم زم —— ایک نہایت متبرک چشمہ ہے جو خدا نے اپنے خصوصی فضل سے اس وادیِ غیر ذی زرع میں حضرت ہاجرۃ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے لیے جاری فرمایا تھا، اور آج تک زائرینِ حرم اس سے سیراب ہوتے ہیں، اس کا پانی جس مقصد سے پیا جائے خدا تعالیٰ کے کرم سے یہ اسی مقصد کے لیے مفید ہو جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ اس کا پانی خوب سیر ہو کر پئیں۔

(۱۲) صفا اور مروہ —— بیت اللہ کے قریب ہی دو متبرک پہاڑیاں تھیں، یہ پہاڑیاں تو اب موجود نہیں ہیں البتہ ان کے آثار اب بھی موجود ہیں اور ان کے درمیان سعی کرنے کے لیے دو راستے بنا دیئے گئے ہیں، جاہلیت کے زمانے میں ان دونوں پہاڑیوں پر قریش نے دو بُت نصب کر دیئے تھے —— اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں مسلمانوں کو ان کے درمیان سعی

کرنے میں تردّد ہوا تو خدا نے ہدایت فرمائی کہ ان کے مابین سعی اور طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ صفا اور مروہ کی سعی دورِ ابراہیم سے حج کا ایک معروف عمل رہا ہے، ان پہاڑیوں کو بتوں کا استھان بعد میں بنایا گیا۔ قرآن میں ہے:

"صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان طواف کرلے۔" (البقرہ:۱۵۸)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے۔

(۱۳) عرفات ــــ میدانِ عرفات ایک بہت ہی وسیع اور کشادہ وادی ہے جس میں لاکھوں انسان بیک وقت جمع ہو سکتے ہیں۔ اس میدان میں وقوف حج کا سب سے اہم رکن ہے بلکہ ایک موقع پر تو رسول اللہ ﷺ نے وقوفِ عرفات کو اس قدر اہمیت دی کہ فرمایا: "عرفات میں وقوف ہی حج ہے۔" (جامع ترمذی) یہ وہی تاریخی میدان ہے جہاں نبی ﷺ نے تقریباً ایک لاکھ اور چالیس ہزار مسلمانوں کے سامنے اپنا آخری خطبہ دیا۔ جس کو تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہاں زائرینِ حرم کو انتہائی عاجزی کے ساتھ دعائیں مانگنی چاہئیں۔ یہاں کی حاضری گویا اسی لیے ہے کہ بندہ اپنے خدا سے جو چاہے مانگے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"عرفے کے دن کی دعا بہترین دعا ہے۔" (جامع ترمذی، مسند احمد)

(۱۴) قرن المنازل ــــ نجد سے مکہ معظّمہ آتے ہوئے یہ مقام راستے میں پڑتا ہے۔ یہ مکۂ معظّمہ سے تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ نجد والوں کے لیے اور جو اس سمت سے آئیں ان کے لیے میقات ہے۔

(۱۵) مقامِ ابراہیم ــــ مقامِ ابراہیم اس تاریخی پتھر کا نام ہے جس پر پاؤں رکھ کر حضرت ابراہیمؑ اونٹ پر چڑھتے اور اُترتے تھے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر آپؑ نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تھی۔ بہ ہر حال یہ ایک نہایت ہی متبرک تاریخی پتھر ہے جس کے قریب اللہ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، اور طواف کرنے والے طواف کر کے یہاں دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔

(۱۶) محسر — منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان ایک وادی ہے، پوری وادی میں بھورے رنگ کا بجری نما ریت پھیلا ہوا ہے، رمی کے لیے یہیں سے لوگ چھوٹی چھوٹی کنکریاں اُٹھا لیتے ہیں اور جلد یہاں سے گزر جاتے ہیں، ابرہہ ظالم کا خاتمہ پرندوں کی کنکریوں سے اسی جگہ پر ہوا تھا۔

(۱۷) محصّب — منیٰ اور مکۂ معظّمہ کے درمیان ایک مقام ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے، منیٰ سے روانہ ہوتے وقت یہاں ٹھیرنے کی اجازت ہے، آج کل یہاں ایک بستی آباد ہے جس کو ''معابدہ'' کہتے ہیں۔

(۱۸) مزدلفہ — منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک متبرک مقام ہے۔ یہاں دَورِ جاہلیت میں قریش کے لوگ اپنے آباء واجداد کے کارنامے بیان کرتے اور فخر کرتے تھے۔ اس میدان میں ایک ٹیلہ ہے جس کے اردگرد ایک احاطہ بنا ہوا ہے اس کو مشعر الحرام کہتے ہیں، نبی ﷺ نے اس پر چڑھ کر ذکر و تسبیح فرمائی تھی اور دعا مانگی تھی۔ قرآن میں مسلمانوں کو ہدایت ہے:

> ''جب تم عرفات سے واپس ہو تو مشعر الحرام کے پاس ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔ اور ذکرِ الٰہی کا وہ طریقہ اختیار کرو جو اس نے تمہیں تعلیم فرمایا اور تم اس سے پہلے اس طریقے سے ناواقف تھے۔'' (البقرہ:۱۹۸)

(۱۹) مسجد الحرام — مسجد الحرام وہ بابرکت عمارت ہے جس کے درمیان بیت اللہ واقع ہے، یہی مومنوں کے لیے روئے زمین پر خدا کی نماز پڑھنے کی اصل جگہ ہے اور دنیا کی تمام مسجدیں دراصل اسی کی قائم مقام ہیں اور سب کا رُخ اسی کی طرف ہے، دنیا میں مسجد الحرام سے زیادہ افضل کوئی مسجد نہیں ہے۔ مسجد الحرام میں ایک نماز کا اجر و ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ)

آج کل مسجد الحرام کی عالی شان عمارت میں بڑی توسیع ہوگئی ہے، خدا کا حکم ہے: ''نماز میں اپنے رُخ مسجد الحرام کی طرف کرلو۔'' یہاں جنگ کرنے کی ممانعت ہے، یہ دار الامن اور پناہ گاہ ہے، یہاں مشرکوں کے آنے کی ممانعت ہے۔

> ''مسلمانو! مشرک سراسر نجس ہیں لہٰذا اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکنے پائیں۔'' (التوبہ:۲۸)

(۲۰) مسجد خیف ـــــ منیٰ میں ایک مسجد کا نام ہے، زائرینِ حرم منیٰ پہنچ کر اسی مسجد میں ظہر وعصر، مغرب وعشاء اور فجر کی نمازیں پڑھتے ہیں۔

(۲۱) ملتزم ـــــ حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان کے حصے کو ملتزم کہتے ہیں، اس جگہ کعبہ کی دیوار سے چمٹ کر اپنے سینے اور چہرے کو اس پر چمٹا کر انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگنا چاہیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

> ''ملتزم وہ جگہ ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے، بندہ یہاں جو بھی مانگتا ہے خدا اس کو قبول فرماتا ہے۔'' (حصن حصین)

(۲۲) منیٰ ـــــ حرم کے حدود میں مکۂ معظّمہ سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی کا نام ہے، اسی بستی میں مسجدِ خیف ہے جہاں حج کرنے والے ذوالحجہ کی ۸/اور ۹/تاریخ کو پانچ وقت کی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ منیٰ میں وقوف کرنا سنت ہے، اور مستحب یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد وہاں پہنچے اور شب وہیں گزارے۔

(۲۳) میلین اخضرین ـــــ صفا اور مروہ کے درمیان مروہ کو جاتے ہوئے بائیں جانب دو سبز رنگ کے نشان ہیں، ان کو میلینِ اخضرین کہتے ہیں، مرد زائرین ان دونوں کے درمیان اپنی رفتار تیز کر دیتے ہیں، البتہ خواتین ان کے مابین بھی اپنے معمول کے مطابق رفتار سے سعی کرتی ہیں۔

(۲۴) یلملم ـــــ یمن سے مکۂ معظّمہ آتے ہوئے راستے میں ایک مقام پڑتا ہے۔ یہ یمن اور یمن کی سمت سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔ ہندو پاک سے جانے والے بھی اسی میقات پر احرام باندھتے ہیں۔ یلملم کا فاصلہ مکۂ معظّمہ سے اندازاً چونسٹھ (۶۴) کلومیٹر ہے۔

حج کا حکم

حج ہر اُس مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے جس میں حج کے وجوب کی شرطیں پائی جائیں، حج کی فرضیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے، جو شخص حج کی فرضیت کا انکار کرے، وہ کافر ہے، اور جو شخص وجوبِ حج کی ساری شرطیں ہوتے ہوئے حج نہ کرے وہ سخت گنہگار اور فاسق ہے۔ جس شخص پر بھی حج واجب ہو جائے اس پر فرض ہے کہ فوراً حج کرے، بلا وجہ تاخیر کرنا اور ٹال مٹول سے کام لینا گناہ ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کو جلدی کرنا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ وہ بیمار پڑ جائے، ممکن ہے سواری کھو جائے (سفر کے ذرائع اور وسائل باقی نہ رہیں) یا کوئی (ایسی) ضرورت پیش آجائے (کہ حج کے لیے جانا ممکن نہ رہے)۔''

وجوبِ حج کی شرطیں

وجوبِ حج کے لیے سات شرطیں ہیں۔ ان شرطوں میں سے کوئی نہ پائی جائے تو حج فرض نہیں ہوتا۔

(۱) اسلام: حج صرف مسلمان پر فرض ہے، کافر پر حج فرض نہیں۔

(۲) بلوغ: نابالغ بچوں پر حج فرض نہیں۔

(۳) عقل وہوش: دیوانے، مست اور بے ہوش آدمی پر حج فرض نہیں ہے۔

(۴) آزادی: غلام اور کنیز پر حج فرض نہیں۔

(۵) **استطاعت:** یعنی بنیادی ضرورت سے زائد اتنا مال اپنی ملکیت میں موجود ہو جو زادِ راہ اور سواری کے لیے کافی ہو سکے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس شخص پر اتنا قرضہ بھی نہ ہو جس کو ادا کرنے کی صورت میں مال باقی ہی نہ رہے نہ اتنا رہ جائے جو زادِ راہ اور سواری کے لیے کافی ہو سکے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کی کفالت اس کے ذمّے ہے ان کے لیے اتنا مال چھوڑ جائے جو واپسی تک ان کی ضروریات کے لیے کافی ہو سکے۔

(۶) **صحت:** یعنی کوئی ایسی بیماری وغیرہ نہ ہو جس کے ہوتے سفر نہ کیا جا سکتا ہو، پس نابینا، لنگڑا، اپاہج یا وہ مریض جو چلنے پھرنے کی سکت نہ رکھتا ہو، پر حج فرض نہیں، یہ لوگ اگر مالدار ہوں تو ان پر حج بدل فرض ہے۔

(۷) **راستے میں امن و امان ہونا:** پس اگر راستے میں ڈاکہ زنی کا خطرہ ہو یا جنگ برپا ہو اور جہاز ڈوبنے کا اندیشہ ہو، غرض راستہ کسی وجہ سے بھی محفوظ و مامون نہ ہو تو ایسے حالات میں یہ وصیت کر جانا کافی ہے کہ امن و امان ہو جانے کے بعد میت کی جانب سے حج بدل کر لیا جائے، اور خواتین کے لیے ان شرائط کے علاوہ یہ شرط بھی ہے کہ سفر میں شوہر یا اور کوئی محرم ان کے ہمراہ ہو۔

صحتِ حج کی شرطیں

حج صحیح ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:

(۱) **اسلام:** غیر مسلم کا حج صحیح نہیں ہے، اگر کوئی شخص اسلام کا اعلان کرنے سے پہلے حج کر لے تو اسلام لانے کے بعد اس کو پھر حج ادا کرنا ہوگا اور اس کا پہلا حج کافی نہیں ہوگا۔

(۲) ایامِ حج میں حج کرنا اور تمام ارکان اپنے اپنے مقررہ اوقات میں ادا کرنا۔ حج کے مہینے یہ ہیں: شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کا پہلا عشرہ۔

(۳) مقررہ مقامات میں ہر ہر رُکن کو ادا کرنا۔

(۴) عقل و خرد: دیوانے اور مجنون کا حج معتبر نہیں۔

(۵) حج کے سارے فرائض پورے کرنا اور مفسدات سے بچنا۔

حج کے فرائض

حج میں تین چیزیں فرض ہیں، ان میں سے کوئی ایک فرض بھی رہ جائے تو حج ادا نہ ہوگا۔

(۱) اِحرام باندھنا۔

(۲) وقوفِ عرفات: یعنی وادیِ عرفات میں کسی وقت ٹھیرنا، چاہے کتنی ہی مختصر ساعت کے لیے ہو۔

(۳) طوافِ زیارت: ان فرائض کے ادا کرنے میں اس بات کا اہتمام بھی ضروری ہے کہ ان کو متعین اوقات اور مقامات میں ترتیب کے مطابق ادا کیا جائے۔

حج کے واجبات

حج میں چھ چیزیں واجب ہیں:

(۱) وقوفِ مزدلفہ ـــ یعنی مزدلفہ میں کچھ دیر ٹھہرنا۔

(۲) سعی کرنا ـــ طواف کے بعد صفا، مروہ کے درمیان سعی واجب ہے، سعی کے ساتوں شوط واجب ہیں کوئی شوط فرض نہیں ہے۔ سعی طہارت کی حالت میں کرنا مسنون ہے۔ پورے حج میں صرف ایک بار سعی کرنا چاہیے خواہ طوافِ قدوم کے فوراً بعد کرے خواہ طوافِ زیارت کے فوراً بعد کرے، بہتر یہ ہے کہ طوافِ زیارت کے بعد کرے۔

(۳) رمی کرنا ـــ سات دفعہ میں سات کنکریاں مارنا واجب ہیں اگر کوئی ایک ہی بار میں سات کنکریاں مار دے تو یہ ایک ہی رمی سمجھی جائے گی۔

(۴) طوافِ قدوم کرنا ـــ (مگر یہ صرف آفاقی کے لیے واجب ہے)۔

(۵) حلق یا تقصیر ـــ مرد کے لیے حلق اور تقصیر دونوں جائز ہیں اور خواتین کے لیے صرف تقصیر جائز ہے، تقصیر میں چوتھائی سر کے بال سے ایک انگل کے بہ قدر کتروا دینا کافی ہے، حلق یا تقصیر کے بعد آدمی احرام سے باہر ہو جاتا ہے جس طرح سلام پھیرنے کے بعد آدمی تکبیرِ تحریمہ سے باہر ہو جاتا ہے۔

(٦) قربانی کرنا ـــــ قربانی صرف حجِ قران یا حجِ تمتع کرنے والوں کے لیے واجب ہے، حجِ اِفراد کرنے والوں کے لیے واجب نہیں البتہ کرے گا تو اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

> ’’ قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل خدا کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے، قیامت کے روز قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ خدا کے حضور آئے گا، اور خون کا قطرہ زمین پر گرتے ہی اللہ تعالیٰ قربانی کو قبول فرمالیتا ہے، پس تم دل کی پوری رغبت سے اس فریضے کو ادا کرو۔‘‘
>
> (جامع ترمذی، ابن ماجہ)

قربانی کا یہ فریضہ صرف زائرینِ حرم ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں بھی مسلمان بستے ہوں، ان پر قربانی واجب ہے۔ یہ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اشارہ ہوا تھا کہ خدا کی راہ میں اپنے بیٹے کی قربانی پیش کریں اور حضرت ابراہیمؑ خوشی خوشی حضرت اسمٰعیلؑ کے گلے پر چھری رکھنے کو تیار ہوگئے۔ خدا کو یہ عمل اتنا پسند آیا کہ رہتی دنیا تک اُمتِ مسلمہ میں اس سنت کو رائج کردیا اور مسلمان ہر سال جانوروں کا خون بہا کر ان جذبات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمارا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان ہے، اور ضرورت پڑنے پر ہم اپنا خون بہانے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ قربانی ہر خوش حال مسلمان پر واجب ہے، جس کے پاس ضرورتِ اصلیہ سے زائد اتنا مال و متاع موجود ہو جو نصابِ زکوٰۃ کے بہ قدر یا اس سے زیادہ ہو، خواہ اس مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔

قربانی کی دعا اور طریقہ

قربانی کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کے چاروں پیر باندھ کر اس کو قبلہ رُخ لٹا دیا جائے اور خوب تیز چھری سے قربانی کرنے والا خود ذبح کرے، اگر کسی وجہ سے خود ذبح نہ کرسکے تو کم از کم ذبح ہوتے وقت موجود رہے۔ ذبح کرنے والا پہلے قربانی کی دعا پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا

وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ

مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذَالِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنْکَ وَلَکَ۔

''میں نے پوری یک سوئی کے ساتھ اپنا رُخ ٹھیک اس خدا کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، بلا شبہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب رب العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلم اور فرماں بردار ہوں، اے اللہ! یہ تیرا ہی دیا ہوا ہے اور تیرے ہی حضور پیش ہے۔''

پھر ''بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہتے ہوئے تیز چھری جانور کے گلے پر پھیر دے اور یہ کلمات کہے:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ[1] کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

''اے اللہ! تو اس قربانی کو ہماری جانب سے قبول فرما، جس طرح تو نے اپنے دوست ابراہیمؑ اور اپنے حبیب محمدؐ کی قربانی قبول فرمائی۔ دونوں پر درود و سلام ہو۔''

یہ کلمات حفظ نہ ہوں تو دیکھ کر پڑھ لیں اور دیکھ کر پڑھنے میں بھی دشواری ہو تو پھر اپنی زبان میں ان کلمات کا مفہوم ادا کریں۔

---

(۱) اگر قربانی کرنے والا کسی دوسرے کی جانب سے قربانی کر رہا ہو تو مِنِّیْ کے بہ جائے اس کا نام لے اور اگر کئی حصے دار ہوں تو سب کا نام لے۔

احرام کے مسائل

(۱) احرام باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل پڑھے پھر اپنے ارادے کے مطابق حج یا عمرے کی نیت کرے اور خدا سے دعا کرے کہ پروردگار اس حج یا عمرے یا دونوں کو میرے لیے آسان فرمادے اور مجھے کامیابی عطا فرما، میری یہ عبادت قبول فرما۔ نیت کرتے ہی تلبیہ پڑھتے ہی زائرِ حرم مُحرم ہو جاتا ہے۔

(۲) مکہ معظّمہ جانے والا خواہ کسی غرض سے پہنچے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ احرام باندھے بغیر میقات سے آگے نہ بڑھے۔ اِحرام باندھے بغیر میقات سے آگے بڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (علم الفقہ ۔ جلد پنجم)

(۳) احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، اگر کسی وجہ سے غسل نہ کر سکے تو وضو ہی کر لے، نابالغ بچوں کے لیے بھی غسل کرنا مسنون ہے۔

(۴) غسل کرنے کے بعد سفید اِزار اور سفید چادر اوڑھنا اور خوش بو لگانا مستحب ہے، اور غسل سے پہلے بال وغیرہ بنوانا بھی مستحب ہے۔

احرام باندھنے کے بعد یہ کام ممنوع ہیں اِن سے اجتناب کرے:

(۱) بے شرمی کی باتیں کرنا۔

(۲) خدا کی نافرمانی اور گناہ کرنا۔ (گناہ تو یوں بھی گناہ ہے، **لیکن احرام کی حالت میں تو اس سے بچنے میں مومن کو سانپ سے زیادہ چوکنا ہونا چاہیے**)۔

(۳) کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا۔

(۴) شکار کرنا (چاہے خود کرے یا دوسرے کی رہ نمائی یا مدد کرے، سب ممنوع ہے)۔

(۵) سِلے ہوئے کپڑے پہننا۔ (ٹوپی، موزہ، دستانے وغیرہ پہننا بھی ممنوع ہیں)۔

(۶) کسی خوش بودار چیز میں رنگے ہوئے کپڑے پہننا۔

(۷) سر اور چہرہ چھپانا۔

(۸) خوش بو کا استعمال کرنا۔

(۹) تیل لگانا۔

(۱۰) بدن کے کسی حصے کے بال منڈوانا، اکھاڑنا، جلانا یا بال صفا صابن وغیرہ سے صاف کرنا بھی ممنوع ہے۔

(۱۱) ناخن کتروانا۔

تلبیہ اور اس کے مسائل

احرام باندھتے وقت جو کلمات پڑھے جاتے ہیں اور پھر دورانِ حج بھی پیہم، صبح وشام، ہر فرض نماز کے بعد، ہر قافلے سے ملتے وقت، ہر نشیب میں اُترتے ہوئے، ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے جو کلمات دُہرائے جاتے ہیں ان کو تلبیہ کہتے ہیں، تلبیہ کے کلمات یہ ہیں:

لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ لاَ شَرِیکَ لَکَ لَبَّیکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لاَ شَرِیکَ لَکَ.

''اللہ! میں حاضر ہوں، اے اللہ! مَیں حاضر ہوں، تیرے حضور آ پہنچا ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں تیرے حضور حاضر ہوں، ساری حمد وتعریف کا تو ہی مستحق ہے، تمام احسانات تیرے ہی ہیں، اقتدار تیرا ہی حق ہے، اور تیرے اقتدار میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔''

(۱) اِحرام باندھتے ہی زائرِ حرم اس نعرے کا وِرد شروع کردیتا ہے۔ احرام باندھنے کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ پڑھنا فرض ہے، اور ایک مرتبہ سے زائد پڑھنا سنت ہے۔

(۲) تلبیہ زائرِ حرم کا ہمہ وقتی نعرہ ہے، لٰہذا ہر صبح و شام، ہر نماز کے بعد، ہر نشیب میں اُترتے ہوئے اور ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے اور ہر قافلے سے ملتے وقت اور جب بھی ایک دوسرے سے ملاقات ہو تلبیہ پڑھنا سنت ہے۔

(۳) تلبیہ ذرا بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔

(۴) تلبیہ پڑھتے وقت تلبیہ کی عبارت کو تین مرتبہ دُہرانا مستحب ہے۔

(۵) تلبیہ پڑھتے وقت گفتگو کرنا مکروہ ہے، اور اسی طرح تلبیہ کہنے والے کو سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۶) تلبیہ کے جو کلمات اوپر لکھے گئے ہیں ان میں کوئی کمی نہ کرنا چاہیے البتہ کوئی مناسب کلمہ بڑھا کر پڑھا جائے تو جائز ہے۔

(۷) تلبیہ کے بعد نبی ﷺ پر درود بھیجنا مستحب ہے۔

تلبیہ کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

> ''سب سے افضل حج وہ ہے جس میں بلند آواز سے تلبیہ پڑھا جائے اور خوب قربانی کی جائے۔''

نیز آپؐ کا ارشاد ہے:

> ''مسلمان زائرِ حرم کی لبیک کی پکار سن کر اس کے دائیں بائیں کے شجر و حجر وغیرہ سب ہی چیزیں لبیک پکارتی ہیں یہی سلسلہ زمین کی انتہا تک جاری رہتا ہے۔''
> (جامع ترمذی)

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

> ''جو محرم بھی تمام دن غروب آفتاب تک لبیک پکارتا رہتا ہے، اس کے سارے گناہ فنا ہو جاتے ہیں اور وہ ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ اس دن تھا، جب کہ وہ پیدا ہوا تھا۔'' (مسند احمد، ابن ماجہ)

وقوف

(۱) ماہِ ذوالحجہ کی ۹ رتاریخ کو میدانِ عرفات میں وقوف کرنا فرض ہے، اگر میدانِ عرفات میں وقوف نہیں کیا تو حج نہیں ہوگا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''میدانِ عرفات میں وقوف ہی حج ہے۔''

(جامع ترمذی) اور وقوفِ عرفات کی فضیلت بتاتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

> ''عرفے کے روز خدا تعالیٰ فرشتوں کے درمیان فخر کرتا ہے، اور فرشتوں سے کہتا ہے، دیکھو میرے بندوں کو، میرے حضور کس حال میں حاضر ہیں، پراگندہ سر، گرد میں اٹے ہوئے، دُور دراز سے دھوپ میں آئے ہیں، فرشتو! میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا، فرشتے کہتے ہیں: ان میں تو فلاں فلاں شخص گنہگار ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں نے سب ہی کو بخش دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: عرفہ کے علاوہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اتنے زیادہ لوگ جہنم کی آگ سے نجات پاتے ہوں۔'' (ابن خزیمہ، ترغیب)

(۲) مزدلفہ میں وقوف کرنا واجب ہے، مزدلفہ میں وقوف کا وقت طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک ہے، مزدلفہ میں پیدل داخل ہونا اور وہاں ایک شب گزارنا مسنون ہے، جاہلیت کے زمانے میں یہاں اہلِ عرب اپنے باپ دادا کے کارنامے بیان کرتے اور فخر کرتے تھے، مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ یہاں پہنچ کر کثرت سے اللہ کا ذکر کریں۔ یہاں مغرب اور عشا کی نماز ایک ساتھ عشا کے وقت میں پڑھتے ہیں اور پھر فجر کی نماز اوّل وقت پر پڑھ کر طلوعِ آفتاب سے پہلے پہلے یہاں سے روانہ ہو جاتے ہیں۔

(۳) ماہِ ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو کسی وقت منیٰ پہنچنا اور وقوف کرنا سنت ہے اور مستحب یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد وہاں پہنچے اور شب وہیں گزارے۔

طواف

(۱) میدانِ عرفات سے واپس آنے کے بعد ذوالحجہ کی ۱۰ رتاریخ کو طوافِ زیارت کرنا فرض ہے، طوافِ زیارت حج کے فرائض میں سے ایک فرض ہے۔ اگر طوافِ زیارت نہ کیا تو حج نہ ہوگا۔ خدا کا ارشاد ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ''اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔'' ائمہ کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد طوافِ زیارت ہے، طوافِ زیارت کو طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں۔

(۲) آفاقی کے لیے طوافِ قدوم واجب ہے، اور غیر آفاقی، چاہے وہ مکہ مکرّمہ میں رہتا ہو یا مکے سے باہر مگر میقات کے اندر رہتا ہو اس کے لیے طوافِ قدوم واجب نہیں۔

(۳) طواف میں ان نو (۹) چیزوں کا اہتمام واجب ہے:

(۱) طہارت کا اہتمام یعنی حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر سے پاک ہونا۔

(۲) سترِ عورت یعنی جسم کے جن حصوں کا چھپانا ضروری ہے اُن کو حالتِ طواف میں چھپائے رکھنا۔

(۳) حجرِ اسود سے طواف شروع کرنا اور اپنی داہنی جانب سے طواف کرنا۔

(۴) کوئی عذر نہ ہو تو پا پیادہ طواف کرنا۔

(۵) طوافِ قدوم میں رمل اور اضطباع کرنا، (صرف مردوں کے لیے)

(۶) حطیم کے باہر باہر سے طواف کرنا تاکہ حطیم بھی طواف میں شامل رہے۔

(۷) سات شوط پورے کرنا، (طواف میں سات شوط ہیں، چار فرض ہیں اور تین واجب ہیں)۔

(۸) طواف کے سات شوط پورے کر لینے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا خواہ فوراً پڑھے یا کچھ دیر کے بعد، لیکن دو رکعت پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع نہ کرے، دو طوافوں کو ملانا مکروہ تحریمی ہے۔ (علم الفقہ۔ جلد پنجم)

(۹) احرام کی حالت میں جو چیزیں ممنوع ہیں، ان سے پرہیز کرنا۔

(۳) طواف کے دوران اگر یاد نہ رہے کہ کتنے شوط کر چکا ہے تو پھر نئے سرے سے طواف کے شوط شروع کرے، ہاں اگر کوئی قابلِ اعتبار شخص یاد دلائے، تو اس کی بات پر عمل کرے۔

(۴) طواف ان اوقات میں بھی جائز ہے جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۵) طواف میں یہ سات چیزیں ممنوع ہیں:

(۱) نجاستِ حکمی کی حالت میں طواف کرنا۔

(۲) برہنہ ہو کر طواف کرنا۔

(۳) حطیم کے اندر اندر طواف کرنا اور حطیم کا طواف نہ کرنا۔

(۴) طواف کی حالت میں بے ضرورت باتیں کرنا، اشعار پڑھنا، خرید وفروخت کرنا یا کچھ کھانا پینا۔

(۵) بائیں جانب سے اُلٹا طواف کرنا۔

(۶) طواف کے شوط میں کمی کرنا۔

(۷) نمازِ باجماعت کے وقت طواف کرنا۔

(۶) طواف کرتے کرتے نمازِ جنازہ یا کوئی دوسری فرض نماز پڑھنے چلا جائے یا وضو کرنے چلا جائے، تو واپس آنے کے بعد نئے سرے سے طواف شروع نہ کرے بلکہ جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا وہیں سے شروع کر کے سات شوط پورے کرے۔

(۷) بیت اللہ سے واپس ہوتے وقت رخصتی طواف کرنے کو طوافِ وِداع کہتے ہیں، طوافِ وداع بھی آفاقی کے لیے ہے۔ اس طواف کے بعد بھی دو رکعت نماز واجب ادا کرنا چاہیے۔ اور پھر ملتزم سے چمٹ کر انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنا چاہیے کہ یہ رخصت کی آخری گھڑیاں ہیں، خدا جانے پھر کب یہ سعادت نصیب ہو اور یہ مبارک موقع دوبارہ ملے یا نہ ملے۔

استلام

(۱) حجرِ اسود کو بوسہ دینے اور رکن یمانی کے مس کرنے کو استلام کہتے ہیں، بوسہ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ حجرِ اسود پر منھ رکھ دیا جائے اور آواز نہ نکالی جائے۔

(۲) اگر لوگوں کا ازدہام ہو اور حجرِ اسود تک پہنچنا اور بوسہ دینا دشوار ہو تو ایسی صورت میں لوگوں کی بھیڑ میں گھسنا، اور ایک دوسرے کو دھکیلنا مکروہ ہے، بہتر یہ ہے کہ دور سے حجرِ اسود کو چھولیا جائے اور اس کا بھی موقع نہ ہو تو پھر کسی چھڑی وغیرہ سے حجرِ اسود کو مس کر کے اس چھڑی کو بوسہ دے۔

(۳) طواف کے دوران ہر شوط شروع کرتے وقت اور ختم کرتے وقت حجرِ اسود کا استلام مسنون ہے، اور رکن یمانی کا استلام مستحب ہے۔

(۴) حجرِ اسود اور رُکنِ یمانی کے علاوہ کعبہ کے کسی اور رکن کا استلام مکروہ تنزیہی ہے۔

رمل

شانے ہلاتے ہوئے ذرا تیز تیز قدم رکھنے اور دُلکی چال چلنے کو رمل کہتے ہیں، جس طواف کے بعد سعی کرنے کا ارادہ ہو، اس کے پہلے تین شوطوں میں رمل کرنا مسنون ہے ——

(۱) اگر کوئی شخص پہلے شوط میں رمل کرنا بھول جائے تو وہ صرف آخری دو (۲) شوطوں میں رمل کرے۔

(۲) اگر کوئی شخص پہلے تین شوطوں میں رمل کرنا بھول جائے تو اب وہ کسی شوط میں بھی رمل نہ کرے، رمل کو بالکل ہی ترک کردے۔

(۳) طواف کے ساتوں شوطوں میں رمل کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

عُمرہ

(۱) عمرہ کے لیے کسی زمانے اور وقت کی کوئی شرط نہیں ہے سال کے کسی مہینے اور کسی دن میں بھی عمرہ ہوسکتا ہے، البتہ رمضان میں عمرہ کرنا مستحب ہے۔

(۲) زندگی میں ایک بار عمرہ کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

(۳) عمرے کا طریقہ بالکل حج کی طرح ہے، البتہ عمرے میں طوافِ قدوم، طوافِ زیارت، وقوف اور رمی نہیں ہے، اور نہ عمرے میں کوئی خطبہ ہے اور نہ جمع بین الصلوٰتین۔

(۴) عمرے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی عمرے کی نیت کرکے اِحرام باندھ لے اور بیت اللہ کا طواف کرے۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھے، اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان سعی کرکے حلق یا تقصیر کرائے اور حلال ہوجائے۔ احادیث میں عمرے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، آپؐ کا ارشاد ہے:

”ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے سارے گناہوں کے لیے کفارہ ہے۔“

(بخاری، مسلم)

رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی فضیلت کے متعلق آپؐ کا ارشاد ہے:

”رمضان میں عمرہ ایسا ہے جیسا کہ میرے ساتھ حج کرنا۔“ (ابوداؤد، ترغیب)

حج کی قسمیں

حج کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اِفراد

(۲) قران

(۳) تمتع

(۱) اِفراد کے معنی ہیں اکیلا کرنا، اصطلاح میں حج اِفراد کے معنی ہیں اِحرام باندھتے وقت صرف حج کی نیت کرنا، عمرے کی نیت نہ کرنا، حجِ اِفراد میں قربانی واجب نہیں ہے۔

(۲) قران کے معنی ہیں دو چیزوں کو ایک ساتھ ملانا، اصطلاح میں قران کے معنی ہیں، حج اور عمرے کا احرام ایک ساتھ باندھنا، اور ایک ہی اِحرام سے حج اور عمرہ دونوں ادا کرنا۔ حجِ قران میں قربانی واجب ہے، اور حجِ قران صرف آفاقی کے لیے ہے، میقات کے اندر بسنے والوں کے لیے حجِ قران نہیں ہے۔ حجِ قران، حج کی قسموں میں سب سے افضل حج ہے۔

(۳) تمتع کے معنی ہیں کچھ وقت کے لیے فائدہ اٹھانا، اور اصطلاح میں تمتع کے معنی ہیں میقات پہنچ کر صرف عمرے کا احرام باندھا جائے اور عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائے پھر ۸/ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھا جائے اور حجِ اِفراد کی طرح سارے ارکان ادا کیے جائیں۔ اس کو تمتع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حج کرنے والا احرام کھول کر کچھ وقت کے لیے وہ فائدے حاصل کرسکتا ہے جو حلال ہونے کے بعد حاصل کیے جاسکتے ہیں اور قارِن نہیں حاصل کرسکتا اس لیے کہ وہ محرم ہی رہتا ہے۔

متمتع پر بھی قربانی واجب ہے۔

حج کی مسنون دعائیں

حج کے ارکان ادا کرتے ہوئے مختلف مقامات پر کسی بھی زبان میں جو جائز دعائیں مانگنا چاہیں مانگ سکتے ہیں، البتہ اُن دعاؤں کا اہتمام مسنون ہے جو حج کے ارکان ادا کرتے ہوئے مختلف مقامات پر نبی ﷺ نے مانگی تھیں، ان دعاؤں میں بڑی نورانیت، زبردست سوز، انتہائی جامعیت اور غیر معمولی تاثیر ہے، ایک مومن کے پاکیزہ جذبات اور تمناؤں کی اس سے بہتر الفاظ اور انداز میں ترجمانی ممکن نہیں، ذیل میں چند مسنون دعائیں لکھی جاتی ہیں ان کو یاد کرلینا چاہیے تاکہ جب بھی زیارتِ حرم کی سعادت نصیب ہو، شعور کے ساتھ خدا سے وہ کچھ مانگا جاسکے جو اس سے خود اس کے برگزیدہ رسول حضرت محمد ﷺ نے مانگا تھا۔

سفر پر روانہ ہوتے وقت کی دعا

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَ مِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَ اَطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ، وَ سُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ، وَالْوَلَدِ، وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ، وَ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

''پاک و برتر ہے وہ خدا جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا حالاں کہ ہم اس کو قابو میں کر سکنے والے نہ تھے، یقیناً ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں، اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کی توفیق چاہتے ہیں، اور ایسے کاموں کی توفیق جن کے کرنے سے تیری خوش نودی حاصل ہو، اے اللہ! ہمارے لیے اس سفر کو آسان فرما دے، اور اس کا فاصلہ ہمارے لیے مختصر کر دے۔ اے اللہ! تو ہی اس سفر میں ہمارا رفیق ہے اور تو ہی گھر والوں میں ہمارا قائم مقام، اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی مشقتوں سے، ناگوار منظر سے اور اپنے مال، اپنے متعلقین اور اپنی اولاد میں ایسی واپسی سے، کہ میں اُن کو بُرے حال میں دیکھوں اور اچھائی کے بعد بُرائی سے، اور مظلوم کی بددعا سے۔''

سفر پر رخصت کرتے وقت کی دعا

اَسۡتَوۡدِعُ اللّٰہَ دِیۡنَکَ وَ اَمَانَتَکَ وَ خَوَاتِیۡمَ عَمَلِکَ۔

(حصن حصین)

''میں تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے خاتمۂ عمل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

خانۂ کعبہ کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا

اَللّٰھُمَّ زِدۡ ھٰذَا الۡبَیۡتَ تَشۡرِیۡفًا وَ تَعۡظِیۡمًا وَّ تَکۡرِیۡمًا وَّ مَھَابَۃً وَّ زِدۡ مَنۡ شَرَّفَہٗ وَ کَرَّمَہٗ مِمَّنۡ حَجَّہٗ وَاعۡتَمَرَہٗ تَشۡرِیۡفًا وَّ تَکۡرِیۡمًا وَّ بِرًّا۔

(مسند شافعی، نیل الاوطار)

''اے اللہ! تو اس پاک گھر کے شرف وعظمت اور جلال میں اور ترقی دے اور اس کی عزت وعظمت اور احترام کرنے والے جو اس کا حج کریں یا عمرہ کریں ان کی عزت و شرف اور نیکی میں بھی اضافہ فرما! اُن کے عظمت وشرف اور بھلائی کو بھی بڑھا دے۔''

مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت کی دعا

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ وَ بِوَجۡھِہِ الۡکَرِیۡمِ وَ سُلۡطَانِہِ الۡقَدِیۡمِ، مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ۔

(مشکوٰۃ)

’’میں پناہ چاہتا ہوں اللہ عظیم کی، اس کی شان والی ہستی کی، اور اس کے ہمیشہ رہنے والے اقتدار کی، شیطان مردود (کی دراندازیوں) سے۔‘‘

رُکنِ یمانی کی دعا

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے رُکن یمانی پر ستر فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے، جو شخص یہ دعا مانگتا ہے تو فرشتے اس پر آمین کہتے جاتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

’’اے اللہ میں تجھ سے درگزر چاہتا ہوں اور دنیا اور آخرت میں عافیت کا خواہاں ہوں، اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچا۔‘‘

حجرِ اسود کا استلام کرتے وقت کی دعا

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔

’’شروع اللہ کے نام سے اور اللہ بہت ہی بڑا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔‘‘

طواف کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَ تَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ ﷺ۔ (نیل الاوطار)

’’اے اللہ! میں تجھ پر ایمان لا کر تیری کتاب کی تصدیق کر کے اور تیرے عہد کی وفاداری اور تیرے نبیؐ کی سنت کا اتباع کرتے ہوئے طواف شروع کرتا ہوں۔‘‘

آبِ زم زم پیتے وقت کی دعا

زم زم کا پانی قبلہ رُخ کھڑے ہو کر پینا چاہیے اور پیتے وقت یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ شِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ۔ (نیل الاوطار)

''اے اللہ! میں تجھ سے علمِ نافع اور کشادہ روزی کا طالب ہوں، اور ہر بیماری سے شفا چاہتا ہوں۔''

میدانِ عرفات کی افضل الدّعا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (ترمذی)

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اقتدار اُسی کا ہے، تعریف اُسی کے لیے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: سب دعاؤں سے افضل دعا عرفے کے دن کی دعا ہے اور میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے جو دعائیں مانگی ہیں ان میں یہ دعا سب سے افضل ہے۔

نبی ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ میدانِ عرفات میں یہ دعا کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور ہمیں جہنم کے عذابِ آتش سے بچالے۔''

عرفات کی جامع دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ بِهٖ نَبِیُّکَ ﷺ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ بِهٖ نَبِیُّکَ ﷺ رَبَّنَا ظَلَمْنَا

اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ
رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝
رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝
رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِیْ صَغِيْرًا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا
الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ ط رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَلَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ۔ (الحزب المقبول)

''اے اللہ! میں تجھ سے اس خیر اور بھلائی کا طالب ہوں، جو تجھ سے تیرے نبی ﷺ نے مانگی تھی، اور تیری پناہ چاہتا ہوں ان چیزوں سے جن سے تیرے نبی ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اور اگر تو ہمیں معاف نہ فرمائے، اور رحم نہ کرے تو، ہم سب گھاٹا اُٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنادے اور میری اولاد کو بھی، پروردگار! تو اس دعا کو قبول فرمالے۔ اے ہمارے رب! میری مغفرت فرما۔ میرے والدین کی مغفرت فرما، سارے مومنوں کی مغفرت فرما۔ اس دن جب کہ حساب لیا جائے گا۔ میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما، جیسا کہ ان دونوں نے بچپن میں (رحم و شفقت سے) میری پرورش کی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما، ہمارے بھائیوں کی مغفرت فرما جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں مومنوں کے لیے کوئی کھوٹ نہ رکھ، اے ہمارے رب! تو بڑا ہی مہربان اور انتہائی رحم والا ہے، اے ہمارے رب! تو بڑا ہی سننے والا اور جاننے والا ہے، ہمارے اوپر توجہ فرما، بلاشبہ تو توبہ قبول کرنے والا اور انتہائی رحیم ہے، گناہوں سے بچنے اور نیکی کو انجام دینے کی کوئی قوت نہیں ہے بجز اللہ کے جو انتہائی بلند اور زبردست عظمت والا ہے۔''

رمی کی دعا

نشیبی مقام میں کھڑے ہوکر پہلے ذیل کی دعا پڑھے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے کنکری مارے اور خوب تاک کر مارے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِّلشَّيْطٰنِ وَ رِضًا لِلرَّحْمٰنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مَبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَ سَعْيًا مَّشْكُوْرًا۔

''اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے شیطان کے منصوبے پامالی کرنے اور خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے، اے اللہ! اس حج کو ''حجِ مبرور'' بنادے اور گناہوں کو معاف فرمادے اور اس کوشش کو مقبول فرمالے۔''

سعی کی دعا

صفا پر چڑھ کر تین بار اللّٰہ اکبر کہے اور پھر یہ دعا پڑھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ (مسلم)

''خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اقتدار اسی کا حق ہے، حمد و شکر کا وہی مستحق ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس نے تنہا تمام کافروں کو شکست دی۔''

اس کے بعد اپنے لیے، اپنے عزیز و اقربا کے لیے جو دعائیں مانگنی ہوں مانگے اور پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزِعَهٗ مِنِّيْ حَتّٰى تَوَفَّانِيْ وَ اَنَا مُسْلِمٌ۔ (موطا)

''اے اللہ! تیرا فرمان ہے کہ مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ میرا تجھ سے یہ سوال ہے کہ جس طرح تو نے مجھے اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائی ہے تو اس دولت کو کبھی مجھ سے دُور نہ کر۔ یہاں تک کہ تو مجھے موت نصیب فرمائے۔''

پھر صفا سے اُتر کر مروہ کی طرف چلے اور زبان پر یہ دعا رہے:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ۔

''میرے رب! میری مغفرت فرما دے، میری حالت پر رحم کھا، بے شک تو بڑا ہی غالب اور بڑا ہی بزرگ ہے۔''

ملتزم کی دعا

ملتزم سے چمٹ کر پہلے یہ دعا پڑھی جائے، پھر جو مانگنا ہو خوب مانگے، یہ قبولیتِ دعا کا خاص مقام ہے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا یُوَافِیْ نِعَمَکَ وَ یُکَافِیْ مَزِیْدَکَ اَحْمَدُکَ بِجَمِیْعِ مَحَامِدِکَ مَا عَلِمْتُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَ عَلٰی جَمِیْعِ کُلِّ نِعَمِکَ مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ حَالٍ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اَعِذْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَ اَعِذْنِیْ مِنْ کُلِّ سُوْءٍ وَ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اَکْرَمِ وَفْدِکَ عَلَیْکَ وَ اَلْزِمْنِیْ سَبِیْلَ الْاِسْتِقَامَةِ حَتّٰی اَلْقَاکَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔ (اذکار علامہ نووی)

''اے اللہ! حمد و شکر کا مستحق تو ہی ہے، اس حمد و شکر کا جس سے تیری نعمتوں کا کچھ حق ادا ہو سکے، اور ان نعمتوں پر مزید احسان و انعام کا کچھ بدل بن سکے، میں تیری حمد و ثنا کرتا

ہوں تیری ان تمام خوبیوں کے ساتھ جن کا مجھے علم ہے اور ان تمام خوبیوں کے ساتھ جو میرے علم کے دائرے سے باہر ہیں، تیری ان تمام عطا کردہ نعمتوں پر جن میں سے کچھ کا مجھے علم ہے اور کچھ میرے دائرۂ علم سے باہر ہیں اور ہر حال میں تیرا شکرگزار اور تیرا ثنا خواں ہوں۔ اے اللہ! درود و سلام ہو محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر۔ اے اللہ! مجھے شیطان مردود سے اپنی پناہ میں رکھ اور مجھے ہر بُرائی سے اپنی پناہ میں لے لے۔ اور تو نے مجھے جو کچھ عطا فرمایا ہے، اسی پر مجھے قناعت عطا فرمادے۔ اور میرے لیے اس میں برکت پیدا فرمادے۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے عزت و اکرام والے مہمانوں میں سے بنادے، اور سیدھی راہ پر اس وقت تک جمے رہنے کی توفیق عطا فرما، اے رب العالمین جب کہ میں تجھ سے آکر ملوں۔''

روضۂ اطہر کی زیارت

روضۂ اطہر کی زیارت اور وہاں درود و سلام پڑھنے کی توفیق مومن کی انتہائی خوش نصیبی اور دارین کا سرمایۂ سعادت ہے، وہ سینہ ایمان کی لذت سے محروم ہے جس میں روضۂ پاک پر حاضری دینے اور مسجدِ نبویؐ میں چند نمازیں پڑھنے کا شوق نہ ہو، امت کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جو شخص بھی بیت اللہ کی زیارت کو جاتا ہے وہ دربارِ نبویؐ میں ضرور حاضر ہوتا ہے۔ اس باب میں چند باتیں یادرکھنے کے قابل ہیں۔

(۱) مدینے کی ایک ایک گلی اور ایک ایک ذرّے سے تاریخِ اسلامی کا انتہائی گہرا تعلق ہے۔ یہاں نبی ﷺ اور آپؐ کے ساتھ جاں نثاروں کی ایک مثالی جماعت نے دس سال رہ کر اسلام کی تابناک تاریخ تیار کی ہے، یہاں کی ایک ایک چیز ایمانی جذبات کو جِلا بخشنے والی اور رُوح و قلب کو تازگی دینے والی ہے، حد یہ ہے کہ یہاں کی خاک بھی محض خاک نہیں بلکہ خاکِ شفا ہے۔

> ''نبی ﷺ جب تبوک کی تاریخی مہم سے واپس تشریف لائے تو اہل مدینہ آپؐ کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلے، زبردست ازدہام کی وجہ سے بڑا ہی گردوغبار اُڑا۔ نبی ﷺ کے بعض رفقاء نے گردوغبار سے حفاظت کے لیے اپنے منہ پر کپڑا رکھ لیا۔ آپؐ نے ان کے منہ سے کپڑے ہٹا دیئے اور فرمایا: خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس غبار میں ہر بیماری سے شفا ہے۔'' (الترغیب)

(۲) مدینے میں رہنے اور وہاں کی صعوبتوں کو انگیز کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

> ''میری امت کا جو شخص بھی مدینے کی سختی اور شدت کو برداشت کرکے وہاں سکونت پذیر

رہے گا، قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کروں گا۔ نیز فرمایا: اپنی امت کے لوگوں میں سب سے پہلے میں مدینے والوں کی شفاعت کروں گا، پھر اہلِ مکہ کی اور پھر طائف والوں کی۔" (طبرانی)

(۳) مدینے میں وفات پانے کی آرزو کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی اہمیت دی ہے اور اس کی فضیلت کا اظہار کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص بھی مدینے میں وفات پانے کے لیے جدوجہد کر سکتا ہو، وہ ضرور کوشاں رہے کہ مدینے میں اُسے موت نصیب ہو، اس لیے کہ جو شخص بھی مدینے میں وفات پائے گا، میں خدا کے حضور اس کی شفاعت کروں گا۔" (جامع ترمذی، مسند احمد)

(۴) مدینے کا سفر کرنے والا دو باتوں کا ارادہ کر کے مدینے کا سفر کرے:

(۱) مسجد نبویؐ میں حاضری

(۲) روضۂ اطہر کی زیارت

(۵) مسجد نبوی میں حاضر ہونے اور وہاں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

"میری مسجد میں ایک نماز دوسری جگہ کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے، اور فرمایا: لوگوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کے لیے سفر کر کے جائیں، میری مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔" (علم الفقہ۔ جلد پنجم)

روضۂ اطہر کی زیارت کا حکم

روضۂ اطہر کی زیارت کرنا واجب ہے۔ (علم الفقہ۔ جلد پنجم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔"

صحابۂ کرام اور ان کے بعد تابعین اور دوسرے سلفِ صالحین نے ہمیشہ اس کا اہتمام کیا ہے اور بڑی پابندی سے زیارت کے لیے پہنچتے رہے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام سے سفر کر کے مدینۂ منورہ کی زیارت کے لیے تشریف لائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تو مستقل عادت تھی کہ جب کسی سفر سے واپس آتے سب سے پہلے روضۂ اقدس پر حاضری دیتے، اور نبی ﷺ کی جناب میں سلام پیش کرتے۔

نبی ﷺ نے روضۂ اطہر کی زیارت کا صلہ اپنی شفاعت کو قرار دیا۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

> ''جو شخص میری وفات کے بعد میری زیارت کے لیے آیا، گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جس نے میرے روضے کی زیارت کی اس کے لیے قیامت کے روز میری شفاعت واجب ہوگئی اور میری امت میں جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود میری زیارت کے لیے نہ آئے تو اس کا کوئی عذر، عذر نہیں۔''

نیز ارشاد فرمایا:

> ''جو شخص میری زیارت ہی کا قصد کرکے آئے وہ قیامت کے دن میری معیت میں ہوگا۔ اور جو شخص حرمین میں سے کسی مقام پر وفات پاجائے اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان لوگوں میں اُٹھائے گا جن کو کوئی خوف نہ ہوگا۔'' (علم الفقہ۔ جلد پنجم)

روضۂ اطہر کی زیارت اور مسجد نبویؐ میں حاضری اگرچہ حج کے ارکان و شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اس کی تاکید، ترغیب اور فضیلت و اہمیت پر نبی ﷺ نے جتنا زور دیا ہے اور نبی ﷺ سے ہر مومن کو جو بے پایاں محبت ہے اس کی موجودگی میں بھلا مومن یہ کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ وہ دُور دراز سے سفر کرکے بیت اللہ کا حج کرے اور روضۂ اطہر پر حاضری دیئے بغیر ہی واپس ہوجائے۔

مدینہ طیبہ کے چند متبرک مقامات

مدینۂ طیبہ کے آثار اور متبرک مقامات سے مسلمان کو بڑا گہرا دینی اور جذباتی لگاؤ ہے، یہاں کے ذرّے ذرّے سے اسلامی تاریخ وابستہ ہے، ان آثار اور مقامات کو دیکھ کر قدرتی طور پر مومن ایک عجیب کیفیت محسوس کرتا ہے، بالخصوص جب وہ ان مقامات اور آثار کے تاریخی پس منظر سے بھی واقف ہو اور اسلام کی ابتدائی تاریخ کو تصور میں تازہ کر کے ان مقدس آثار کی زیارت کرے، ذیل میں چند مشہور مقامات کا مختصر تعارف اسی مقصد سے پیش کیا جارہا ہے۔

(۱) اُحد

یہ ایک تاریخی پہاڑ ہے جو مدینۂ طیبہ سے اندازاً ڈھائی کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، کفر و اسلام کی دوسری جنگِ عظیم اسی مقام پر ہوئی۔ اسی جنگ میں نبی ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے۔ نبی ﷺ کبھی کبھی یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ غزوۂ احد میں نبی ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ اسی پہاڑی پر تھے، اس کے بالمقابل ایک دوسرا پہاڑ عیر ہے، اسلام کے دشمن اور منافقین کا قیام عیر پر تھا، نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

> ''یہ وہ پہاڑ ہے جس کو ہم سے محبت ہے اور ہمیں اس پہاڑ سے محبت ہے، یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہوگا۔ اور عیر سے ہمیں عداوت ہے اور اس کو ہم سے عداوت ہے، یہ دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہوگا۔'' (طبرانی، ترغیب)

(۲) بدر

مدینۂ منورہ سے کچھ فاصلے پر ایک بستی تھی جہاں ہر سال میلہ لگا کرتا تھا، جمعہ کے دن ۱۷ رمضان ۲ھ کو اسی مقام پر اسلام و کفر کی وہ پہلی فیصلہ کن جنگ ہوئی ہے جس کو غزوۂ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، خدا کی غیبی نصرت سے اسلام کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اور کفر کا زور

ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گیا۔ ایک طرف کافروں کی ایک ہزار مسلح فوج تھی اور ایک طرف صرف تین سو تیرہ مسلمان تھے جن کے پاس پورے ہتھیار اور سواریاں بھی نہ تھیں، لیکن خدا نے ان کی مدد فرمائی اور فتح بخشی۔ اس لڑائی میں کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اسی لیے قرآن میں یومِ بدر کو یوم الفرقان کہا گیا ہے۔

(۳) بیر رومہ

وادیِ عقیق میں صاف اور شیریں پانی کا ایک تاریخی کنواں ہے، یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فیض وعطا کا ایک چشمۂ جاریہ ہے، پہلے اس کا مالک ایک یہودی تھا جو اس کا پانی فروخت کرتا تھا، مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی، نبی ﷺ نے یہ دیکھ کر مسلمانوں کو اس کے خریدنے کی ترغیب دی، حضرت عثمانؓ نے بھاری قیمت ادا کر کے اس کو خریدا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، یہ مدینۂ منورہ کے شمال ومغرب میں واقع ہے۔

(۴) بیر اریس

مسجدِ قبا سے بالکل ہی قریب ایک کنواں ہے جو بیر اریس کہلاتا ہے، اس سے متعلق تین خاص روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک بار نبی ﷺ اس کنویں میں پیر لٹکائے اس پر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور آپؐ کی داہنی جانب اسی طرح بیٹھ گئے، حضرت عمرؓ تشریف لائے اور آپؐ کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے اور دوسری جانب پیر لٹکا کر بیٹھ گئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے نبی ﷺ کی انگوٹھی گر گئی ہے جو تلاش کے باوجود نہ مل سکی اور تیسری بات یہ کہ پہلے اس کا پانی کھارا تھا۔ نبی ﷺ نے اس میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور خدا کے فضل سے اس کا پانی شیریں ہو گیا۔

(۵) جنت البقیع

مدینۂ منورہ سے مشرق کی جانب شہر سے باہر یہ ایک مشہور اور نہایت ہی مقدس قبرستان ہے جس میں صحابۂ کرامؓ، امہات المومنینؓ، آپؐ کے صاحب زادےؓ، صاحب زادیاںؓ، حضرت حلیمہ سعدیہؓ، حضرت امام مالکؒ اور بہت سے شہداء آرام فرما ہیں۔

حضرت مصعب بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ وہ ایک مرتبہ جنت البقیع کے راستے سے مدینے آ رہے تھے، آپؒ کے ہم راہ ایک شخص تھا جو اہلِ کتاب میں سے تھا، جس وقت یہ دونوں جنت البقیع کے پاس سے گزرے تو وہ شخص پکار اُٹھا، یہی تو ہے، یہی تو ہے، حضرت مصعبؒ نے کہا: کیا مطلب؟ کہنے لگا: تورات میں اسی قبرستان کا ذکر آیا ہے کہ ایک قبرستان کھجوروں سے گھرا ہوا ہوگا۔ قیامت کے روز اس میں سے ستر ہزار افراد اُٹھیں گے جن کے نورانی چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔

نبی ﷺ اکثر اس قبرستان میں تشریف لے جاتے اور یہاں والوں کے حق میں دعائے مغفرت فرماتے۔

(۶) ریاض الجنہ

نبی ﷺ کے منبر اور آپؐ کے کمرے کے درمیان والے حصے کو آپؐ نے خود ریاض الجنہ فرمایا ہے:

> ''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔'' (بخاری)

مسجد نبوی میں داخل ہونے کے بعد اس جگہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔

(۷) ستونِ حنانہ

مسجد نبویؐ میں منبر بننے سے پہلے آپؐ کھجور کے ایک تنے پر سہارا لے کر خطبہ دیا کرتے تھے، جب منبر بن گیا تو آپؐ منبر پر خطبہ دینے لگے۔ لوگوں نے سنا کہ اس تنے سے رونے کی آواز آ رہی ہے، اسی لیے اس کو ستونِ حنانہ کہنے لگے۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں: مسجد نبویؐ میں نماز کے لیے یہ جگہ سب سے افضل ہے۔

(۸) ستونِ توبہ

نبی ﷺ کے ایک صحابی حضرت ابولبابہؓ سے کوئی لغزش ہوگئی تھی، تو انھوں نے خود کو اس ستون سے باندھ لیا اور یہ عہد کیا کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی میں اس ستون سے بندھا

رہوں گا۔ پھر جب خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو نبی ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ان کو کھولا۔ نبی ﷺ نمازِ فجر کے بعد اسی ستون کے پاس بیٹھ کر، اصحابِ صفہ، اور دوسرے لوگوں سے گفتگو فرماتے، آپ یہاں نوافل بھی پڑھتے اور آپؐ نے اس جگہ اعتکاف بھی فرمایا تھا۔

(۹) صُفّہ

مسجدِ نبویؐ میں ایک چبوترہ تھا جس پر کچھ نادار اور مسافر صحابۂ کرامؓ رہا کرتے تھے، ان کی تعداد بالعموم ستّر رہتی تھی، یہ لوگ دنیوی معاملات اور روزی کمانے کی دوڑ دھوپ سے الگ بس یہیں قیام پذیر رہتے اور نبی ﷺ سے علمِ دین حاصل کرنا، اور آپؐ کی تعلیمات کو یاد کرنا ہی ان کا محبوب مشغلہ تھا، یہ دراصل مدرسۂ نبویؐ کے اوّلین طالبِ علم اور دربارِ نبوت کے عزیز مہمان تھے، ان کا امت پر عظیم احسان ہے، ان کو اصحابِ صفّہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۱۰) گنبدِ خضرا

مسجدِ نبویؐ سے مشرق کی جانب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کمرہ تھا، اسی کمرے میں نبی ﷺ نے وفات پائی اور اسی کمرے میں دفن ہوئے، روئے زمین کا یہ ٹکڑا اپنی قسمت پر جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔ اس مدفن پر ایک سبز رنگ کا گنبد بنا ہوا ہے جس کو دیکھتے ہی مومن شوق و عقیدت سے بے خود ہو جاتا ہے، اسی کو گنبدِ خضرا کہتے ہیں۔

(۱۱) مسجدِ جمعہ

مکہ سے ہجرت فرمانے کے بعد نبی ﷺ نے قبا میں قیام فرمایا اور جمعہ کے روز اوّل وقت وہاں سے مدینے کے لیے روانہ ہوئے۔ جب قبیلہ بنی سالم میں پہنچے تو جمعہ کا وقت آ گیا اور آپؐ نے پہلا جمعہ اسی مقام پر پڑھایا۔ اس مسجد کو مسجدِ عاتکہ بھی کہتے ہیں۔

(۱۲) مسجدِ قبا

مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر آپؐ نے قبا میں چند یوم قیام فرمایا اور یہاں ایک مسجد تعمیر فرمائی۔ یہ مدینے کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کی بنیاد

رکھی، قرآن میں اس مسجد کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ط (التوبہ:۱۰۸)

''یہی مسجد ہے جس کی بنیاد اوّل روز سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے، یہ زیادہ سزاوار ہے کہ آپ اس میں خدا کے حضور قیام کریں۔''

اور قرآن پاک نے اس مسجد سے تعلق رکھنے والے پاک بازوں کو خدا کا محبوب قرار دیا ہے، نبی ﷺ نے امت کو بشارت دی ہے:

''جو شخص گھر سے پاک صاف ہو کر مسجد قبا میں پہنچے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرے تو ان دو رکعتوں کا اجر عمرے کی طرح ہے۔'' (ابن ماجہ، نسائی)

نبی ﷺ کبھی کبھی مسجدِ قبا تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نفل ادا فرماتے۔

(۱۳) مسجد قبلتین

بیر رومہ اور وادی عقیق سے قریب ہی ایک مسجد ہے، نبی ﷺ یہاں ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے، ابھی آپؐ نے دو رکعت ہی ادا فرمائی تھی کہ وحی نازل ہوئی ——

فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط (البقرہ:۱۵۰)

''پس آپ اپنا رُخ مسجدِ حرام کی سمت پھیر لیجیے۔''

اور آپؐ نے نماز ہی میں اپنا رُخ بیت المقدس سے خانۂ کعبہ کی طرف پھیر لیا اور بقیہ نماز خانۂ کعبہ کی سمت رُخ کر کے ادا فرمائی، اسی وجہ سے اس کو مسجدِ قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد کہا جاتا ہے۔